پاکستانی جامعات میں لبرل ازم کے بڑھتے ہوئے رجحانات

اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان کا سد باب

تحقیقی مقالہ (ایم فل علوم اسلامیہ)

مقالہ نگار

انور علی

ایم فل سکالر علوم اسلامیہ

رجسٹریشن نمبر 1356-Mphil/IS/S-17

نگران مقالہ

ڈاکٹر نور حیات خان (صدر شعبہ علوم اسلامیہ)

ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

سیشن: ۲۰۱۷ء۔۲۰۲۰ء

پاکستانی جامعات میں لبرل ازم کے بڑھتے ہوئے رجحانات
اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان کا سد باب

تحقیقی مقالہ (ایم فل علوم اسلامیہ)

مقالہ نگار

انور علی

ایم فل سکالر علوم اسلامیہ

رجسٹریشن نمبر 1356-Mphil/IS/S-17

نگران مقالہ

ڈاکٹر نور حیات خان (صدر شعبہ علوم اسلامیہ)

ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

سیشن: ۲۰۱۷ء۔۲۰۲۰ء

بسم الله الرحمن الرحيم

منظوری فارم برائے مقالہ ودفاع مقالہ

(Thesis and Defense Approval form)

زیر دستخطی تصدیق کرتے ہیں کہ انہوں نے مندرجہ ذیل مقالہ پڑھااور مقالہ کے دفاع کو جانچاہے،وہ مجموعی طور پر امتحانی کارکردگی سے مطمئن ہے اور فیکلٹی آف سوشل سائنسز اس مقالے کی منظوری کی سفارش کرتے ہیں۔

مقالہ بعنوان: **پاکستانی جامعات میں لبرل ازم کے بڑھتے ہوئے رجحانات اوراسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان کاسدباب**

Topic: **The growing trends of liberalism in Pakistani Universities and their prevention in the light of Islamic teachings.**

Topic in Roman Urdu: **Pakistani Jami,aat main Liberalism ke barhte hoe rujhanaat aour Islami talimaat ki roshni main unka sadd-e-baab.**

نام ڈگری: ایم فل علوم اسلامیہ

(نام مقالہ نگار): انور علی

رجسٹریشن نمبر: 1356-MPhil/IS/S-17

ڈاکٹر نور حیات خان ____________

(نگرانِ مقالہ) نگران مقالہ کے دستخط

پروفیسر ڈاکٹر شاہد صدیقی ____________

(ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز) ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز کے دستخط

پروفیسر ڈاکٹر محمد سفیر اعوان ____________

(پرو-ریکٹر اکیڈمکس، نمل) پرو-ریکٹر اکیڈمکس کے دستخط

تاریخ: ____________

حلف نامہ فارم

(Candidate Declaration Form)

میں (مقالہ نگار) **انور علی** ولد **حاجی سلمان**

رول نمبر **290** رجسٹریشن نمبر **1356-MPhil/IS/S-17**

طالب علم ایم اے / ایم فل / پی ایچ ڈی، شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز (نمل) اسلام آباد حلفاً اقرار کرتا ہوں کہ

مقالہ بعنوان: **پاکستانی جامعات میں لبرل ازم کے بڑھتے ہوئے رجحانات اور تعلیمات اسلامی کی روشنی میں ان کا سد باب**

Topic: **The growing trendss of liberalism in Pakistani Universities and their prevention in the light of Islamic teachings.**

Topic in Roman Urdu: **Pakistani Jami,aat main Liberalism ke barhte hoe rujhanaat aour Islami talimaat ki roshni main unka sadd-e-baab.**

ایم فل علوم اسلامیہ کی ڈگری کی جزوی تکمیل کے سلسلہ میں پیش کیا گیا ہے، اور ڈاکٹر نور حیات خان صاحب کی نگرانی میں تحریر کیا گیا ہے، راقم الحروف کا اصل کام ہے 'ماسوائے جہاں متن مقالہ میں بیان کیا گیا ہے' اور یہ کہ مذکورہ کام نہ تو کہیں اور جمع کروایا گیا ہے، نہ ہی پہلے سے شائع شدہ ہے اور نہ ہی مستقبل میں کسی بھی ڈگری کے حصول کے لئے کسی دوسری یونیورسٹی یا ادارے میں میری طرف سے پیش کیا جائے گا۔

نام مقالہ نگار: **انور علی**

دستخط مقالہ نگار: ____________________

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

مقالہ جمع کرانے کی تاریخ: ____________

انتساب(Dedication)

- قابل عزت محترم **والدین گرامی** اورواجب الاحترام الاساتذہ کرام کے نام جن کی دعاؤں اور پر خلوص تعاون کی برکت سے احقر کو یہ توفیق ملی۔

- پیارے بھائی سجاد فرید شگری ،جوہر فرید شگری اوراہلیہ فاطمہ انور کے نام جن کے تعاون سے مجھے ہمت اور حوصلہ ملا۔

اظہار تشکر (A wod of Thanks)

"پاکستانی جامعات میں لبرل ازم کے بڑھتے ہوئے رجحانات اور اسلامی تعلیمات کی روشنی ان کا سدباب" جیسے عنوان پر تحقیقی مقالہ لکھنا میرے لیے مشکل کام تھا، جو محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پایہ تکمیل کو پہنچا، جس پر میں اللہ تعالیٰ کا شکر گذار ہوں کروڑوں دورود وسلام رحمۃ العالمین، نبی رحمت، احمد المرسلی ن خاتم النبیین حضرت محمد صلی ا للہ علیہ والہ وسلم کی ذات اقدس پر جن کی اتباع سے انسانوں کو خدا تک رسائی ملی اور اللہ تعالی کی ان پر انگنت رحمتیں نازل ہونا شروع ہوئیں، اوران کے خاص بندوں پر خصوصی سایہ فگن ہیں۔

اپنے استادِ محترم اور نگرانِ مقالہ ڈاکٹر نور حیات خان صاحب کا خصوصی شکر گذار ہوں، کہ ان کی مسلسل، توجہ اور راہنمائی سے مقالہ لکھنا ممکن ہوا، اللہ تعالیٰ ان کے علم، عمل اور زندگی میں خیر وبرکت فرمائیں۔

شعبہ علومِ اسلامیہ جامعہ نمل کے ان تمام انتظامیہ کاشکریہ ادا کرتا ہوں، جنہوں نے میری علمی معاونت فرمائی، اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو دارین کی خیر وبرکتیں نصیب فرمائیں۔ آمین

رموزواشارات

اس مقالے میں درج ذیل رموز و اشارا کا استعمال کی گیا ہے

ج: جلد کے لیے

س: سال / سنہ کے لیے

ش: شمارہ کے لیے

ص: صفحہ کے لئے

ن: نہیں کے لیے

"": احادیث، اقوال اور اقتباسات کے لیے

Abstract

The country of Pakistan is a gift from Allah almighty which came to being in the name of Islam. With the establishment of Pakistan, some external powers started using their tactics to create hurdles for Islamic republic of Pakistan to not become an Islamic state and make it a secular country. One of these nefarious elements is the establishment of non-Muslim and liberal NGOs. These NGOs introduced many high causes to make their existence stronger, but behind the scenes, they left many negative marks on every sector of Pakistan.

The thesis not only highlights the issues under which these organizations have shown their influence over other Islamic countries, but also the threats to Pakistan, especially in the field of education. The growing trends of these organizations have been highlighted to make it easierس to protect Pakistan's Islamic identity from all such threats.

Islam is a universal religion ordained by god, the lord of glory, in which god has embraced the virtues of all the previous religions. It is a fact that god created man on earth for the purpose of worship. This does not mean that man is merely compelled and that he must endure the hardships of imprisonment in order to live within the bounds of Islam. Islam places personal freedom at its core. But tolerating such freedom is not Islam in which a person is free from all restrictions in all his words and deeds. Laws have been formulated in Islam through which the society can be taken in the right direction. The thesis also deals with such laws, in light of which make sure to bring reforms in all fields including media in the light of divine teachings and teachings of the prophet (PBUH).

The thesis is consisted of four chapters and each chapter has five sub chapters. As far as the method of research is concerned, this article is historical, critical and analytical.

The first chapter is consisted of introduction, definition and effects of liberalism on Islamic countries.

The second chapter is about the causes of liberalism, lack of education and awareness, lack of attention towards the cause of media from media and emerges of non-Muslim NGOs in the Muslim countries. The third and last chapter deals about the way out and solutions of the issues to eradicate liberalism from Islamic countries, especially from Islamic republic of Pakistan.

If we want to understand or summarize the whole article in two sentences, then ancient liberalism has its own place with many features, while our point of criticism is only modern and contemporary liberalism which with bad attributes has become a challenge for real faces (ancient liberalism).

That is why we politely suggest that the writers and true liberals should make the difference between these two types of liberalism in front of the common man so that the opponents of liberalism (from whatever sect they belong to) do not get a chance to have a negative impression of true liberalism.

فہرستِ عنوانات

مقدمہ

لبرل ازم جدید جمہوریت کا ایک مبداء ہے، جسے آزادانہ اور منصفانہ انتخابات، قانون کی حکمرانی اور شہری آزادیوں سے محفوظ رکھنے والے ممالک کے لبرل ڈیموکریسی ک اصطلاح کی تشہیر کی ایک مثال ہے۔ جیسا کہ اس کی تفصیل آئے گی، لبرل کے کئی اقسام ہیں اگر لبرل ازم کو تعلقات عامہ کے زمرے میں رکھ کر دیکھے تو یہ اپنا ایک الگ وجود رکھتا ہے۔ اسی طرح لبرل ازم میں طرح طرح کے تصورات اور دلائل موجود ہیں کہ کس طرح ادارے طرز عمل اور معاشی روابط ریاستوں کی پر تشدد طاقت پر قابو پاتے ہیں جب حقیقت پسندی سے موازنہ کیا جائے تو اس سے ہمارے نقطہ نظر کے شعبے میں مزید عوامل شامل ہو سکتے ہیں خصوصا شہریوں اور بین الاقوامی تنظیموں کے ہاں لبرل ازم تعلقات عامہ میں حقیقت پسندی پر مشتمل ہے۔

در حقیقت دیکھا جائے تو لبرل ازم اخلاقی دلیل پر مبنی ہے کہ کسی فرد کے زندگی، آزادی اور املاک کے حق کو یقینی بنانا حکومت کا اعلی مقصد ہے اس کے نتیجے میں، آزاد خیال افراد ایک سیاسی نظام کے بنیادی ڈھانچے کے طور پر فرد کی فلاح و بہبود پر زور دیتے ہیں لبرل ازم کے ہاں ایسے سیاسی نظام، جس کی نشاندہی کی طاقت نہیں جیسے بادشاہت یا آمریت، اپنے شہریوں کی زندگی، آزادی کا تحفظ نہیں کر سکتا اسی لئے لبرل ازم کا مقصد ایسے اداروں کی تعمیر ہے جو سیاسی طاقت کو جانچ کر انفرادی آزادی کے تحفظ کا یقینی بنائے، اگرچہ یہ گھریلو سیاست کے معاملات ہیں لیکن لبرلز کے لئے تعلقات عامہ کا دائرہ بھی اہم ہے کیونکہ کسی ریاست کی بیرون ملک کی سرگرمیاں گھر میں آزادی پر مضبوط اثر ڈال سکتی ہیں۔ لبرلز عسکریت پسندانہ خارجہ پالیسیوں سے بھی پریشان ہوتے ہیں اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ جنگ کے لئے ریاست فوجی طاقت کی تشکیل کی دی جاتی ہے اور اس طاقت کو غیر ملکی ریاستوں سے لڑنے کے لئے استعمال کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے ہی شہریوں پر ظلم کرنے کے لئے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے اسی وجہ سے لبرل ازم میں جڑے ہوئے سیاسی نظام اکثر فوجی طاقت کو ایسے ذرائع سے محدود کرتے ہیں جیسے فوج پر سویلین کنٹرول کو یقینی بنانا وغیرہ۔ لیکن دوسری طرف اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ انسان کو انفرادی زندگی کے ساتھ اس معاشرے میں رہنے کیلئے اجتماعی زندگی کا خاص اہتمام کرے کیونکہ فطرت انسان، اجتماع کو پسند کرتی ہے یہی وجہ ہے معاشرتی زندگی کے اصول و قواعد کو ملحوظ خاطر رکھے، خاص کر قرآن کے رو سے دیکھا جائے کہ وجہ تخلیق بنی نوع انسان کیا ہے، تو انسان کی زندگی عبدیت پر مشتمل ہی ہے جو کہ عبادت الہی ہے، سورہ ذاریات آیت ۵٦ کے مطابق اللہ تعالی نے جن و انس کو اپنی عبادت، اپنی بندگی کیلئے خلق کیا" بلکہ یوں کہہ لیں تو بے جانہ ہو گا کہ اللہ تعالی سبحانہ نے اپنی غلامی کیلئے خلق کیا۔ اس آیت کی طرف نظر کی جائے تو یہ بات اٹل ہے کہ انسان کی تخلیق کی حکمت غلامی ہے، اب دیکھنا یہ ہو گا کہ اللہ تعالی اپنے غلام کو کتنی آزادی دیتا ہے، کیا کوئی غلام خود سے آزادی حاصل کر سکتا ہے؟ یقینا ہر گز نہیں

کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو غلامی کا مطلب باقی نہیں رہتا، لفظ غلامی آزادی کا ضد ہے جس کا مطلب ہے کہ اپنے مالک کی قائم کردہ حدود میں رہ کر اپنے مولا کی پیروی کرنا، بالفاظ دیگر غلامی اپنے مالک کی مکمل اطاعت کا نام ہے۔ جب اللہ تعالی نے بنی نوع انسان کو عالم ارواح سے نکال کر ماں کی کوکھ میں رکھا تو انسان سمجھنے لگا کہ وہ عالم اس کیلئے سب کچھ ہے، جب وہ نو ماہ کی قلیل مدت پوری کر کے مجازی زندگی میں قدم رکھتا ہے تو اس کی حیرت میں اضافہ ہوتا ہے، کیونکہ پہلے عالم میں وہ زندگی گزار رہا تھا جس کو عالم حقیقی سمجھ بیٹھا تھا اس سے نکل کر دوسرے عالم یعنی دنیا میں آتا ہے تو وہ محو حیرت میں پڑ جاتا ہے کہ کوئی اور بھی عالم اور کائنات بھی ہے جو بہت وسعت رکھتا ہے۔

انسان کا اصل امتحان یہاں سے شروع ہوتا ہے، کیونکہ اللہ نے انسان کو کسی مقصد اور غرض کیلئے پیدا کیا ہے لیکن انسان شعور کا لباس پہنتے ہی وہ اپنے مالک کی بندگی سے آزاد ہونا چاہتا ہے اور اپنی حکمت تخلیق کو بھول کر اسکے حکم کو پس پردہ ڈال کر کچھ لمحات کی زندگی کے خاطر اپنی مرضی اور منشاء کے مطابق عمل کرنے لگتا ہے اور اسی مالک کے خلاف آواز اٹھانے لگتا ہے جس نے اسکو عدم سے وجود دیا، حالانکہ اگر دیکھا جائے تو عاقل انسان کیلئے یہی کافی ہے۔

موضوع تحقیق کی اہمیت(Importance Of Research Topic)

مشرقی اور خاص کر مسلم دنیا، اور پاکستان کے تناظر میں لبرل ازم کو سمجھنے میں خاصا ابہام اوراختلاف ہے، ہر ملک کا لبرل ازم اپنی اپنی تشریحات میں مختلف ہے مگر اس کا بنیادی تصور، شخصی آزادی، انصاف، اور مساوات کی بنیادیں ہر جگہ مشترک ہیں، اس میں ہر عہد اور جغرافیہ کے اعتبار سے ارتقاء ضرور رہے گا۔ مثلا امریکہ میں لبرل قوتیں ویلفیئر سٹیٹ کی حامی ہیں تو یورپ میں لبرل قوتوں کا موقف یہ ہے کہ حکومت محض ادارہ اور انتظامات قائم کرے گی، اسی تناظر میں یہ بات زیادہ اہمیت کی حامل ہے کہ مملکت اسلامی پاکستان میں بھی لبرل ازم کی ابتداء اور فکری بنیادوں کو کھوجا جائے۔

موضوع تحقیق کا بنیادی مسئلہ(Basic Problem Of Research Topic)

لبرل ازم کا تعلق مبہم موضوعات میں سے ایک موضوع ہے یہ ایک حقیقت ہے کیونکہ اس کی تفصیل آئے گی کہ لبرل ازم کے مختلف اقسام ہیں ان کو پہچانے بغیر اس کے نقصانات اور فوائد پر بحث کرنا انصاف نہیں ہو گا اور ہماری کوشش ہو گی کہ انہی کے تناظر میں بحث کی جائے۔

اسلامی معاشرے میں لبرل ازم کا وجود کیسے اور کب آیا، کیا اسلام کے وجود کیساتھ ہی لبرل ازم کا سایہ پڑ گیا تھا جو با قاعدہ طور پر اب تک اپنی کوششوں میں جاری ہے ،اس کے ہمارے اسلامی تہذیب پر کیسے اثر انداز ہیں اور ان کی وجوہات کیا ہیں ان شاء اللہ تفصیل سے بحث کی جائے گی۔

مجوزہ موضوع پر سابقہ کام کا جائزہ(Review Literature)

لبرل ازم ایسا موضوع ہے جس پر وقتاً فوقتاً کام ہوتا رہا ہے موضوع کی وسعت کی وجہ سے اس کے کے دیگر پہلوؤں پر تحقیق ہوتی رہی اوراس کی شاہد مثال کے طور پر کچھ مقالہ ات کی فہرست ذکر کریں گے جن میں مختلف طریقوں سے موضوع ہذا کی طرف اشارہ دیا گیا ہے،اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اس پر با قاعدہ طور پر تحقیق بھی ہو چکی ہے۔

علوم اسلامیہ ایم فل کا ایک مقالہ میڈم فائزہ شریف نے ڈاکٹر ثمر فاطمہ کی زیر نگرانی **مغرب کی تہذیب وثقافتی یلغار، ذرائع ابلاغ کا کردار** کے عنوان سے پنجاب یونیورسٹی ہی سے سن 2004 کو تحریر کیا ہے یہ موضوع اپنی جگہ اہمیت کا حامل ہے لیکن ان کے مقالہ کی ہمارے موضوع کے باب دوئم اور سوئم کی فصل سوئم کے ساتھ تھوڑی مماثلت رکھتے ہیں اس لئے ہم نے کوشش کی ہے کہ پاکستانی جامعات میں لبرل ازم بڑھنے کے رجحات اور ان کے سد باب پر تحقیق کرنے کی کوشش کی ہے۔

تحدید کار(Confinement)

مقالہ ہذا میں لبرل ازم کے معنی و مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے پاکستانی جامعات میں لبرل ازم کے بڑھتے ہوئے رجحانات کا جائزہ اور اس کا سد باب اسلامی تعلیمات کی روشنی میں پیش کیا جائے گا۔

مقاصد تحقیق(Objective Of The Research)

اس تحقیق کے مقاصد اور اہداف درجہ ذیل ہونگے:

۱۔لبرل ازم والحاد کے جدید پہلوؤں کو اجاگر کرنا

۳۔پاکستانی جامعات میں لبرل ازم کے بڑھنے کی تحریکات اور اسکے خطرات کی نشاندہی کرنا

۴۔پاکستانی جامعات میں لبرل ازم کے سدباب کیلئے ممکنہ اقدامات بیان کرنا

۵۔مسلم نوجوانوں کیلئے بطور نمونہ عمل مثالی معاشرہ کے قیام کیلئے تجاویز وسفارشات پیش کرنا

تحقیق سوالات(Research Questions)

اس تحقیقی مقالے کے بنیادی سولات مندرجہ ذیل ہونگے:

1۔اسلامی ممالک میں لبرل ازم کی ابتداء کیسے اور کب شروع ہوئی؟

2۔پاکستانی جامعات میں لبرل ازم بڑھنے کی کیا وجوہات ہیں؟

3۔لبرل ازم کا سدباب کیسے کیا جائے؟

تحقیقی طریقہ کار(Research Method)

مقالہ ہذا میں انداز تحقیق کے درجہ ذیل اسلوب کو بروئے کار لائے جائیں گے:

۱۔مقالہ تحقیقی طریقہ پر مشتمل ہے۔

۲۔اس تحقیق میں تاریخی انداز کو بھی ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔

۳۔تنقیدی اور تجزیاتی انداز بھی ہماری تحقیق کا حصہ ہو گا۔

۴۔علاوہ ازیں یونیورسٹی کے منظور شدہ طریقہ کار کو مد نظر رکھا گیا ہے۔

ابواب بندی

باب اول

لبرل ازم تعارف، ارتقاءوابتداءاور خطرات:

فصل اول: لبرل ازم کا مفہوم، تعارف اور ارتقاء

فصل دوئم: لبرل ازم، سیکولرازم اور الحاد کی پہچان

فصل سوئم: لبرل ازم کے خطرات

فصل چہارم: اسلامممالک پر لبرل ازم کے اثرات

باب دوئم

پاکستانی جامعات میں لبرل ازم بڑھنے کی وجوہات:

فصل اول: نصاب تعلیم میں مقاصد تعلیم کا فقدان

فصل دوم: تعلیم وتربیت کا فقدان

فصل سوئم: ذرائع ابلاغ میں مقاصد ابلاغ سے عدم توجہی

فصل چہارم: غیر مسلم این،جی،اوز اور دیگر لبرل تنظمات کا رجحان

فصل پنجم: جامعات کا لبرل ماحول

باب سوئم

پاکستانی جامعات میں لبرل ازم کا سدباب تعلیمات اسلامی کی روشنی میں:

فصل اول: نصابِ تعلیم میں مقاصدِ تعلیم پر توجہ

فصل دوئم: تعلیم میں تربیت کا اہتمام

فصل سوئم: ذرائع ابلاغ میں مقاصدِ ابلاغ پر توجہ

فصل چہارم: لادینی اور غیر سرکاری تنظیمات پر پابندی کی ضرورت

فصل پنجم: اسلامی تنظیمات کی حوصلہ افزائی

خاتمہنتائج

تجاویزوسفارشات

اور فہرستِ اصطلش

باب اول

لبرل ازم کا تعارف، ارتقاء وابتداء اور خطرات

فصل اول: لبرل ازم کا مفہوم، تعارف اور ارتقاء

فصل دوئم: لبرل ازم، سیکولرازم اور الحاد کی پہچان

فصل سوئم: لبرل ازم کے خطرات

فصل چہارم: اسلامی ممالک پر لبرل ازم کے اثرات

باب اول: لبرل ازم کا تعارف، ارتقاء وابتداء اور خطرات

فصل اول: لبرل ازم کا مفہوم، تعارف اسور ارتقاء

لبرل ازم ایک ایسے نظریے کا نام ہے، جو فرد کی آزادی کو چاہتا ہے، اور وہ اس بات پر غور کرتا ہے کہ افراد کی آزادی کا احترام کرنا نہایت ضروری ہے، اور حکومت اور ریاست کا یہ فریضہ ہے کہ وہ تمام شہریوں کی آزادی یعنی اظہار رائے، ذاتی زندگی، نجی ملکیت اور دیگر اشیاء کا احترام اور ان کی حفاظت کو یقینی بنائیں۔

یہ ایک ایسا نظریہ ہے، جو حکومت پر پابندی لگا کر اس کے کردار کو کم کر کے شہریوں کی آزادی کو زیادہ کرنا چاہتا ہے، اور انسان کو زیادہ سے زیادہ عزت اور آزادی دینے کا دعویٰ کرتا ہے۔

اس نظریے کے مفکرین یہ سمجھتے ہیں کہ انسان اپنی ضروریات اور معاملات کو سمجھنے میں آزاد ہے کسی کا محتاج نہیں ہے، یہاں تک کہ دور جدید کے لبرل نظام کے قائلین نے ایسی روشن خیالی کی راہ اختیار کی ہے کہ اس نے انسانوں کے مختلف معاملات میں اللہ تعالی کے احکام کی دخل اندازی کو بھی ممنوع اور ناجائز قرار دیا ہے۔

لبرل ازم کی لغوی اور اصطلاحی تعریف

لبرل ازم کی کوئی واضح تعریف اس اعتبار سے نہیں ہے کہ کسی ایک تعریف پر متفق اور اجماع ہو سکے، یہی وجہ ہے کہ جو تعریفات لبرل ازم کی کی گئی ہیں، لبرل مفکرین ان میں سے کسی ایک تعریف پر متفق نہیں ہے، کیونکہ لبرل ازم کے مفہوم میں اشتباہ پایا جاتا ہے، البتہ کچھ مفکرین نے جو تعریفات بیان کی ہیں، ان میں سے چند کا ذکر مندرجہ ذیل ہے۔

لبرل ازم کی لغوی تعریف

Liberalism انگریزی لفظ ہے۔ فرانسیسی زبان میں اس کے لئے لبریٹ ((Liberate بھی استعمال ہوا ہے، اور انگریزی لغت میں اس کے لئے لبرٹی(Liberty) کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے آکسفورڈ ڈکشنری میں ان الفاظ کے معانی درج ذیل ہیں:

1. Liberalism (n) “libeal opinion”(آزادانہ رائے)

2. Liberate: “free in social and sexual matters”

سماجی اور جنسی معاملات میں آزاد

3. Liberty: "freedom to do as you choose" (1) اپنے منتخب امور کی انجام دہی میں آزادی

, عربی زبان میں لبرل ازم کو "اللیبرالیۃ" کہا جاتا ہے، اردو زبان میں لبرل ازم کے لیے آزاد خیالی کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔(2)

لفظِ لبرل ازم کس سے مشتق اور ماخوذ ہے؟ میں اختلاف ہے، اس بارے میں چند اقوال مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ فظ لبرل ازم (Liberalism) لفظ لیبر (Liber) سے مشتق ہے، اور یہ لاطینی لفظ ہے جس کا معنی آزادی ہے۔

2۔ لفظ لبرازم (Liberalism) ایک لاطینی لفظ "لیبرالیس" سے مشتق ہے، اور اس کا معنیٰ شخصی عزت، تکریم اور آزادی ہے۔

3۔ لبرل ازم لاطینی لفظ ہے، اور کسی لفظ سے مشتق نہیں، اور اس کا معنیٰ تمام امور و معاملات میں سوچ اور فکر کی آزادی ہے۔(3)

لبرل ازم کی اصطلاحی تعریف

اصطلاح میں لبرل ازم کی مختلف تعاریف بیان کی گئی ہیں، جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

1.John Locke (4)

"Human beings are rational, guided by the pursuit of self-interest but mindful of others' concerns. The state must be representative, based on the consent of the governed. Society predates the state: there were 'natural' societies with natural laws and natural right. State policy should respect the 'natural right' to prvate property and arbitrate effectively between individuals competing for trade and resources". (5)

---

1. Margaret Deuter,Joanna Turnbull,Jennifer Bradbery,Oxford Lear ner's Dictionary,fourth edition,page,254

2۔ جمیل صلیبا، المعجم الفلسفی،، دار الکتاب اللبنانی، بیروت۔ لبنان، 1982، ج1، ص 461

3۔ سہیلہ بنت عبد الجواد، اللیبرالیون في العالم الإسلامي وموقفهم من الإسلام، الجامعۃ الاسلامیۃ، غزہ، 1432ھ، ص2۔3

4۔ جان لاک ایک انگریزی طبعیات دان اور ماہر فلسفی تھا۔ مغربی معاشرے میں حریت اور ہیومن رائٹس کی آواز بلند کرنے والا پہلا با اثر فلسفی ۲۹ اگست، ۱۶۳۲ء کو ورنگٹن انگلینڈ میں پیدا ہوئے ۲۸ اکتوبر، ۱۷۰۴ء کو دل کے دورے کے سبب جان لاک کی وفات ہوئی۔(.britannica.com/biography/John-Locke)

5.Richard Kelly, Neil McNaughton and Eric Magee, POLITICAL IDEAS: Liberalism, (Conservati, Socialism, Nationalism, Multiculturalism, Ecologism), Table 1.1 Page 37, Published by Hodder Education, An Hachette UK, 2017.

"انسان عاقل اور ذی شعور ہے۔ اپنی مفادات کے طرف راغب ہونے کے ساتھ ساتھ دوسروں کے خدشات کو بھی ملحوظ نظر رکھتا ہے۔ ریاست کو حکومت کے پالیسیوں کا ترجمان ہونی چاہیے۔

معاشرہ ریاست کا پیش خیمہ ہوا کرتا ہے۔ قدرتی معاشرے قدرتی قوانین اور فطری حقوق کے حامل ہوا کرتے تھے۔ ریاستی پالیسی کو نجی املاک کے "قدرتی حقوق" کا احترام کرنا چاہئے اور تجارت اور وسائل کے لیے کوشاں افراد کے مابین مؤثر انداز میں ثالثی کرنا چاہئے۔

2.Wollstonecraft (6

"Rationalism defines both genders: intellectually, men and women are not very different .The monarchical state should be replaced by a republic which enshrines women's rights .Society 'infantilised' women and thus stifled female individualism .A free-market economy would be energised by the enterprise of liberated women".(7.)

عقلیت(8) دونوں صنفوں (جنسوں) کی وضاحت کرتی ہے: فکری طور پر مرد اور خواتین بہت مختلف نہیں ہیں۔ بادشاہت والی ریاست کی جگہ ایسی جمہوری ریاست ہونی چاہئے جو خواتین کے حقوق کو مضبوط بنائے۔ معاشرے نے خواتین کو طفلیت میں شامل کر کے ان کے ذات کو دباؤ میں ڈال دیا ہے۔۔ عام بازار میں خواتین کی شمولیت سے ہی مستحکم ہو گا۔

(9) 3.J.S.Mill.

"Though fundamentally rational, human nature is not fixed: it is

---

6- میری والسٹن کرافٹ، شادی شدہ نام مریم ولسٹن کرافٹ گوڈون، (پیدائش: 27 اپریل، 1759، لندن، انگلینڈ۔ وفات 10 ستمبر، 1797، لندن)، انگریزی مصنفہ اور خواتین کے لئے تعلیمی اور معاشرتی مساوات کے لئے وکالت کرتی تھی۔ انہوں نے حقوق نسواں کے ایک قدیم سمجھے جانے والے حقوق نسواں کے بارے (1792) میں اپنے عقائد کا خاکہ پیش کیا۔ britannica.com/biography/Mary-Wollstonecraft

7- Richard Kelly, Neil McNaughton and Eric Magee, POLITICAL IDEAS، Page 37-

8- وہ عقیدہ جو تجربے اور الہامی نظریہ کا سہارا لئے بغیر وجہ سے حاصل کیا جاتا ہے(mimirbook.com) اردو انسائیکلوپیڈیا

9- جان اسٹورٹ مل کو عام طور پر جے ایس مل کہا جاتا ہے، یہ 20 مئی 1806ء سینٹرل لندن میں پیدا ہوئے، ایک انگریزی فلسفی، سیاسی ماہر معاشیات، اور سرکاری ملازم تھے۔ کلاسیکی لبرل ازم کی تاریخ کے سب سے بااثر مفکروں میں سے ایک تھے، انہوں نے سماجی نظریہ، سیاسی نظریہ، اور سیاسی معیشت میں وسیع پیمانے پر حصہ ڈالا۔ "انیسویں صدی کے سب سے زیادہ بااثر انگریزی بولنے والے فلسفی" کے نام سے موسوم ہونے کے بعد، انہوں نے لامحدود ریاست اور معاشرتی کنٹرول کی مخالفت میں فرد کی آزادی کا تصور دیا اور ان کی وفات 7 مئی 1873ء کو فرانس میں ہوئی۔(britannica.com/biography/John-Stuart-Mill

forever progressing to a higher level .The state should proceed cautiously towards representative democracy, mindful of minority rights.The best society is one where 'individuality' co-exists with tolerance and self-improvement .Laissez-faire capitalism is vital to progress, individual enterprise and individual initiative."(10.)

اگرچہ بنیادی طور پر عقلیت اور انسانی فطرت منجمد نہیں ہے یہ ہمیشہ کے لئے ایک اعلی سطح پر ترقی کرتی ہے۔ ریاست کو اقلیتوں کے حقوق اور جمہوریت کا نمائندہ بننے کی طرف محتاط انداز میں آگے بڑھنا چاہئے۔ بہترین معاشرہ وہ ہے جہاں انفرادیت، رواداری اور خود اصلاحی کے ساتھ ہم آہنگ ہو۔بغیر مداخلت کی سرمایہ دارانہ ترقی، انفرادی کاروباراور انفرادی اقدام کے لئے بہت ضروری ہے۔

4.Rawls (11)

"Mankind is selfish yet empathetic, valuing both individual liberty and the plight of those around him.The state should enable less fortunate individuals to advance, via public spending and public services.The society most individuals would choose would be one where the condition of the poorest improved.Free-market capitalism should be tempered by the state's obligation to advance its poorest citizens".(12)

انسان خود غرض ہے لیکن ہمدرد بھی ہے، انفرادی آزادی اور اپنے آس پاس کے لوگوں کی حالت زار کی قدر کرتے ہیں۔ ریاست کو چاہئے کہ عوامی اخراجات اور عوامی خدمات کے ذریعہ غریب اور بدقسمت افراد کو آگے بڑھنے کے قابل بنائے۔زیادہ تر افراد جس معاشرے کا انتخاب کریں جہاں ایک غریب کی حالت بہتر بن سکے۔ بہتر ہے۔ فری مارکیٹ سرمایہ داری کو ریاست کے اپنے غریب ترین شہریوں کو آگے بڑھانے کی اور ان کی ترقی سے ہم آہنگ بنانا چاہیے۔

کچھ دیگر مفکرین نے لبرل ازم کی تعریف اس طرح کی ہیں۔

1.Liberalism: "In genral, the belief that it is the aim of politics to preserve individual rights and to maximize freedom of choice("13)

---

10. Richard Kelly, Neil McNaughton and Eric Magee, POLITICAL IDEAS، Page 37-

11۔ان کا پورا نام ان راولس ہے، (پیدائش 21 فروری، 1921، بالٹیمور، میری لینڈ، امریکہ - 24 نومبر، 2002، لیکسنٹن، میساچوسٹس کو انتقال ہوا)، امریکی سیاسی اور اخلاقی، فلسفی اور تھیوری آف جسٹس میں مساوات پسندی کے آزاد خیال کے دفاع کے لئے مشہور تھے۔(1971)۔انہیں 20ویں صدی کا سب سے اہم سیاسی فلسفی سمجھا جاتا ہے۔britannica.com

12 . Richard Kelly, Neil McNaughton and Eric Magee, POLITICAL IDEAS, P37-

13 .Lain Mclean, Alistair McMillan, Concise Oxford Dictionary of politics, Third edition, 2009.

ترجمہ: لبرل ازم: "عام طور پر یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ سیاست کا مقصد انفرادی حقوق کا تحفظ اور انتخاب کی آزادی کو زیادہ سے زیادہ کرنا ہے۔"۔

2."A political or social philosophy advocating the freedom of the individual, parliamentary systems of government, nonviolent modification of political, social, or economic institutions to assure unrestricted development in all spheres of human endeavor, and governmental guarantees of individual rights and civil liberties".(14)

یعنی ایسا نظریہ جو سیاسی یا معاشرتی فلسفہ جو فرد کی آزادی، پارلیمانی نظام حکومت، سیاسی، معاشرتی، یامعاشی اداروں میں عدم تشدد کی ترمیم کی حمایت کرتا ہے تاکہ انسانی کوششوں کے ہر شعبے میں غیر منظم ترقی کو یقینی بنایا جاسکے، اور انفرادی حقوق اور شہری آزادیوں کی حکومتی ضمانتوں کی ضمانت دی جاسکی ہے۔

3. "Liberalism is often described as an individualist creed, celebrating a particular form of freedom and autonomy, involving the development and protection of systems of individual rights, social equality, andconstraints on the interventions of social and political power". (15.).

ترجمہ: لبرل ازم کو زیادہ تر ایک انفرادیت پسند مسلک کے طرپر بیان کیا جاتا ہے، جو آزادی اور خود مختاری کی ایک خاص شکل کو بیان کیا جاتا ہے، جس میں انفرادی حقوق، معاشرتی مساوات، اور نظاموں کی ترقی اور تحفظ شامل ہے اور معاشرتی اور سیاسی طاقت کی مداخلتوں پرپابندیوں کے حامی ہوتا ہے۔

2۔کتاب "حقيقه الليبرالية و موقف الاسلام منها" میں لبرل ازم کا تعارف اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

"هي مذهب فكري يركز على الحرية الفردية و يرى وجوب احترام استقلال الافراد ويعتقد ان الوظيفه الاساسية للدولة هي حماية حريات المواطنين مثل حرية التفكير و التعبير و الملكية الخاصة و الحرية الشخصيه وغيرها " (16)

ترجمہ: یہ یک فکری نظریہ ہے جس کی توجہ کا مرکز فرد کی آزادی ہے، اور اس نظریے کے قائلین یہ سمجھتے ہیں کہ تمام افراد کی آزادی کا احترام کرنا ضروری ہے، اوران کا یہ عقیدہ ہے کہ ریاستوں کا بنیادی کام شہریوں کی آزادی یعنی اظہار رائے کی آزادی، نجی املاک کی آزادی، اور ذاتی آزادی کی حفاظت کرنا ہے۔

14۔ ایضا۔

15 . MICHAEL FREEDEN, LYMAN TOWER SARGENT and MARC STEARS ،The Oxford Handbook of Political Ideologies, Page 388, Chapter 18, Liberalism.Published by Oxford University Press, 2013.

16۔ سلیمان بن صالح، حقيقه الليبرالية و موقف الاسلام منها، المكتبة الوقفية، 1429ھ، ص12

اس نظریہ کے مطابق حکومت کے اختیارات کو کم کیا جاتا ہے اور اسے زمام کار سے دور کیا جاتا ہے۔ جس سے تہذیبی ترقی رک جاتی ہے اور بے جا شہری آزادیوں کو بڑھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

3۔اسی طرح کتاب" الليبراليون في العالم الإسلايي وموقفهم من الإسلام "میں لبرل ازم کا تعارف ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

"مذهب سياسي فلسفي يرى ان الاجماع ليس شرطا ضروريا لتنظيم اجتماعي و يطالب بحرحية الفكر لكل المواطنين و السماح بحرية التعبير عن الاراء الدينية و ممارسة العبادة فا لليبرا ليه تعترف بحريات الفرد و حقوقه، و تؤمن بالحريات الشخصية، بما في ذلك حرية المعتقد الديني فهي نظام علي التعدية لايدولوجية يؤكد على القبول بافكار الاخرين حتى ولوكانت متعارضة مع افكار المذهب"(17)

ترجمہ: ایک سیاسی فلسفیانہ نظریہ ہے، جو یہ سمجھتا ہے کہ اتفاق رائے کسی معاشرتی نظم وضبط کے لئے ضروری شرط نہیں ہے، اور یہ نظریہ اس بات کا مطالبہ کرتا ہے کہ تمام شہریوں کو فکری آزادی، اور مذہبی نظریات اور عبادت کے طریق کار میں اظہار کی آزادی ہونی چاہیے۔

لبرل ازم اس بات کا اعتراف اور اعتقاد رکھتا ہے کہ فرد کو اس کے تمام حقوق میں آزادی حاصل ہے۔ یہاں تک لبرل ازم دین سے بھی آزادی کا قائل ہے۔ یہ غیر نظریاتی حد سے تجاوز کا ایک ایسا نظام ہے جو دوسروں کے نظریات کی قبولیت پر زور دیتا ہے۔ اگرچہ اس فرقے کے نظریات وافکار مذہب ودین سے متصادم کیوں نہ ہوں۔

4۔لبرل ازم(LIberalism) انگریزی زبان کا لفظ ہے۔ یہ ایک ایسے سیاسی نظریے کا نام ہے، جو اس بات کا پرچار کرتا ہے کہ ہر فرد کو شخصی آزادی، سماجی آزادی او معاشی آزادی حاصل ہونی چاہیے۔ یہ ان درمیانے طبقے کے لوگوں کا نظریہ ہے، جنہوں نے جاگیرداروں کے ظلم وستم اور ان کے مطلق العنانی کے خلاف جدوجہد اور کوشش کی اور معاشی لبرل ازم(Liberalism) یعنی آزاد خیالی کا مطلب ہے کہ فرد کو تجارت، نجی ملکیت وغیرہ میں بلاروک ٹوک آزادی حاصل ہو۔(18)

5۔"سیکولرازم، لبرل ازم اور ایتھی ازم ایک مختصر تعارف" میں لبرل ازم کی تعریف اس طرح بیان کیا ہے اصطلاح میں لبرل ازم سے مراد فرد کو انفرادی حیثیت سے مذہب ودین سے آزاد سمجھنا ہے۔(19)

17۔ سہیلہ بنت عبد الجواد، الليبراليون في العالم الإسلايي وموقفهم من الإسلام،، ص/3

18-Allsop, Richard, Libralism A Short History, Page 13,Institute of Public Affairs,First published 2014,Institute of Public Affairs,Website,www.ipa.org.au

19۔ بندیالوی، محمد انس، سیکولرازم، لبرل ازم اور ایتھی ازم ایک مختصر تعارف،

(httpswww.humsub.com.pk/32940/adnan-khan-kakar-273//32940/adnan-khan-kakar-273) ۔17-Nov-2016

المختصر:

لبرل ازم ایک ایسے نظریے کا نام ہے، جس میں ہر فرد کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنی زندگی کے نظام کو خود وضع کرے، اس نظریے اور سوچ کے حامل انسان اس بات کے قائل ہیں کہ انسان کی ذاتی زندگی، اور ذاتی مصروفیات کے اظہار اور ترقی میں کسی بھی بیرونی عامل کو مداخلت کی اجازت نہیں، خواہ یہ مداخلت مذہبی قوانین کی وجہ سے ہو، یا حکومت کے اصول وضوابط کی وجہ سے ہو، ہر انسان اپنی ذاتی اور اجتماعی زندگی میں خود مختار اور مکمل آزاد ہے۔ لبرل ازم ان تحاریک میں سے ایک تحریک کا نام ہے، جو یہ منشور لے کر منظر عام پر آئی کہ مذہبی پابندیاں اور قوانین انسانی آزادی کے خلاف اور اس پر ظلم ہیں، اس کا بنیادی نظریہ یہ ہے کہ انسان ہر طرح سے مکمل آزاد ہے۔ یعنی لبرل ازم کا فلسفہ یہ ہے کہ انسان کی جو مرضی ہو وہ کرے، اس کو روکنے والا کوئی نہیں۔ گویا کہ لبرل آدمی مذہب اور سیاست دونوں کے اعتبار سے آزاد خیال ہوتا ہے، مذہبی اور سیاسی قوانین وضوابط کا پابند نہیں ہوتا

۔لبرل ازم کے بنیادی اصول

لبرل ازم کا تعلق مذہب، اعتقاد اور ایمان سے نہیں ہوتا بلکہ یہ ایک سیاسی نظریہ ہے۔ جس طرح رونلڈ چاو اپنی کتاب Liberalism A Polotical Philosophy میں لبرل ازم کی وضاحت کرتے ہوئے اس نظریے یا فلسفے کے چار بنیادی اصول بیان کرتے ہیں:

"Liberalism as a political and moral philosophy is centred on two main principles - these are
Individualism and liberty. Firstly, liberalism places the individual at the heart of society and argues
That the highest value social order is one that is built around the individual. Secondly, the purpose of society is to allow individuals to reach their full potential if they want to, and that the best way
To do this is to give the individual as much liberty as possible. These two key principles are the
Foundations upon which the various elements of liberalism spring forth.
John gray identified four essential elements of liberalism. These were individualism,
Egalitarianism, universalism and meliorism". (20).

20.Liberalism A Political Philosophy, Ronald Chau, 26 Nov, 2009.

رولنل چاو کہتے ہیں کہ سیاسی اور اخلاقی فلسفے کی حیثیت سے لبرل ازم دو اہم اصولوں پر مرکوز ہے انفرادیت اور آزادی۔ پہلا کہ لبرل ازم فرد کو معاشرے کے اندر چھپا کر رکھتا ہے اور کہتا ہے کہ سب سے زیادہ اہمیت والا معاشرتی آرڈر وہ ہوتا ہے جو فرد کے گرد تعمیر ہوتا ہے۔ دوسرا مقصد معاشرے کا ہے کہ افراد اپنی پوری صلاحیت تک پہنچنے کی اجازت دیں اگر وہ چاہیں تو یہ بہترین طریقہ ہے تاکہ فرد کو زیادہ سے زیادہ آزاد عمل سکے ان دو اہم اصولوں پر لبرل ازم کے مختلف عناصر جنم لیتے ہیں۔

مزید جان گرے کا حوالہ دیتے ہوئے مزید لکھتے ہیں کہ انہوں نے لبرل ازم کے چار ضروری عناصر کی نشاندہی کی۔"" انفرادیت، مساوات پسندی، عالمگیریت اور استقامت""۔(مفہوم)

اصول نمبر 1: آزادی

اصول نمبر 2: مساوات

اصول نمبر 3: فردیت

اصول نمبر 4: عقلانیت (21)

لہذا جس کردار، فکر یا نظریے میں ان بنیادی اصولوں کا وجود نہیں ہے یا ان اصولوں میں سے کسی ایک کا وجود نہیں ہے، تو اس کردار، فکر یا نظریے کو لبرل ازم نہیں کہا جاسکتا، ان اصولوں کی وضاحت مندرجہ ذیل ہے۔

اصول نمبر 1: آزادی

اصول آزادی کا معنی اور مفہوم آسان اور سادہ الفاظ میں یہ ہے کہ انسان بحیثیت فرد ہر طرح سے آزاد اور خودمختار ہے۔ اس پر کسی قسم کی پابندی، اخلاقی ضوابط و قوانین یا سزا یا قید کو جاری نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح کوئی بھی مذہب یا سلطنت و حکومت احکام و قوانین کی بنیاد پر انسان سے اس کی آزادیاں چھین نہیں سکتی۔ کیونکہ انسان کی حیثیت اعلی و برتر ہے۔ کسی کی بھی حاکمیت خواہ وہ حاکمیت اللہ تعالی کی ہو، یا کسی بھی دیوتا کی ہو، اس کو تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ کیوں کہ معاشرے میں انسان کے علاوہ کسی کی حاکمیت قابلِ قبول نہیں ہے، اسی اصول کی بنیاد پر لبرل ازم کے قائلین حضرات کا یہ نظریہ ہے، کہ ریاست اور حکومت کا کوئی دین یا مذہب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ریاست میں ہر فرد خودمختار اور آزاد ہوتا ہے۔

21۔ قاسمی، غلام نبی، لبرل ازم اور اسلام،، حجۃ الاسلام اکیڈمی، دارالعلوم وقف دیوبند، 1435ھ / 2014ء، ص 8

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ان حضرات کے نزدیک ہر انسان اپنی انفرادی زندگی میں مذہب، صحافت اور اظہارِ رائے کے اعتبار سے مکمل آزاد ہے، اس کی مرضی جو کچھ کرے، کسی کو بھی اس کی زندگی میں دخل اندازی کرنے کی اجازت نہیں ہے، عوام کی یہ ذہن سازی کر دی گئی ہے کہ کوئی بھی کسی کے معاملے میں مداخلت نہ کرے، اس کے باوجود بھی کوئی مداخلت کرتا ہے، تو اس کو مندرجہ ذیل باتیں سننی پڑتی ہیں۔

میرا گھر میری مرضی

میرا جسم میری مرضی وغیرہ(22)

اصول نمبر2 : مساوات

جس طرح لبرل ازم نظریے میں آزادی کے اصول کو اہمیت حاصل ہے، اسی طرح اصولِ مساوات بھی بہت اہم ہے۔ تاہم اس اصول کے بارے میں یہ تعبیر کرنا کہ اس اصول کا اطلاق یا اس پر عمل ابھی تک اس طرح نہیں ہوا، جس طرح آزادی کے اصول پر اطلاق یا کام ہوا ہے، اس اصول کو آسان الفاظ میں اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے۔ کہ اصولِ مساوات سے مراد یہ ہے کہ نسل، ذات، رنگ، صنف، مذہب، عقائد اور مال و دولت کی بنیاد پر کسی بھی عورت یا مرد کو دوسرے مرد یا عورت سے سے حقیر و کمتر یا اعلی و برتر نہیں قرار دیا جا سکتا۔

اسی طرح نہ کسی بھی عورت یا مرد کو اس کے رنگ و نسل، مذہب و عقیدہ، ذات و نسل یا مال و دولت کی وجہ سے دوسرے پر حقوق ق مراعات وغیرہ کے اعتبار سے نہ ترجیح حاصل ہو سکتی ہے، اور نہ ہی ایک کی وجہ سے دوسرے کو محروم کیا جا سکتا ہے، مطلب یہ ہے کہ برابری ضروری ہے۔

اسی طرح ازدواجی تعلق یعنی نکاح کی وجہ سے سے جو تعلق جائز ہوتا ہے، اس بناء پر مرد عورت کو اکٹھا رہنے یا طلاق کی بناء پر الگ ہونے یا اسی طرح کو جنسی تعلقات قائم رکھنے یا ان کو ترک کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ لہذا ہم جنس شادی بھی کر سکتے ہیں، یہ ان کا بنیادی حق ہے، جو اسے نہیں چھینا جا سکتا۔

اصولِ مساوات کا خلاصہ یہ ہے کہ قوانین، مذہب اور تمام مراعات و سہولیات میں ہر مرد و عورت کو برابر حصہ دیا جائے گا، مرد و عورت کو صنفی اور مذہبی وغیرہ کے اختلافات کی وجہ سے محروم نہیں کیا جائے گا۔(23)

آزادی اور مساوات لبرل ازم کے اہم اور بنیادی دو اصول ہیں، اور لبرل ازم نظریے کے قائلین ان پر بہت زور دیتے ہیں۔

22۔ بندیالوی، محمد انس، لبرل ازم اور ایتھیزم ایک مختصر تعارف، سیکولر ازم، ص30

23۔ حوالہ سابقہ، ص30۔31

اصول نمبر 3: فردیت

فردیت موجودہ ترقی یافتہ زمانے کی اہم علامت ہے۔ اس کے دو مفہوم مراد لیے جاتے ہیں۔

نمبر 1: فردیت، انانیت یا حب ذات کے معنی میں

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر فرد کو اپنی ذات سے محبت ہے، وہ وہی فیصلے کرے، جو اس کی ذات کے فائدے کے لئے ہوں۔ کسی اور کا وہ محتاج نہیں ہے، فردیت کا یہی معنیٰ لبرل ازم کی ابتداء سے لے کر بیسویں صدی تک مغربی مفکرین کی سوچ و فکر پر غالب رہا اور وہ اس سے یہی معنیٰ مراد لیتے رہے ہیں۔

نمبر 2: فردیت کا معنیٰ عملی زندگی میں آزادی

فردیت کا دوسرا معنی یہ ہے کہ ہر فرد اور انسان اپنے عملی زندگی اور جدوجہد میں مکمل طور پر آزاد اور خود مختار ہے وہ کسی قسم کے حکومتی یا مذہبی قواعد و قوانین کا پابند نہیں ہے۔ (24)

اصول نمبر 4: عقلانیت

عقلانیت کا معنی اور مفہوم یہ ہے کہ ہر فرد اور انسان کی عقل تمام بشری فوائد اور اپنے منافع کے ادراک میں خود مختار اور آزاد ہے۔ کسی بھی خارجی طاقت و قوت کا اس میں دخل نہیں ہے۔ یعنی عقل مصالحہ اور منافع کے ادراک میں کسی اور کو قوت اور طاقت کی محتاج نہیں ہے۔ لبرل ازم نظریے کے قائلین حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ حکومت ہر انسان کے مذہبی عقائد و افکار کے بارے میں غیر جانبدار رہے، اور اس کے اس معاملے سے حکومت کا کوئی تعلق اور سروکار نہیں ہے۔ کیونکہ آزادی کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی عقل کے ذریعے جس حقیقت اور نتیجے کا ادراک کرتا ہے، اسی پر وہ عمل کرے، وہ کسی بھی خارجی قانون اور قواعد کی مداخلت کے قائل نہیں ہیں۔ (25)

24۔ قاسمی، غلام نبی، لبرل ازم اور اسلام، ص/ 8

25۔ ایضا، ص/ 8۔9

لبرل ازم کے اہداف و مقاصد

لبرل ازم کے اہداف و مقاصد مندرجہ ذیل ہیں:

نمبر 1: فکری آزادی:

لبرل ازم کے اس نظریہ کے مطابق ہر انسان فکری طور پر آزاد ہے، قواعد اور قوانین کا پابند نہیں ہے۔

نمبر 2: مذہبی آزادی:

ہر انسان دین اور مذہب کے اعتبار سے طور پر آزاد ہے۔ مذہبی و دینی قوانین اور ضوابط کا پابند نہیں ہے۔

نمبر 3: عورت کی آزادی اور مساوات:

مرد کی طرح عورت بھی آزاد ہے، وہ مذہبی اور سیاسی قوانین کی پابند نہیں ہے۔ اور عورت تمام انسانی حقوق میں مرد کے مساوی اور برابر ہے ۔ مرد اور عورت میں حقوق کے اعتبار سے کوئی فرق اور امتیاز نہیں ہے۔

نمبر 4: سیاست و قیادت میں حصہ داری:

سیاست اور قیادت پر کسی خاص گروہ یا جماعت کا قبضہ تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ معاشرے کا ہر قابل اور باصلاحیت فرد سیاست و قیادت کا اہل ہے۔

نمبر 5: دینی اصلاحات کا مطالبہ:

دینی احکام و قوانین بھی قابل اصلاح ہیں وقت اور حالات کے مطابق ان میں اصلاح اور تبدیلی کی جاسکتی ہے۔

نمبر 6: دینی تعلیم میں ترمیم:

دینی تعلیم کے نصاب اور اس کے منہج میں تبدیلی وقت کی ضرورت کے مطابق کی جاسکتی ہے۔ لہذا حالات اور زمانے کے مطابق دینی تعلیمی نصاب کو تبدیل کیا جائے۔

نمبر 7 سیاسی اصلاحات

وقت کے ساتھ ساتھ سیاسی یعنی حکومتی امور اور قوانین میں اصلاح کی غرض سے ترامیم کی جائیں۔

نمبر 8 : دین اور سیاست میں تفریق

لبرل ازم کے بنیادی محرکات کا اگر جائزہ لیا جائے تو ان کے نزدیک مذہب ہر انسان کا انفرادی اور ذاتی معاملہ ہے۔ دین اور مذہب کا سیاست دنیاوی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ لہذا دین کو سیاست سے الگ رکھا جائے۔

نمبر9: مذہبی احکام اور کتب پر تنقید:

مذہبی احکام و قوانین اور مذہب کی مقدس کتابوں پر علمی تنقید کرنے کے لیے گنجائش موجود ہے۔یعنی ہر دور میں وقت کے پیشِ نظر تمام مذہبی احکام اور
الہامی وغیر الہامی کتابوں کی اصلاح کی جاسکتی ہے۔

نمبر10: جمہوری حقوق کی دستیابی:

ملک میں جتنے بھی جمہوری حقوق مقرر کیے گئے ہیں، ملک کے ہر فرد تک ان کی فراہمی اور دستیابی کو ممکن بنایا جائے آئے_(26)

لبرل ازم کے وجود میں آنے کے اسباب

وہ اسباب جن کی وجہ سے یورپ کے لوگ مذہب سے بیزار اور تنگ ہو گئے تھے، اور ہر قسم کے مذہبی اور سیاسی قوانین سے آزادی چاہتے تھے، ان کا ذکر کتاب "لا مذہبی دور کا تاریخی پس منظر میں" میں مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا گیا ہے۔

عیش پرستی کی آبیاری اور مذہب مال و دولت کا ناجائز ذریعہ

اس وقت یورپ میں عیش پرستی کی ذہنیت عام ہو گئی تھی۔ انسانی شرافت وعظمت کا جنازہ نکل گیا تھا۔ یہاں تک کہ اس دور کے راہبین بھی عیش پرستی کی زد میں آگئے تھے۔انہوں نے بھی عیش پرستی کی راہ اختیار کی۔ بلکہ کچھ علاقوں میں تو عیش پرستی کے بازار میں راہبین سب سے آگے تھے۔ اسی وجہ سے لوگوں کا مذہب اور راہبین پر سے اعتماد اٹھ گیا تھا اور وہ ترقی اور سکون کے لیے کوئی اور راستہ اختیار کرنے لگے تھے۔

اس دور میں مذہب صرف دنیا اور مال طلب کرنے کا ذریعہ بن گیا تھا، کام اور محنت سے بچنے کی نیت سے لوگ مذہبی زندگی اختیار کرتے تھے، بہت سے لوگ ایسے تھے، جو گرجا کے خدام صرف اس لئے بنتے تھے کہ وہ اپنی گھریلو اور ملکی ذمہ داریوں سے بچے رہیں، اور گرجا میں انہیں مال و دولت ملتا رہے۔

فرقہ بندی اور گروہ بندی

مذہب میں فرقہ بندی اور گروہ بندی عام ہو گئی تھی، ہر فرقہ اور گروہ دوسرے فرقے اور گروہ کی مخالفت کرتا تھا، گرجے کے پادریوں نے دین کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے تھے، وہ گرجا جہاں سے امن و محبت کا درس ملتا تھا، اب وہاں سے نفرت اور فرقہ بندی کا درس ملنے لگا تھا۔

26۔ ایضا، ص/45۔46

دین اور مذہب ترقی میں حائل ہے

راہبوں اور پادریوں نے مذہبی درسگاہوں کی حالت اس قدر خراب کر دی تھی کہ وہاں پر اب کوئی علمی اور ترقی کی بات نہیں ہوتی تھی جس کی وجہ سے علم اور ترقی کا راستہ بند ہو گیا تھا، اور کچھ لوگ ایسے تھے، جو علم و فن میں مہارت رکھتے تھے، لیکن ان کو کام کرنے کی اجازت نہیں تھی، اگر وہ علم و فن کو آگے پھیلانے کی یا مذہبی تعلیم دینے کی کوشش کرتے، تو انہیں سخت سے سخت سزائیں دی جاتی تھی، ان کی زبان کاٹ لی جاتی، اور زندہ آگ میں ڈال دیا جاتا تھا۔ (27)

چرچ کے غلبہ اور جاگیر داری سے نفرت

لبرل ازم کے وجود میں آنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ یورپ میں چرچ کا غلبہ اور جاگیر داری تھی، جو اپنی من مانی کر رہا تھا، اور عوام پر ظلم و تشدد چرچ کی وجہ سے ہو رہی تھی۔(28)

اگر کوئی آدمی چرچ کی جانب سے جاری ہدایات و نظریات کے بجائے کسی دوسرے نظریے کو مان لیتا تو اسے قید، جلا وطن یا قتل کر دیا جاتا۔(29)

بالآخر عوام تنگ آ گئی اور انہوں نے بغاوت کی، اور عوام الناس بالخصوص درمیانے طبقے کے لوگوں نے چرچ سے آزادی اور مساوات کا مطالبہ کیا یعنی ہمیں چرچ کے غلبے اور جاگیر داری سے آزادی چاہیے۔ گویا لبرل ازم مغربی تناظر رکھتا ہے اور یہ صحیح بھی تھا کیونکہ جس طرح مذہب نے انسان کو پابندِ سلاسل کیا تھا اس کی تمام تر ذہنی ترقی تہذیبی ترقی اور دیگر معاشی اصول و ضوابط کو پامال کر کے رکھ دیا تھا۔ اس کا نتیجہ بھی یہی نکلنا تھا۔ لیکن اس تحریک کو اسلام کے مد مقابل اس لیے لایا گیا ہے، چونکہ اسلام انسانی فطرت کی دعوت دیتا ہے، وہ انسانی زندگی میں تبدیلی لانا چاہتا ہے اور لبرل ازم کی راہ میں رکاوٹ ہے۔

لہذا یہ اسلام بھی اس مادر پدر معاشرے کے لیے قابل قبول نہیں ہے۔ جس نے چرچ اور جاگیر داری سے آزادی حاصل کی۔ اس تحریک کی ابتدا فرانس(30) سے ہوئی اور پھر آہستہ آہستہ اس تحریک نے مختلف مقامات اور مختلف ادوار میں مختلف شکلیں اختیار کر کے ترقی کے منازل طے کیں، اور مختلف ممالک میں اپنی جڑیں مضبوط کیں۔

27۔ امینی، محمد تقی، لا مذہبی دور کا تاریخی پس منظر، مکی دار الکتب، لاہور، 199ء، ص 36،40

28۔ السلمی، عبد الرحیم بن صمایل، اللیبر الیۃ نشاتھا و مجالاتھا، 08-11- /19868/ www-midad.com/article

29۔ محمد تقی، لا مذہبی دور کا تاریخی پس منظر، امینی، ص /39

لبرل ازم کا ارتقاء وابتد

لبرل ازم کی ابتداء:

اگرچہ عام طور پر یہ قبول کیا جاتا ہے کہ لبرل ازم 11-1810ء سے پہلے کی تاریخ ہے جس کی تفصیل بعد آئے گی ، لیکن اس کے نقطہ آغاز پر گہری تنازعہ کیا گیا ہے جیسا کہ ریچرڈ آلسوپ (31) اپنی کتاب Liberalism A Short History میں لکھتے ہیں کہ :

"Some libertarian writers, such as murray rothbard and david boaz, have spotted elements of liberalism in the ancient chinese philosopher lao tzu, who authored the tao te ching in the 6th century bc, the foundation document of the philosophy of taoism, while the book of samuel in the old testament was cited by thomas paine and lord acton as a liberal source". (32)

کچھ آزاد خیال مصنفین، جیسے مرے روتھبارڈ اور ڈیوڈ بوز نے، قدیم چینی فلاسفر لاؤززو میں لبرل ازم کے عناصر کو دیکھا ہے، جنہوں نے 6 ویں صدی قبل مسیح میں تاؤ ٹی چنگ کی تصنیف کی تھی، جو فلسفہ تاؤ ازم کی بنیادی دستاویز تھی۔ عہد نامہ قدیم میں سموئیل کو تھامس پین اور لارڈ ایکٹن نے ایک آزاد خیال ماخذ کے طور پر پیش کیا ہے۔

لبرل ازم کی ابتداء کی تاریخ اور سن کو متعین کرنا ایک مشکل کام ہے کیونکہ جو کتب لبرل ازم کے بارے میں لکھی گئی ہیں ان میں اس کی ابتداء کے بارے میں مختلف اقوال ذکر کیے گئے ہیں۔

➢ لبرل ازم کی ابتداء نویں صدی عیسوی میں

لبرل ازم کی ابتدا کے بارے میں "مجلة كلية التربية، جامعة الأزهر" میں لکھا ہے۔

30۔ جمہوریہ فرانس یا فرانس (فرانسیسی: République française، دفتری نام: جمہوریہ فرانس) ایک خود مختار ریاست ہے جس کی عمل داری میں مغربی یورپ کا میٹروپولیٹن فرانس اور سمندر پار واقع متعدد علاقے اور عمل داریاں شامل ہیں۔(.britannica.com/place/France)۔

31۔ رچرڈ آلسوپ آسٹریلوی تاریخ دان اور انسٹی ٹیوٹ آف پبلک افیئر کے سینئر فیلو ہیں رچرڈ نے جب 2006 میں انٹر نیشنل پبلک آفیئر (IPA) میں بطور ریسرچ فیلو کام شروع کیا تو انہوں نے پبلک ٹرانسپورٹ خدمات اور بنیادی ڈھانچے کے منصوبوں کی فراہمی کے آس پاس کے امور پر توجہ دی۔ انہوں نے وکٹوریہ میں پبلک ٹرانسپورٹ خدمات کی نجکاری کے نتائج اور مغربی آسٹریلیا میں ٹرانسپورٹ اصلاحات سے متعلق ایک مقالے کا مطالعہ مکمل کیا۔(IPA institu of Publick Afairs)

32.Allsop, Richard, Libralism A Short History, Page 13.

الليبرالية فلسفةسياسية ظهرت في أوربافي أوائل القرن التاسع،ثماخذت منذذلك الحين أشكالاًمختلفةفي أزمنةوأماكن مختلفة. (33)

ترجمہ: لبرل ازم نویں صدی کے ابتدامیں سیاسی فلسفہ کی صورت میں یورپ میں ابھرا، اور اس کے بعد مختلف اوقات اور مختلف مقامات پر اس نے مختلف شکلیں اختیار کرلیں۔

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ لبرل ازم کے ابتدا نویں صدی میں یورپ سے ہوئی، اور اس کے بعد وقت کے ساتھ اس کی صورتیں اور شکلیں بھی تبدیل ہوتی گئیں، اور مختلف مقامات پر اسے عروج اور پذیرائی ملی۔

➢ حضرت عیسی علیہ السلام کی پیدائش سے پانچ صدی پہلے لبرل ازم کی ابتدا

کچھ حضرات کے نزدیک لبرل ازم یعنی انسان کی مذہبی اور حکومتی قوانین وضوابط سے آزادی کی اس تحریک کی ابتدا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پانچ سو سال پہلے ہوئی ہے۔(34)

➢ چودھویں صدی سے قبل لبرل ازم کی ابتداء

لبرل ازم کی ابتدا کے بارے میں سہیلہ بنت عبدالجواد نے لکھا ہے:

"تذهب كثير من الكتابات الیٰ أن استخدام مصطلح ليبرالى بدأ منذ القرن الرابع العشر الميلادى"(35)

ترجمہ: "بہت ساری کتب میں یہ بات لکھی ہے، لبرل ازم اصطلاح کی ابتدا چودویں صدی عیسوی سے شروع ہوئی ہے"۔

ان تمام عبارات سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ لبرل ازم کی ابتدا کی کوئی مخصوص تاریخ کا تعین کرنا مشکل ہے، کیونکہ اس کی جڑیں بہت پرانی اور گہری ہیں البتہ یہ حقیقت ہے کہ اس کو عروج اٹھارویں صدی عیسوی کے آخر اور انیسویں صدی عیسوی کے ابتدامیں ملا۔(36)

یہ بات بھی مسلم ہے کہ لبرل ازم نے ابتداء میں کسی خاص مفکر کے ذریعے سیاست، معاشیات اور

33۔ مجلۃ کلیۃ التربیۃ، جامعۃ الأزھر، جزء۔2، ص234، جولائی 2016ء

34۔ عبدالجواد، سہیلہ بنت، اللبرليون فی العالم الإسلامی وموقف ھم من الإسلام، الجامعۃ الاسلامیہ، غزہ، 1432ھ، ص6

35۔ ایضا

36۔ طیب، ابوعزہ، نقد اللیبرالیۃ، مکتبہ الملک الفہد، 1430، 1ھ، ص22۔23

معاشرت وسماجیات میں نظریے کے حیثیت سے اپنی جگہ نہیں بنائی، بلکہ بہت سارے مفکرین نے لبرل ازم کو ترقی دینے میں اور اس کو یورپ میں میں عروج دینے میں اپنا حصہ ڈالا اور اسے مخصوص شکل اور کردار عطا کیا۔(37)

➢ سولہویں صدی عیسوی تا سترہویں صدی یورپ کا لبرل ازم

جان لاک 1704-1632ء نے سب سے پہلے یہ لفظ استعمال کیا۔ ان کے مطابق ہر شخص کو آزادی اور جائیداد کا حق حاصل ہے اور حکومتوں کو ان حقوق کی خلاف ورزی نہیں کرنی چاہئے۔(38)

لبرل ازم کی ابتدا کے بارے میں کتاب "الليبراليةنشأتهاومجالاتها" کے مصنف عبد الرحمان السلمی لکھتے ہیں:

"نشأت الليبراليةفي التغيرات الاجتماعيةالتي عصفت بأوربامنذبدايةالقرن السادس عشرالميلادي "(39)

ترجمہ: لبرل ازم نے سولہویں صدی عیسوی میں ان اجتماعی تبدیلیوں میں جنم لیا، جو یورپ کے اندر پیدا ہوئیں۔

اسی طرح ایڈم سمتھ (40) نے اقتصادی لبرل ازم پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ فرد اپنے معاملات میں خود مختار اور آزاد ہے، کسی بھی دینی یا دنیاوی یا حکومتی قوانین کا پابند نہیں ہے۔

ان عبارات سے یہ واضح معلوم ہوتا ہے کہ سولہویں صدی یا سترہویں صدی عیسوی میں یورپ میں کچھ سماجی ، معاشی، معاشرتی اور فکری تبدیلیوں نے جنم لیا، جو یورپ پر کافی اثر انداز ہوئیں، اور اس کو تباہ و برباد کر دیا۔ ان تبدیلیوں میں سے ایک تبدیلی کا نام لبرل ازم ہ، یہ حقیقت ہے کہ کوئی بھی تبدیلی کسی بھی معاشرے میں فوراً اپنی جگہ نہیں بناتی، بلکہ آہستہ آہستہ اس معاشرے کا حصہ بنتی ہے، تو یہ تبدیلی (لبرل ازم) بھی آہستہ آہستہ وقت کے ساتھ ساتھ یورپ کے اندر بڑھتی چلی گئی۔

ان تمام عبارات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ لبرل ازم کی ابتدا کی کوئی مخصوص تاریخ کا تعین کرنا مشکل

37۔ مجلة كلية التربية، جامعة الأزهر،، جزء۔2، ص234

38. Lehto,Otto Ilmari, THE THREE PRINCIPES OF CLASSICAL LIBERALISM OF JHON LOCKE TO JHON TOMSI, Thisis, University of Helsinki, Finland, May 2015.

39۔ السلمی، عبد الرحمان بن صمایل، الليبرالية نشأتها ومجالاتها، ص12

40۔ سکاٹ لینڈ کا مشہور و معروف فلسفی اور ماہرِ اقتصادیات ہے۔ جو ۵ جون، ۱۷۲۳ء کو سکاٹ لینڈ کے ایک گاؤں کرکالدی میں پیدا ہوا اور ٦٧ سال کی عمر پانے کے بعد ١٧ جولائی، ۱۷۹۰ء کو سکاٹ لینڈ کے ہی علاقے ایڈنبرگ میں ان کی وفات ہوئی۔ (britannica.com/biography/Adam-Smit)

ہے ، کیونکہ اس کی جڑیں بہت پرانی اور گہری ہیں البتہ یہ حقیقت ہے کہ اس کو عروج اٹھارویں صدی عیسوی کے آخر اورانیسویں صدی عیسوی کے ابتدامیں ملا۔(41)

➢ لبرل ازم اٹھارویں صدی سے انیسویں صدی عیسوی تک

جان سٹارٹ مل نے تین طرح کی آزادی کا خاکہ پیش کیا جس کا استبداد ظلم سے ہوتا ہے۔

Liberty of opinion, liberty to plan our own lives, and the liberty to join with other like-minded individuals where this does not harm anyone.(42)

رائے کی آزادی، اپنی زندگی کی منصوبہ بندی کرنے کی آزادی، اور دوسرے ہم خیال افراد کے ساتھ شامل ہونے کی آزادی جہاں اس سے کسی کو تکلیف نہ پہنچتی ہو۔ یہ بات بھی مسلم ہے کہ لبرل ازم نے ابتداء میں کسی خاص مفکر کے ذریعے سیاست، معاشیات اور معاشرت وسماجیات میں نظریے کے حیثیت سے اپنی جگہ نہیں بنائی، بلکہ بہت سارے مفکرین نے لبرل ازم کو ترقی دینے میں اور اس کو یورپ میں میں عروج دینے میں اپنا حصہ ڈالا اور اسے مخصوص شکل اور کردار عطا کیا۔(43)

لبرل ازم کے ارتقائی مراحل

لبرل ازم کی ابتدا یورپ سے ہوئی، لیکن وقت کے ساتھ ساتھ یہ دنیاکے دوسرے ممالک میں بھی اپنا مقام اور جگہ بناتا گیا یہی وجہ ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ اس نظریے نے بہت ترقی حاصل کی، اور اسی وجہ سے وقت کے ساتھ اور جگہ کے مطابق اس نے اپنے مختلف ارتقائی مراحل طے کئے، البتہ اس بات پر اتفاق ہے کہ اس نظریے نے اپنے مراحل میں سے ہر مرحلہ میں آزادی پر زور دیا۔یعنی اس بات پر زور دیا کہ ہر فرد کو حقِ آزادی حاصل ہے، اس کی آزادی میں کوئی دخل اندازی نہیں کر سکتا، نہ مذہب نہ حکومتِ وقت، اور نہ کوئی اور طاقت۔

ماہرین نے لبرل ازم کے ارتقائی مراحل کو کو دو اہم مراحل میں تقسیم کیا ہے، جن کا ذکر مندرجہ ذیل ہے۔

پہلا مرحلہ: کلاسیکی لبرل ازم

دوسرا مرحلہ: معاصری (جدید) لبرل ازم

41۔ ابوعزہ، طیب، نقد اللیبرالیۃ، مکتبہ الملک الفہد، 1430ھ،1، ص22۔23

42. Mil, Jhon Staurt, INTRODUCTORY. In On Liberty, (Cambridge Library Colle- ction, Philosophy, p.7), Cambridge University Press (2012). First published in:1859.

43۔ جامعۃ الأزهر، مجلۃ کلیۃ التربیۃ، جزء۔2، ص234

پہلا مرحلہ: کلاسیکی لبرل ازم

کلاسیکل لبرل ازم کی وضاحت کرنے سے پہلے قدیم اور کلاسیکل لبرل ازم کے صف اول مفکرین کے اس بارے میں چند نظریات ذکر کرنا مناسب ہو گا۔

1.John Locke

"Human beings are rational, guided by the pursuit of self-interest but mindful of others' concerns. The state must be representative, based on the consent of the governed. Society predates the state: there were 'natural' societies with natural laws and natural right. State policy should respect the 'natural right' to private property and arbitrate effectively between individuals competing for trade and resources". ([44])

انسان عقلی، خود پسندی کے حصول سے رہنمائی کرتا ہے لیکن دوسروں کے خدشات کو ذہن میں رکھتا ہے۔ ریاست کی نمائندگی ہونی چاہئے، جو حکومت کی رضامندی پر مبنی ہو۔ قدرتی قوانین، قدرتی معاشرے اور فطری حقوق کے حامل معاشرہ ریاست کی پیش گوئی کرتا ہے۔ ریاستی پالیسی کو نجی املاک کے فطری حقوق کا احترام کرنا چاہئے اور تجارت اور وسائل کے لئے کھڑے افراد کے مابین مؤثر طریقے سے ثالثی کرنا چاہئے۔

2. J.S.Mill

Though fundamentally rational, human nature is not fixed: it is forever progressing to a higher level .The state should proceed cautiously towards representative democracy, mindful of minority rights.The best society is one where 'individuality' co-exists with tolerance and self-improvement . Laissez-faire capitalism is vital to progress, individual enterprise and individual initiative. (45)

یعنی اگر چہ بنیادی طور پر عقلی، انسانی فطرت طے نہیں ہے: یہ ہمیشہ کے لئے ایک اعلی سطح پر ترقی کرتی ہے۔ ریاست کو اقلیتوں کے حقوق کو ذہن میں رکھتے ہوئے نمائندہ جمہوریت کی طرف محتاط انداز میں آگے بڑھنا چاہئے۔ بہترین معاشرہ وہ ہے جہاں 'انفرادیت' رواداری اور خود ترقی کے ساتھ ہم آہنگ ہو۔ مداخلت کے بغیر سرمایہ دارانہ ترقی، انفرادی کاروباری اور انفرادی اقدام کے لئے بہت ضروری ہے۔

44 Richard Kelly, Neil McNaughton and Eric Magee, POLITICAL IDEAS Page 37

45.Richard lly, Neil McNaughton and Eric Magee, POLITICAL IDEAS.

What most defines classical liberals is the priority they give to individual freedom. Human beings also have other values, honesty, loyalty, security, family and more.
But when it comes to our social, political and economic life, classical liberals believe that we should aim to maximize the freedom that individuals enjoy.
Classical liberals maintain that people should be allowed to live their lives as they choose, with only the minimum necessary restraint from other individuals or authorities. They accept that freedom can never be absolute, since one person's freedom may conflict with another's: we may all have freedom of movement, but we still cannot all move onto the same spot at the same time. And freedom does not mean you are free to rob, threaten, coerce, attack or murder others, which would violate their freedom.(46)

کلاسیکی لبرلز جس بات کی سب سے زیادہ وضاحت کرتے ہیں وہ فرد کی آزادی ہے، ایمانداری، وفاداری، سلامتی، خاندانی اور بھی بہت کچھ ان کی ترجیح ہے لیکن جب بات ہماری معاشرتی، سیاسی اور معاشی زندگی کی ہو، تو کلاسیکی لبرلز یقین رکھتے ہیں کہ دیگر افراد یا حکام کی جانب سے کم سے کم ضروری پابندی کے ساتھ قبول کریں، چونکہ آزادی کبھی بھی مطلق نہیں ہو سکتی ہے لوگوں کو اپنی زندگی کے مطابق زندگی گزارنے کی اجازت دی جانی چاہئے۔
ایک شخص کی آزادی دوسرے کے ساتھ متصادم ہو سکتی ہے ہم سب کو نقل و حرکت کی آزادی ہو سکتی ہے، لیکن ہم پھر بھی ہر لحاظ سے اپنی مرضی نہیں کرسکتے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ لوٹ مار، دھمکی دینے، زبردستی کرنے، حملہ کرنے یا آزاد کرنے کے لئے آزاد ہیں۔ کلاسیکی لبرل ازم کے نظریے کو عروج دینے اور اس کو ترقی دینے کے لیے مختلف لوگوں نے کام کیا ہے لیکن جان لاک نے کلاسیکی لبرل ازم کی ترویج و اشاعت میں نمایاں مقام حاصل کیا ہے۔ اسی لیے ان کو اس کا نمایاں فلسفی سمجھا جاتا ہے، کیونکہ ان کا نظریہ سیاسی لبرل ازم سے متعلق ہے۔ جان لاک کا نظریہ باقی فلاسفہ سے مختلف تھا۔ انہوں نے شخصی آزادی کو حکومتی احکامات پر بھی ترجیح دی، اور اس کے نزدیک ہر فرد خود مختار ہے، اور وہ ملک کے قوانین کا بھی پابند نہیں ہے۔(47)

---

46. The Classical Tradition،ludwig von mises ،Edited by Bettina Bien Greaves,Library of Congress Cataloging-in-Publication Liberty Fund Inc, 2005.

47۔ السلمی، عبدالرحمان بن صمایل، اللیبرالیة نشأتها ومجالاتها، ص12

کچھ ماہرین کا کہنا ہے کہ کلاسیکی لبرل ازم کی تعریف آلوک لبرل ازم کے طور پر بھی کی جاسکتی ہے یعنی یہ وہ لبرل ازم ہے جس کی وضاحت جان لاک نے کی ہے اور اس نظریے کو ماہرین اقتصادیات نے تیار کیا ہے اور اس کی اشاعت کی ہے یہ نظریہ طرز عمل میں ریاستی مداخلت سے آزادی کے تصور پر مبنی ہے۔

موجودہ دور کا سرمایہ دارانہ نظام (48) اور جمہوری نظام (49) بھی اسی لبرل ازم کے ذریعے معرض وجود میں آیا، کیونکہ لبرل ازم ان دونوں مکاتب فکر کی روح اور جان ہے، اور ان کی کی تشکیل و اشاعت کی اساس و بنیاد ہے ۔کیونکہ کہ لبرل ازم نے یہ نعرہ لگایا کہ اسے کام کرنے دو، تو یہ معاشی آزادی کو چاہتا ہے، جس سے سرمایہ دارانہ نظام وجود میں آیا، اور اسے گزرنے دو، یہ سیاسی آزادی کو چاہتا ہے، اس سے جمہوری نظام وجود میں آیا۔(50)

دوسرا مرحلہ: عصری (جدید) لبرل ازم

پہلے گزر چکا کہ بیسویں صدی سے پہلے کے لبرلز مفکرین میں اتنے اختلافات نظر نہیں آتے جتنے آج کے جدید لبرلز میں نظر آتے ہیں اگر چہ اب بھی غیر جانبدار لبرلز عصری دور میں گزرے ہیں جو اپنے قدیم لبرل ازم کے پرچار کرنے اب بھی کوشاں تھے جن میں سے ایک جان راولس

بنی نوع انسان خود غرض اور ہمدرد ہے ، انفرادی آزادی اور اپنے آس پاس کے لوگوں کی حالت زار کی قدر کرتا ہے۔

ریاست کو عوامی اخراجات اور عوامی خدمات کے ذریعہ کم خش قسمت افراد کو آگے بڑھنے کے قابل بنانا چاہئے۔

سب سے زیادہ افراد جس معاشرے کا انتخاب کریں گے وہ ایک ہوگا جہاں غریبوں کی حالت بہتری لائے گی۔

فری مارکیٹ کی سرمایہ داری کو اپنے غریب ترین شہریوں کو آگے بڑھانا ریاست کی ذمہ داری سے مزاج آنا چاہئے

Mankind is selfish yet empathetic, valuing both individual liberty and the plight of those around him.The state should enable less fortunate individuals to advance, via public spending and public services.The

---

48۔ سرمایہ دارانہ نظام کو انگریزی میں (Capitalism) کہا جاتا ہے، یہ ایک معاشی نظام ہے، اس کی آسان الفاظ میں تعریف یہ ہے کہ ہر شخص اپنی دولت و جائیداد اور ذاتی منافع رکھنے میں مکمل طور پر آزاد اور خود مختار ہے، حکومت اس پر کسی قسم کی پابندی نہیں لگاسکتی۔(دیکھیے اسلام کا معاشی نظام از مفتی تقی عثمانی)

49۔ جمہوریت سے مراد ایک نظامِ حکومت ہے ، اس کا دوسرا نام عوام کی حکومت بھی ہے، اس طرزِ حکمرانی میں بادشاہت کے برخلاف تمام سیاسی قوانین اور فیصلے عوام کے منتخب کردہ نمائندے طے کرتے ہیں۔(ایضا

50۔ السلمی، عبدالرحمان بن صمایل، اللیبرالیۃ نشأتھا ومجالاتھا، ص12

society most individuals would choose would be one where the condition of the poorest improved.Free-market capitalism should be tempered by the state's obligation to advance its poorest ctizens.(51)

بیسویں صدی میں لبرل ازم نے اپنے دعوؤں میں نمایاں تبدیلی لائی،انیسویں صدی کے آخر سے بہت سارے لبرلزنے اس بارے میں سوچنا شروع کر دیا کہ کچھ امور ایسے ہیں،جن میں حکومت کا کردار ضروری ہے۔لبرلز آج بھی عوام کی بھلائی کی خاطر حکومت کے معاشی پالیسیوں کے حامی ہیں۔ان کا یہ کہنا ہے کہ ہم نے معاشی پالیسیوں کو وسعت اور تحفظ فراہم کرنے اور انسانی پریشانیوں کے خاتمے کے لئے سرکاری پروگراموں کی حمایت کی ہے۔(52)

انہوں نے جن حکومتی پروگراموں کی حمایت کی ہے،ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

1۔معاشی پالیسیاں2s۔بے روزگاری انشورنس

2۔کم سے کم اجرت کے قانون

3۔بزرگ پنشن

4۔صحت کارڈوغیرہ

عصری لبرلز فرد کی آزادی کو اولین اہمیت دینے پر یقین رکھتے ہیں،ان کا موقف ہے کہ حکومت کو آزادی سے لطف اندوز ہونے کے راستے میں حائل رکاوٹوں کو مؤثر طریقے سے دور کرنا چاہئے،آج جو لوگ پرانے لبرل خیالات کی حمایت کرتے ہیں،انہیں قدامت پسند کہا جاتا ہے(53)

کلاسیکی لبرل ازم اور عصری(جدید)لبرل ازم میں فرق

ان دونوں مراحل کے مابین فرق مندرجہ ذیل امور کی بناء پر ہے۔

1۔کلاسیکی لبرل ازم معاشرتی آزادی،سیاسی آزادی اور معاشی آزادی بنیادی باتوں کا مجموعہ ہے جبکہ جدید لبرل ازم معاشرتی انصاف اور مخلوط معیشت پر مشتمل ہے۔

2۔کلاسیکل لبرل ازم میں سرکاری مداخلت ناجائز جبکہ عصری لبرل ازم میں جائز ہے۔

51- Richard Kelly, POLITICAL IDEAS: Table 1.1 Page 37,

52۔ایضا

53۔ایضاً

کلاسیکل لبرل ازم کے قائلین حکومتی اور سرکاری طاقت کی مداخلت کو فرد کی آزادی پر حملہ سمجھتے ہیں۔ اس لیے وہ حکومت کی مداخلت کو ناجائز سمجھتے ہیں اور جدید لبرل لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ کچھ امور ایسے ہیں، جن میں حکومتی اور سرکاری طاقت کی مداخلت عوام کے بھلائی کی خاطر جائز ہے۔

3۔ اقتصادی ترجیحات کو کلاسیکل لبرل ازم تسلیم نہیں کرتا جبکہ عصری لبرل ازم اس کو تسلیم کرتا ہے۔

کلاسیکی لبرل ازم حکومتی ٹیکس اور حکومت کی طرف سے کسی قسم کے محصول کو لگانا پسند نہیں کرتے تھے اور ان کو عوام پر ظلم وزیادتی سمجھتے تھے جبکہ عصری لبرل حکومت کی طرف سے جاری کردہ ٹیکس اور محصول کے نظام کو پسند کرتے ہیں۔(54)

54۔ ایضا

فصل دوئم لبرل ازم، سیکولرازم اور الحاد کی پہچان

اس فصل میں مندرجہ ذیل تین نظریات کے درمیان فرق کو واضح کیا جائے گا۔

1۔لبرل ازم

2۔سیکولرازم

3۔الحاد

یہ بات حقیقت پر مبنی ہے کہ ان تینوں نظریات کے درمیان فرق کو واضح کرنے کے لیے ان کے تعارف، افکار و نظریات (بنیادی اصول) اور ان کے وجود میں آنے کے مقاصد کو جاننا نہایت ضروری ہے۔

لہذا پہلے ان تینوں نظریات کا ترتیب وار مختصر تعارف پیش کیا جائے گا اور پھر ان کے درمیان فرق و امتیاز کی وضاحت کی جائے گی۔

1۔لبرل ازم(Liberalism)

فصل اول میں لبرل ازم کا تعارف، افکار و نظریات، اصول اور اس کے وجود میں آنے کے مقاصد کو تفصیلا ذکر کیا گیا ہے۔ تاہم یہاں ان کو صرف اختصار کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے تاکہ آسانی کے ساتھ لبرل ازم، سیکولرازم اور الحاد میں فرق کیا جا سکے۔ لبرل ازم(Liberalism) انگریزی زبان کا لفظ ہے، یہ ایک نظریے کا نام ہے، اس نظریے کو ماننے والے اس بات کی تبلیغ و اشاعت کرتے ہیں کہ ہر انسان کو شخصی، سماجی اور معاشی اعتبار سے آزادی کا حق حاصل ہونا چاہیے، اس نظریے کی متوسط طبقے کے ان لوگوں نے تشہیر کی، جو مذہبی اور دنیاوی جاگیرداروں کے ظلم و ستم سے تنگ آچکے تھے۔

معاشی طور پر لبرل ازم(Liberalism) یعنی آزاد خیالی اس سوچ و فکر کو کہا جاتا ہے کہ ہر انسان کو تجارت، نجی ملکیت وغیرہ میں آزادی حاصل ہے، مذہبی یا حکومتی قوانین و ضوابط کو مداخلت کی اجازت نہیں ہے۔(55)

55۔لبرل ازم کا تعارف و مفہوم اس مقالے کی فصل نمبر ا کے تحت گزر چکا ہے۔

لبرل ازم کے افکار و نظریات (بنیادی اصول)

لبرل ازم مذہبی، اعتقادی یا ایمان و دینی نظریہ نہیں ہے، بلکہ یہ ایک سیاسی نظریہ و فلسفہ ہے، اور اس کے افکار و نظریات (بنیادی اصول) مندرجہ ذیل ہیں۔

اصول نمبر 1: آزادی

اصول نمبر 2: مساوات

اصول نمبر 3: فردیت

اصول نمبر 4: عقلانیت (56)

لبرل ازم کے اہداف و مقاصد

لبرل ازم کے اہداف و مقاصد مندرجہ ذیل ہیں۔

- ہر انسان کو فکری آزادی حاصل ہونی چاہیے۔
- آزاد انسان کو مذہب سے آزادی حاصل ہونی چاہیے۔
- مرد کی طرح عورت کو بھی مذہبی اور سیاسی قوانین کی پابند نہیں ہونا چاہیے۔
- دینی احکام و قوانین بھی قابل اصلاح ہیں، لہذا ان کی اصلاح ہونی چاہیے،
- معاشرے کا ہر فرد سیاست و قیادت کا اہل ہونا چاہیے۔
- دینی تعلیم میں وقت و حالات کے ساتھ تبدیلی کرنی چاہیے۔
- یاسی قوانین میں وقت و حالات کے ساتھ تبدیلی کرنی چاہیے۔
- دین اور سیاست کا کوئی تعلق نہیں ہے۔
- مذہبی احکام اور کتب پر تنقید کی جا سکتی ہیں (57)

2۔ سیکولرازم (Secularism)

سیکولرازم (Secularism) کا لغوی مفہوم

سیکولرازم انگریزی زبان کا ایک لفظ ہے، عربی زبان میں اس کے لیے لفظِ "علمانیہ" استعمال کیا جاتا ہے اور فرانسیسی زبان میں سیکولرازم کو (Secularite) یا (Laique) کہا جاتا ہے۔

56۔ لبرل ازم کے افکار و نظریات (بنیادی اصول) کی وضاحت اس مقالے کی فصل نمبر ا کے تحت گزر چکی ہے۔

57۔ لبرل ازم کے اہداف و مقاصد کی وضاحت اس مقالے کی فصل نمبر ا کے تحت گزر چکی ہے۔

سیکولرازم کا لفظی معنی "دنیاداری" ہے۔(58)

سیکولرازم کی اصطلاحی تعاریف

سیکولرازم کی بہت ساری تعریفات کی گئی ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں۔

ا۔ سیکولرازم سے مراد ایسی اجتماعی تحریک ہے جس کا اصلی مقصد انسانیت کی توجہ کو آخرت کے امور سے ہٹا کر دنیا کے معاملات کو توجہ کا مرکز بنانا تھا۔

کیونکہ قرون وسطٰی میں لوگوں کا زیادہ تر رجحان اس طرف تھا کہ وہ دنیا سے کنارہ کش رہیں، اور دنیا کے تمام معاملات سے بے رغبت ہو کر اللہ تعالی کی ذات میں منہمک رہیں، اور آخرت کی فکر کریں۔ اس رجحان کے مقابلے میں ایک اور رجحان سامنے لانے کے لیے سیکولرازم وجود میں آیا، اور نشاۃ ثانیہ کے دور میں لوگوں نے تمام ثقافتی سرگرمیوں اور دنیا کے معاملات میں زیادہ دلچسپی کا اظہار شروع کیا۔ سیکولرازم کی طرف یہ پیش قدمی تمام عرصے میں عیسائیت کے من کل الوجوہ مخالف اور یکسر متضاد تحریک کی حیثیت سے ترقی کے تمام تر منازل طے کرتی رہی۔(59)

2۔ سیکولرازم ایک ایسے نظام کا نام ہے، جو ایمان وعبادت کا مکمل انکار کرتا ہے، ور اس کے اپنے اعمال اور افعال ہیں ۔ یہ نظام لوگوں کو یہ عقیدہ دیتا ہے کہ دین اور کلیسا کے احکام و معاملات کا سلطنت و حکومت اور عوام کے معاملات میں کوئی عمل دخل نہیں ہے۔(60)

سیکولرازم کے ظہور میں آنے کے اسباب

سیکولرازم کے وجود میں آنے کے بہت سارے اسباب ہیں، جن میں سے (زندگی اللہ اور قیصر کے درمیان تقسیم، عیسائیت اور قانون، دینی وسیاسی سرکشی، دینی اقتدار اور مالی سرکشی سرفہرست ہیں۔

سیکولرازم کے افکار و نظریات

سیکولرازم کے افکار و نظریات مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ سیکولرازم اور عقیدہ

2۔ سیکولرازم اور عبادت

3۔ مذہب اور سیکولرازم

58۔ بندیالوی، محمد انس، سیکورازم، لبرل ازم اور ایتھیزم ایک مختصر تعارف، ص12

59۔ القرضاوی، یوسف، اسلام اور سیکولرازم، ادارہ تحقیق اسلامی، اسلام آباد، 1997ء، طبع اول، ص50

60۔ الحوالی، سفر بن عبد الرحمٰن، سیکولرازم، ، بیت الحکمت لاہور، ص28

4۔ سیکولرازم اور اخلاق

1۔ سیکولرازم اور عقیدہ

سیکولرازم میں عقائد یعنی اللہ تعالی اور اس کے رسل اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے کی کوئی اہمیت نہیں ہے، اور نہ ہی وہ عقائد پر ایمان لانے کو ضروری سمجھتے ہیں، اور اسی طرح جو لوگ عقائد پر ایمان رکھتے ہیں ان پر وہ اعتراض بھی نہیں کرتے، کیونکہ کہ ان کے ہاں یہ اصول ہے کہ ہر شخص کو مذہبی آزادی حاصل ہے۔(61)

2۔ سیکولرازم اور عبادت

سیکولرازم میں عبادات یعنی نماز، روزہ، زکوۃ اور حج وغیرہ کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہے، اور نہ ہی اس کو زندگی کا لازمی اور اہم حصہ سمجھا جاتا ہے، اور اسی طرح اگر کوئی بندہ ان عبادات کو اپنائے، تو یہ حضرات اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں کرتے کیونکہ کہ ان کے نزدیک ہر انسان کو مذہبی آزادی حاصل ہے، یعنی ہر انسان کی مرضی ہے کہ وہ عبادات پر عمل کرے یا نہ کرے۔ البتہ سیکولرازم میں عبادت کو زندگی کا مقصد اور اہم ترین فریضہ نہیں سمجھا جاتا، اسی سیکولرازم میں عبادت کو ادا کرنے یا اسے ترک کردینے سے کسی انسان کے مرتبہ اور عزت میں کوئی فرق نہیں پڑتا، اور عبادات کو کھلم کھلا چھوڑ دینے کی وجہ سے کسی قسم کا کوئی مواخذہ اور گرفت نہیں ہے۔(62)

3۔ مذہب اور سیکولرازم

مذہب کے بارے میں سیکولر مفکرین کے نظریات مختلف ہیں۔

1۔ کچھ سیکولر مفکرین مذہب کی شدت سے مخالفت کرتے ہیں، یعنی وہ مذہب کو مانتے ہی نہیں، اور اس کو انسان کی شخصی آزادی دیں کے مخالف سمجھتے ہیں۔

2۔ کچھ مفکرین نے مذہب کا مکمل طور پر انکار تو نہیں کیا، لیکن ان کے نظریات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ اس بات کے قائل ہیں کہ مذہب صرف انسان کی انفرادی زندگی تک محدود ہے، اجتماعی امور میں مذہب کا کوئی عمل دخل نہیں ہے(63)

4۔ سیکولرازم اور اخلاق

ظاہرا یہ معلوم ہوتا ہے کہ اخلاق کے بارے میں سے سیکولرازم کا وہی نظریہ ہے، جو الہامی مذاہب کا ہے، لیکن در حقیقت دو مقامات میں سیکولرازم اور اسلام کا اخلاق کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

61۔ اسلام اور سیکولرازم، القرضاوی، یوسف، ص 110

62۔ ایضا، ص120۔121

63۔ شاہد فریاد، ڈاکٹر، سیکولرازم ایک تعارف، کتاب محل، دربار مارکیٹ لاہور، ص89

1۔ مرد اور عورت کے تعلقات کے دائرے کار

2۔ دین اور اخلاق کا آپس میں کوئی تعلق نہیں ہے

➢ مرد اور عورت کے تعلقات کے دائرے کار

مرد اور عورت کے تعلقات کے بارے میں اسلامی اخلاقی تعلیمات اور سیکولرازم کا نظریہ مکمل طور پر مختلف ہے۔ اسلام مرد اور عورت کے تعلقات کے دائرہ کار کو نہ تو مکمل طور پر دباتا ہے، اور نہ ہی بالکل آزاد چھوڑ تا ہے، بلکہ اسلام میں قانونی طور پر نکاح کو عمل میں لاکر مرد اور عورت کے تعلقات جائز، اور اس متعین دائرہ کار کے علاوہ جنسی تعلقات کو حرام، اور اس کو زنا کہا جاتا ہے، جو اللہ تعالی کی ناراضگی کا سبب ہے۔

ولا تقربوا الزنی ان الفاحشۃالخ

زنا کے قریب نہ جاؤ، بے شک وہ بے حیائی اور براراستہ ہے "۔(64)

یہاں تک کہ اسلام نے اجنبی مرد اور عورت کا ساتھ بیٹھنا یعنی تنہائی میں بیٹھنے سے منع کیا ہے، اور بغیر محرم کے عورت کے لیے شرعی سفر بھی ممنوع اور ناجائز قرار دیا ہے، اس کے برعکس سیکولرازم میں مرد اور عورت کے تعلقات کے بارے میں ایسی کوئی پابندی نہیں، بلکہ ان کا نظریہ یہ ہے کہ مرد اور عورت کو آزاد چھوڑ دینا چاہیے، وہ جس طرح کے تعلقات قائم رکھنا چاہیں، ان کی مرضی ہے، ان پر پابندیاں لگانا آزادی کے خلاف ہے۔

64۔ سورۃ الاسراء، 17/32

- دین اور اخلاق کا آپس میں تعلق

سیکولرازم کے قائلین حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ دین اور اخلاق کا آپس میں کوئی تعلق نہیں ہے، ہر وہ عمل جو انسان کو اچھا لگے، اور اس کی شخصی آزادی کے خلاف نہ ہو، ان کے نزدیک وہ قابل تعریف چیز ہے۔(65)

سیکولرازم کے اہداف و مقاصد

سیکولرازم کے مندرجہ ذیل اہداف و مقاصد ہیں:

1۔ مذہب میں شکوک اور شبہات پیدا کرنا

2۔ ملحدانہ اور مادہ پرست نظریات کو فروغ دینا

3۔ مذہب کو حکومت، سیاست، معاشرت اور سماج سے الگ کرنا

4۔ جمہوریت کو سہارا دینا

5۔ سرمایہ دارانہ نظام(capitalism) کو فروغ دینا

6۔ بااثر ماہر شخصیات کے ذریعے نظریات کو ثابت کرنا

7۔ مطلق آزادی(66)

المختصر:

لبرل ازم اور سیکولرازم میں بنیادی فرق بہت دقیق ہے۔مبداء و معاد کے لحاظ سے دونوں میں تقریبا یکسانیت ہی پائی جاتی ہے۔دونوں نظریات میں معاشی طور پر سرمایہ دارانہ نظام کو ہی فروغ دیا جاتا ہے۔اتنا فرق ضرور ہے کہ لبرل ازم میں آزادی کا دائرہ عام ہے یعنی ہر طرح سے اور ہر ایک کے تسلط سے انسان آزاد ہے، جبکہ سیکولرازم میں معاشرے کی بااثر شخصیات کے متعین کردہ قوانین کی پاسداری کو یقینی بنایا جاتا ہے۔ایسے ہی اس میں زیادہ زور اس بات کے لیے خاص ہے کہ دین کو دنیاوی امور سے جدا رکھا جائے۔

65۔ القرضاوی، یوسف، اسلام اور سیکولرازم، ص123۔124

66۔ ایضا

3۔الحاد(Atheism)

اللہ تعالی نے انسانیت کے لئے آسمان سے جو ہدایت نازل فرمائی ہے، وہ بنیادی طور پر تین عقائد پر مشتمل ہے۔

نمبر1: توحید

نمبر2: نبوت ورسالت

نمبر3: آخرت

الحاد کی لغوی اور اصطلاحی تعریف

لغوی تعریف

لغت عرب میں الحاد کے بہت سارے معانی ہیں صاحب معجم الوسیط فرماتے ہیں کہ

مادة (ل ح د) تدل على معنى ميل عن استقامة، فيقال: (لحد السهم عن الهدف)، أي: عدل عنه، واللحد: حفرة مائلة عن الوسط، وفلان عدل عن الحق وأدخل فيه ما ليس منه، ويقال: (ألحد إليه)، مال عنه، وألحد الرجل، أي: ظلم في الحرم واستحل حرمته وانتهكها، ولحد الرجل في الدين، طعن وحاد عنه وعدل وجادل وماری، ولحد. أي: مال عن طريق القصد، وجار وظلموالملحد: الطاعن في الدين المائل عنه۔

ترجمہ:۔ل ح د مادہ سے سیدھے جھکاؤ کے معنی کی نشاندہی کرتا ہے، لہذا کہا جاتا ہے (تیر کو نشانے سے محدود کرنا)، یعنی اس سے روگردانی کرنا، اور اسی مادہ سے قبر کا معنی بھی ہے درمیان سے جھکا ہوا ایک سوراخ، اور اسی طرح حق میں سے بدلنا اور اس میں داخل ہونا مراد ہے جو اس میں سے نہیں ہے، اور منہ پھیرنا بھی اس سے مراد لیا جاتا ہے، مثلا حرم میں ظلم کیا اور دین میں تقدس کو پامال کیا، اسی طرح اس نے چھرا گھونپنا، کنارہ کشی اختیار کرنا وغیرہ کے معنی میں بھی یہ مادہ استعمال ہوتا ہے اور اسی مادہ سے ملحد یعنی مذہب میں مد مقابل کھڑا ہونے والا لیا جاتا ہے۔(67)

الحاد باب افعال کا مصدر ہے، اور اس کے حروف اصلیہ "لحد" ہیں۔

لغت کی کتاب "مصباح اللغات" میں لفظِ "لحد" کا لغوی معنی ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

67۔ إبراهيم أنيس - عبد الحليم منتصر - عطية الصوالحي - المعجم الوسيط، محمد خلف الله أحمد الناشر: مجمع اللغة العربية - مكتبة الشروق الدولية سنة النشر: 2004

"لحد (ف) لحدا۔۔۔ فی الدین "یعنی لحد سے مراد بے دینی کو اختیار کرنا ہے۔(68)

اسی طرح لغت کی کتاب "المنجد" میں لفظِ "لحد" لغوی معنی ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

"الحد الحادا۔۔ عن الدین "یعنی الحاد سے مراد دین سے ہٹ جانا، دین پر طعن و تشنیع کرنا یا جھگڑنا ہے، یا اللہ تعالی کے احکام کو چھوڑ دینا اور ظلم کی طرف راغب ہو جانا اور اللہ تعالی کے بارے میں شک کرنا ہے(69)

الحاد کی اصطلاحی تعریف

1۔الحاد عربی زبان کا لفظ ہے، اور انگریزی میں اس کے لئے(Atheism)کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے، اور اردو زبان میں اس کے لئے "لامذہبیت اور لادینیت کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے، اور اس نظریے اور عقیدے کے ماننے والے لوگوں کو ملحد کہا جاتا ہے۔(70)

2. (Atheism) It is the belief that there is no god are god.

یعنی الحاد یہ عقیدہ رکھنا ہے کہ کوئی قادر مطلق ذات نہیں ہے، یعنی قادر مطلق ہستی کے وجود کا انکار کرنا الحاد کہلاتا ہے۔(71)

3۔اسی طرح محمد انس اپنی کتاب میں الحاد کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

الحاد سے مراد اللہ تعالی کے وجود کا انکار کرنا ہے، خواہ وہ انکار ایک ہستی کا ہو، یا ایک سے زائد دیوتاؤں کا ہو یا اصطلاح میں میں الحاد سے مراد، جو اللہ تعالی کو نہیں مانتے، یعنی یہ ایک ایسی اصطلاح ہے، جو اللہ تعالی کے نہ ماننے والوں کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔(72)

یعنی ساری کائنات کو ایک اللہ تعالی نے بنایا ہے، اور بنانے کے بعد اس کا اس کائنات سے تعلق ختم نہیں ہوا ، بلکہ اس کائنات کا سارا نظام وہ اللہ چلا رہا ہے، اسی اللہ نے انسانیت کو اچھے اور برے کی پہچان عطا کی، جس کو اخلاقیات یا دین فطرت کہا جاتا ہے، اور اسی اللہ نے انسانوں میں سے کچھ لوگوں کا انتخاب کر کے ان سے بلاواسطہ باتیں کیں، اور انہیں ہدایت دی، جس کے مطابق انسان اپنی زندگی بہترین طریقہ سے گزار سکتا ہے۔ ان منتخب شدہ لوگوں کو انبیاء اور رسول کہا جاتا ہے، اور پھر انسان کی یہ دنیاوی زندگی موت آنے کی وجہ سے ختم نہیں ہوتی، بلکہ وہ ایک نئی دنیا میں

68۔ عبدالحفیظ، مصباح اللغات،، مکتبہ قدسیہ،،لاہور، 1919ء، ص/736

69۔ عبدالحفیظ، المنجد، مکتبہ قدسیہ،،لاہور، 2009ء، ص/782۔783

70۔ مبشر نذیر، الحاد جدید کے مغرب اور مسلم معاشروں پر اثرات، دار التحقیق، جامعہ کراچی، ص،4

71۔الحاد ایک تعارف، محمد دین، محمد بشیر، محمد شارق، دارالمعارف ریسرچ انسٹیٹیوٹ، لاہور، 2017ء، ص86

72۔۔ بندیالوی، محمد انس، سیکولرازم، لبرل ازم اور ایتھیزم ایک مختصر تعارف، ص36

چلا جاتا ہے، جہاں اسے گزری ہوئی زندگی کے اعمال و افعال کا حساب وکتاب دینا پڑتا ہے، جس نے اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق زندگی گزاری ہو گی، وہ ہمیشہ کے لئے جنت میں داخل ہو گا، اور جس نے نافرمانی کی ہو گی، وہ جہنم میں جائے گا۔

لفظ الحاد عام طور پر لادینیت، لا مذہبیت اور اللہ تعالی کے انکار کے معنوں کے لیے بولا جاتا ہے، مذکورہ بالا تینوں عقائد مسلمانوں کے نزدیک ایک دوسرے سے مربوط ہیں، ان میں سے کسی ایک کا انکار کرنا، دوسرے دونوں عقائد سے بھی انکار کرنا کہلاتا ہے، اسی لیے ان عقائد میں سے کسی ایک عقیدے انکار بھی الحاد کہلاتا ہے، اور ایسے لوگ ملحد کہلاتے ہیں۔

زمانہ قدیم سے کچھ لوگ ان تینوں عقائد میں سے کسی ایک عقیدے کا انکار کرکے الحاد کا شکار ہوئے، لیکن ان تینوں عقائد میں سے اللہ تعالی کے وجود کا انکار بہت کم کیا گیا ہے، بدھ مت میں، گوتھم بدھ کی تعلیمات میں خدا کا تصور نہیں ملتا البتہ ہندو مت کے کچھ فرقے جیسے جین مت اللہ تعالی کے وجود کے قائل نہیں ہیں، ان کے علاوہ انسانوں کی اکثریت ایک اللہ یا ایک کے علاوہ کئی خداؤں کے وجود کے قائل ہیں۔

اسی طرح نبوت اور رسالت کا انکار کرنے والے بھی بہت کم لوگ نظر آئے ہیں، البتہ یہ ضرور ہوا ہے کہ جب بھی کوئی نبی یا رسول امت کے پاس پیغام لے کر آیا، تو کچھ لوگوں نے اپنے مفادات کی وجہ سے اس مخصوص رسول یا نبی کا انکار کیا، لیکن بالکل نبوت یا رسالت کا انکار بہت کم کیا گیا۔

جیسا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ترجمہ: ”اور ہم کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا، اس کے آسودہ حال لوگوں نے کہا، بے شک ہم نے اپنے آباؤ اجداد اسی راستے پر پایا ہے، اور ہم ان ہی کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں“۔(73)

اس آیت مبارکہ میں جن آسودہ حال لوگوں کا ذکر ہے، یہ وہ لوگ تھے، جو معاشرے میں بااثر اور قابلِ اعتماد لوگ تھے، انہوں اپنے مفاد کی خاطر رسول کی رسالت کا انکار کیا، کیونکہ ان کو اس بات کا خطرہ تھا کہ اگر لوگ رسول کی رسالت کو مان لیں گے، تو سارے لوگ اسی رسول کو اپنا قائد اور معتمد آدمی سمجھیں گے، تو اس صورت ان کی معاشرتی اثر ورسوخ کو نقصان پہنچے گا۔

73۔ سورۃ الزخرف، 22/ 43

اسی طرح فرعون نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی نبوت کا انکار اس لیے کیا، کیونکہ اس نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا، اوراس دعوے کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ان الفاظ میں ذکر کیا ہے۔

﴿فَقَالَ اَنَا رَبُّکُمُ الۡاَعۡلٰی ﴾(74)

ترجمہ: "اس (فرعون) نے کہامیں بڑارب ہوں"

فرعون کو اس بات کا ڈر تھا کہ اگر حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی نبوت کو مان لیا گیاتو اس کا خدائی کا دعویٰ خطرے میں پڑ جائے گا، اور اس کی بادشاہت اور شان وشوکت ختم ہو جائے گی۔

توحید اور نبوت ورسالت کے مقابلے میں آخرت کا انکار کرنے والے لوگ ہر زمانے میں بڑی تعداد میں موجود رہے ہیں، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے دور کے مشرکین اللہ تعالی کے وجود کے قائل تھے، یعنی اللہ کی ذات کے وجود کے قائل تھے، لیکن اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور اشیاء کو بھی معبود سمجھتے تھے، لیکن ان میں سے بھی اکثریت آخرت پر یقین نہیں رکھتے تھے۔

الحاد کے گروہ / اقسام

عصر حاضر میں الحاد کی تین اقسام یا گروہ ہیں، جن کی وضاحت مندرجہ ذیل ہے

1۔الحاد مطلق(Gnosticism)

2۔لاادریت(Agnosticism)

3۔معطلہ(Deism)

1۔الحاد مطلق(Gnosticism)

اس قسم اور گروہ کے ملحدین اللہ تعالی کے انکار کے بارے میں سخت اور شدت کا رویہ رکھتے ہیں، یہ لوگ اللہ تعالی کے وجود کا انکار کرنے کے ساتھ ساتھ ملائکہ، آخرت اور جنت و دوزخ میں سے کسی چیز کو بھی تسلیم نہیں کرتے، ان حضرات کا یہ دعوی ہے کہ وہ اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ انسانیت اور اس کائنات کی پیدائش و تخلیق میں کسی ذات کا کوئی کمال اور ہاتھ نہیں ہے، بلکہ انسانیت اور کائنات خود بخود وجود میں آئی ہے، اور انسانیت اور کائنات کا یہ نظام فطری قوانین(Laws Of Nature)کے تحت چل رہاہے۔

74۔ سورۃ النازعٰت،24/79

اس نظریے اور اعتقادات کو اپنانے والے ملحدین کو(Gnostic Atheist) کہا جاتا ہے، عام طور پر جب مطلق الحاد یا ملحدین کا ذکر کیا جاتا ہے ہے تو اس سے یہی خاص طبقہ مراد ہوتا ہے۔(75)

2۔لاادریت(Agnosticism)

اس گروہ اور جماعت کے ملحدین حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ تعالی ان کے ادراک اور سوچ و سمجھ سے بالاتر ذات ہے، لہذا اس بارے میں سکوت و خاموشی اختیار کرنی چاہیے۔یہ حضرات کہتے ہیں کہ اللہ تعالی کا وجود ہے یا نہیں، اس بارے میں کچھ صحیح نہیں کہا جاسکتا، جب اس گروہ کے ملحدین سے اللہ تعالی کے وجود کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے، تو یہ کہتے ہیں کہ ہمیں کوئی علم نہیں، ملحدین کے اس گروہ کے لوگوں کو(Agnostic Atheist) کہا جاتا ہے، اس نظریے کے قائل لوگ اللہ تعالی کے وجود کے اقرار و انکار دونوں باتوں سے دور رہتے ہیں یعنی اس بارے میں سکوت اختیار کرتے ہیں۔(76)

3۔معطلہ(Deism)

ملحدین کے اس گروہ سے تعلق رکھنے والے لوگوں کا یہ نظریہ اور عقیدہ ہے کہ اللہ تعالی کا وجود ہے، اور وہ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ تعالی نے اس کائنات کو بنایا ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ تعطیل کا نظریہ اور عقیدہ بھی رکھتے ہیں۔

تعطیل کا مطلب یہ ہے کہ اس کائنات کو تخلیق کرنے کے بعد اللہ تعالی نے کائنات کو درست طریقے سے چلانے کے لیے کچھ قوانین وضع کیے ہیں، اور اب ان کے قوانین کے مطابق ساری کائنات خود بخود چل رہی ہے۔ کائنات کی تخلیق کے بعد اللہ تعالی کا اس کائنات میں کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ جس طرح ایک مشین کوئی انسان بناتا ہے، اور اس کے استعمال کا طریقہ وضع کرتا ہے، تو پھر اس کے بعد اس مشین کے چلنے میں اس کا کوئی کردار نہیں ہوتا۔

75۔ محمد دین، محمد بشیر، محمد شارق، الحاد ایک تعارف، ص،86۔87

76۔ ایضا، ص87

اس گروہ کے لوگ اگرچہ اللہ تعالی کے وجود اور اس بات کے منکر نہیں ہیں کہ کائنات اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے لیکن اس تخلیق کے بعد کائنات میں جتنے بھی عوامل ہو رہے ہیں، ان میں اللہ تعالی کے عمل دخل کے منکر ہیں۔(77)

ملحدین کے افکار و نظریات

ملحدین کے افکار میں چند اہم اور خاص افکار مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ مذہب کے بارے میں ملحدین کا نظریہ

2۔ قرآن کے بارے میں ملحدین کا نظریہ

3۔ مطلق آزادی

➢ مذہب کے بارے میں ملحدین کا نظریہ

ملحدین دین اور مذہب کو نہیں مانتے، ان کا یہ نظریہ ہے کہ مذہب قدیم زمانے کے انسانوں نے خود بنایا ہے، اور اس مذہب کو بنانے کی وجہ یہ تھی کہ کچھ سوالات ان لوگوں کے ذہنوں میں ایسے تھے، جن کا وہ جواب نہیں دے سکتے تھے، تو اپنی ذہنی سکون کے لیے انہوں نے مذہب کو بنایا، لیکن آج کے دور میں سائنس کی ترقی نے انسان کو ان چیزوں کے بارے میں سب کچھ بتایا، جس کے بارے میں اسے علم نہیں تھا، لہذا اب مذہب کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

مثال کے طور پر زمانہ قدیم کے لوگوں نے جب دیکھا کہ سورج ایک مخصوص وقت پر طلوع ہوتا ہے، اور ایک مخصوص وقت پر غروب ہوتا ہے، توان کو سورج کے اس طرح طلوع اور غروب کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا، تو انہوں نے مذہب کو وضع کیا، اور کہا کہ یہ سب کچھ ایک عظیم الشان اور مافوق الفطرت ذات کر رہی ہے، اس طرح انہوں نے مذہب کے نام پر خدا تعالیٰ کے وجود کو تسلیم کیا ہے۔

لیکن ان کے اس سوال کا جواب آج کے دور میں سائنس نے ہمیں دے دیا ہے کہ سورج کا ایک خاص وقت پر طلوع ہونا اور غروب ہونا زمین کے ارد گرد گھومنے کی وجہ سے ہے۔ لہذا اس میں کسی خدا یا دیوتا کا کوئی کردار نہیں ہے۔

77۔ بندیالوی، محمد انس، سیکولر ازم، لبرل ازم اور ایتھیزم ایک مختصر تعارف، ص37

اسی طرح یہ حضرات عقیدہ آخرت کے بھی منکر ہیں، اور کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد انسان کا تعلق اس دنیا سے ختم ہو جاتا ہے، اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہیں ہوتا۔ یہ حضرات کہتے ہیں کہ مذہبی عقائد کو ماننا انسان کی عقل کی شان اور عظمت کے خلاف ہے، کیونکہ جن سوالات کی وجہ سے اللہ تعالی اور مذہب کے وجود کو تسلیم کیا گیا تھا، آج کے دور میں سائنس نے ان کے جوابات بتادے ہیں، لہذا مذہب کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی۔(78)

➢ قرآن کے بارے میں ملحدین کا نظریہ

قرآن کے بارے میں ملحدین کہتے ہیں کہ معاذاللہ قرآنی نصوص اور اُس کی حقیقی اور درست تفسیر موجود ہی نہیں، اور نہ ہی یہ قرآن حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے کا معیار بن سکتا ہے۔ ان کا یہ کہنا ہے کہ قرآنی آیات و نصوص خاموش آئینہ ہیں، العیاذ باللہ ان کا مؤلف تو مر چکا ہے، امعانی، مطالب اور تفاسیر کا سارا دارومدار تو متکلم پر ہے، وہ جو چاہے گا اسے مراد لے گا۔ معاذاللہ(79)

➢ مطلق آزادی

ملحدین اس بات کے قائل ہیں کہ ہر فرد اپنی انفرادی زندگی میں مکمل طور پر آزاد ہے، اور اس کی داخلی اور خارجی زندگی میں مذہب و مملکت کوئی رکاوٹ نہیں ڈال سکتی، ان کے نزدیک مذہبی و حکومتی اور سماجی اصول وضوابط ،عبادات اور دیگر احکام غیر ضروری ہیں، چنانچہ ان کے نزدیک شراب نوشی، زنا، سودی معاملات اور بے حیائی وغیرہ کی حرمت کا احترام اور پابندی نہیں ہے۔

ان کے مطابق مذہب صرف ایک ثقافت کی حیثیت رکھتا ہے، یعنی ایک شخص جس مذہب اور معاشرے میں پیدا ہوتا ہے، اس کی شادی، تجہیز و تدفین اور اس کے علاوہ دیگر رسومات اسی کے مطابق ایک ثقافتی حیثیت سے کیے جاسکتے ہیں۔(80)

ملحدین کے مقاصد اور اسلام کا نقطہ نظر

اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے اس لیے اِس میں زندگی کے ہر پہلو سے متعلقہ اوامر ونواہی موجود ہیں۔ انسان کی انفرادی زندگی ہو یا اجتماعی معاملات ہوں دینِ اسلام ہر پہلو کی مکمل راہنمائی کرتا ہے۔ ایسے ہی سیاسی و معاشرتی پہلوؤں پر بھی تعلیماتِ اسلامیہ میں نہایت ہی واضح احکام کی صورت میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ ملحدین کے دونوں

78۔ محمد دین، محمد بشیر، محمد شارق، الحاد ایک تعارف، ص101۔102

79۔ قاسمی، غام نبی، لبرل ازم اور اسلام، ص39

80۔ محمد دین، محمد بشیر، محمد شارق، الحاد ایک تعارف، ص103

مقاصد جیسا کا سطورِ بالا میں ذکر کیے گیے ہیں کہ امورِ دینیہ کو امورِ سلطانیہ سے بھی جدا رکھنا ہے اور انسانی زندگی میں بھی اس کے اثرات نہیں ہونے چاہئیں۔ جبکہ اسلام اِس کی تردید کرتا ہے۔ قرآنِ مقدس میں اللہ تعالیٰ نے خلافت دینے کا جہاں وعدہ فرمایا وہیں ساتھ اس کے مقاصد کو بھی ذکر فرمایا۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ ۪ وَ لَیُمَکِّنَنَّ لَہُمۡ دِیۡنَہُمُ الَّذِی ارۡتَضٰی لَہُمۡ وَ لَیُبَدِّلَنَّہُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِہِمۡ اَمۡنًا ؕ یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ بِیۡ شَیۡئًا ؕ وَ مَنۡ کَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ﴾[81]

ترجمہ: تم میں سے جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اور نیک اعمال بجالائے ہیں اللہ نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے کہ انہیں زمین میں اس طرح جانشین ضرور بنائے گا جس طرح ان سے پہلوں کو جانشین بنایا اور جس دین کو اللہ نے ان کے لیے پسندیدہ بنایا ہے اسے پائدار ضرور بنائے گا اور انہیں خوف کے بعد امن ضرور فراہم کرے گا، وہ میری بندگی کریں اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں اور اس کے بعد بھی جو لوگ کفر اختیار کریں گے پس وہی فاسق ہیں۔

اس آیتِ مبارکہ سے دونوں مقاصد کی تردید کا درس معلوم ہوتا ہے کہ حکمران کے ذریعہ سے اللہ نے دین کو تقویت عطا کرنی ہے اور یہ اسی صورت ممکن ہے جب امورِ دنیاوی میں بھی حکومت ان ہی اصولوں پر کاربند ہو جو اسلام نے متعارف کروائے ہیں۔ اگر دین کو سیاسی امور سے جدا رکھا جائے گا تو ایسے حاکمین کا شمار عند اللہ فاسقین میں ہوگا۔ ایسے ہی یہ بھی ذکر فرما دیا کہ انفرادی زندگی میں بھی اس نے دین کو جدا نہیں رکھنا بلکہ اللہ کی عبادت کرنی ہے اور کسی کو اس کے ساتھ شریک بھی نہیں ٹھہرانا۔

اس آیتِ مبارکہ سے دونوں مقاصد کی تردید کا درس معلوم ہوتا ہے کہ حکمران کے ذریعہ سے اللہ نے دین کو تقویت عطا کرنی ہے اور یہ اسی صورت ممکن ہے جب امورِ دنیاوی میں بھی حکومت ان ہی اصولوں پر کاربند ہو جو اسلام نے متعارف کروائے ہیں۔ اگر دین کو سیاسی امور سے جدا رکھا جائے گا تو ایسے حاکمین کا شمار عند اللہ فاسقین میں ہوگا۔ ایسے ہی یہ بھی ذکر فرما دیا کہ انفرادی زندگی میں بھی اس نے دین کو جدا نہیں رکھنا بلکہ اللہ کی عبادت کرنی ہے اور کسی کو اس کے ساتھ شریک بھی نہیں ٹھہرانا۔

ایک اور مقام پر اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿کَانُوۡا لَا یَتَنَاہَوۡنَ عَنۡ مُّنۡکَرٍ فَعَلُوۡہُ ؕ لَبِئۡسَ مَا کَانُوۡا یَفۡعَلُوۡنَ﴾[82]

81۔ سورۃ النور: 24/55

82۔ سورۃ المائدہ: 5/79

ترجمہ: ”نہیں روکتے تھے وہ اس برائی سے جس کو (دوسرے لوگ) کرتے تھے، کتنا ہی برا عمل ہے جو وہ کرتے تھے“۔

تشریح:

اس آیت مبارکہ کی تشریح میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ أَوَّلَ مَا دخَلَ النَّقْصُ عَلَى بَنِي إِسْرائيلَ، أَنَّه كَانَ الرَّجُلُ يَلْقَى الرَّجُلَ فَيَقُولُ يَا هَذَا اتَّقِ اللَّه وَدعْ مَا تَصْنَعُ فَإِنَّهُ لاَ يَحِلُّ لَكَ، ثُم يَلْقَاهُ مِن الْغَدِ وَهُو عَلَى حالِهِ، فَلا يمْنَعُه ذلِك أَنْ يكُونَ أَكِيلَهُ وشَرِيبَهُ وَقعِيدَهُ، فَلَمَّا فَعَلُوا ذَلِكَ ضَرَبَ اللَّه قُلُوبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ ثُمَّ قَالَ لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِيإِسْرائيلَالخ ثُمَّ قَالَ: "كلاَّ، وَاللَّه لَتَأْمُرُنَّ بالْمعْرُوفِ، وَلَتَنْهوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ، ولَتَأْخُذُنَّ عَلَى يَدِ الظَّالِمِ، ولَتَأْطِرُنَّهُ عَلَى الْحَقِّ أَطْراً، ولَتقْصُرُنَّهُ عَلَى الْحَقِّ قَصْراً(83)خلاصۃ الحکم المحدث صعیف۔

ترجمہ: ”بلاشبہ بنی اسرائیل پر جو سب سے پہلے تنزل آیا یہ اس وقت جب کوئی بندہ دوسرے سے ملتا(اس حالت میں کہ اس کو برائی کرتے دیکھتا) کہتا تھا اے بندے اللہ سے ڈرو اور جو کام کر رہے ہو اس کو ترک کر دو یہ تمہارے لیے جائز نہیں ہے۔ پھر جب اگلے دن ملتا اس حال میں کہ وہ اسی حالت میں ہے تو اس کو نہیں روکتا تھا تاکہ اس کے تعلقات نہ خراب ہوں اور اس کے ساتھ کھاتا، پیتا تھا اور اٹھتا بیٹھتا تھا۔ جب انھوں نے ایسا کیا تو اللہ نے ان کے دلوں کو آپس میں خلط ملط کر دیا(یعنی نیکوکاروں کے دلوں میں بھی بدوں کی نحوست ڈال دی)۔ پھر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت مبارکہ کی تلاوت فرمائی لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرائيلَ الخ اور فرمایا: ہرگز نہیں! اللہ کی قسم تمھیں ضرور امر بالمعروف کرنا ہوگا اور تمھیں ضرور نہی عن المنکر کرنا ہوگا اور ضرور تمھیں ظالم کا ہاتھ روکنا ہوگا اور اس کو حق بات پر مجبور کرنا ہوگا اور اسے حق تک محدود کرنا ہوگا“

اس آیتِ مبارکہ اور حدیثِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ امر واضح ہوتا ہے کے حاکم وقت کی ذمہ داری ہے کہ وہ دینی اقدار کو مدنظر رکھتے ہوئے حکومت کے فریضے کو ادا کرے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا التزام کرے۔ ایک مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

83۔ابو داؤد، سلیمان بن الاشعث السجستانی، سنن ابی داؤد، کِتَاب الْمَلَاحِمِ , باب الْأَمْرِ وَالنَّهْيِ , حدیث نمبر: 4336 مکتبہ العصریہ، بیروت، ج،۴، ص،۱۲۱

اِنَّ المُؤمِنَ اِذَا أَذنَبَ ذَنباً كَانَت نُكتَة سَودَاءُ فِي قَلبِہٖ فَاِن تَابَ وَنَزَعَ وَاستَغفَرَ صَقُلَ مِنهَا قَلبُه ، وَاِن زَادَ زَادَت حَتّٰى يُغَلَّفُ بِهَا قَلبُه(84)

ترجمہ:"بے شک مومن جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نکتہ لگ جاتا ہے۔پس اگر وہ توبہ کرلے اور (خود کو اس گناہ سے) کھینچ لے اور مغفرت طلب کرلے تو اس گناہ سے اس کے دل کو مانج دیا جاتا ہے۔اور اگر (گناہ میں)وہ زیادتی کریگا تو (سیاہی) زیادہ ہو جائے گی یہاں تک کہ اس کے ساتھ اس کے دل کو لپیٹ دیا جائے گا"۔

اِن آیات و احادیث کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ دین نہ تو انسان کی ذاتی زندگی سے جدا ہے اور نہ ہی سیاسی و اجتماعی زندگی سے الگ ہے۔لہٰذا ملحدین کا یہ نظریہ جو وہ اپنے مقاصد کے پیشِ نظر رکھتے ہیں،اسلام کی نظر میں ہیچ ہے۔

زمانہ قدیم سے اسلام مخالف گروہوں نے گمراہی اور کفر کی بہت ساری،اور مختلف شکلیں اختیار کی ہوئی تھیں،اور وہ لوگ مختلف انداز اور طرق سے اللہ تعالیٰ،انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام یا ہدایت کا انکار کر رہے تھے،اور وقت کے ساتھ ان لوگوں نے ایک نظام ترتیب دیا تھا یعنی ان لوگوں نے اپنے اپنے زمانے میں ایک منظم گروہ ،جماعت بنائی تھی،جس کے مخصوص افکار و نظریات الحاد،سیکولرازم اور لبرل ازم تھے۔

ان تینوں کے وجود میں آنے کا مقصد یہ تھا کہ انسانیت کو مذہب سے آزادی دلائی جائے،اس مقصد کے لئے سب سے پہلے الحاد کی بنیاد رکھی گئی،اور ملحدین نے خود اللہ تعالی کا انکار کیا،اور باقی لوگوں کو بھی اس بات کی طرف بلایا کہ اللہ تعالی کے وجود کا انکار کیا جائے،ملحدین کے اس نظریے اور فکر کی عوام میں قبولیت نہیں ملی،تو انہوں نے نے اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے الحاد کو ایک نیا نام دیا،اور اسکا نیان نام سیکولرازم رکھا،اور ایک نئ اصطلاح قائم کرکے الحاد کی طرف راستہ ہموار کرنے کی کوشش کی،اور اس بات کی تشہیر کی گئی کہ ہر انسان کو آزادی حاصل ہے۔

اگر وہ چاہے اللہ تعالی کو مانے اور اگر اس کا جی نہیں چاہتا،تو وہ نہ مانے،اسی طرح اگر وہ چاہے مذہب پر عمل کرے،اور اگر اس کا جی نہیں چاہتا،تو وہ نہ کرے،یعنی سیکولرازم میں اس بات کی تشہیر کی گئی کہ انسان خود مختار اور آزاد ہے،مذہب پر عمل کرنا چاہتا ہے،تو اس کی مرضی ہے،ورنہ مذہب انسان کی زندگی کا لازمی حصہ اور جزو نہیں ہے،یعنی الحاد کی طرف راستہ ہموار کرنے کے لئے سیکولرازم وجود میں لایا گیا،اور اور مذہب کی اہمیت اور ضرورت کو

84۔ البیہقی،ابو بکر،احمد بن حسین، الجامع لشعب الایمان، مکتبۃ الرشد،۱۴۲۳ھ،ج،9،ص،373

انسان کی زندگی میں کم کرنے کی کوشش کی گئی، یعنی سیکولرازم ایک ایسی سوچ ہے، جو انسان کے اندر مذہب کو مردہ کر دیتاہے، یعنی مذہب کی اہمیت کو ختم کر دیتاہے۔

اور پھر اس کے بعد لبرل ازم کا نمبر آتا ہے، لبرل ازم میں اس بات کی تبلیغ اور اشاعت ہے کہ انسان مذہب سے آزاد ہے، اسے مذہب کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے، یعنی دوسرے الفاظ میں یہ کہا جاسکتاہے کہ لبرل ازم الحاد کا دوسرا نام ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ پہلے ملحدین نے جب اللہ تعالی کا انکار کیا، تو ان کو مقبولیت نہ ملی، تو سیکولرازم کے نام پر انہوں نے معاشرتی، معاشی اور سیاسی میدانوں میں مذہب اور دین کو کنارے لگانے کی کوشش کی، جب کسی حد تک اس میں کامیاب ہوئے، تو پھر لبرل ازم کے نام پر اس بات کی اشاعت و تبلیغ کی گئی کہ مذہب کا انسانی زندگی کا انسانی زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہوناچاہیے، (نعوذ باللہ) لبرل ازم انسان کو مذہب سے بد ظن کر کے اللہ تعالی کا منکر بنا دیاجاتاہے۔

فصل سوم: لبرل ازم کے خطرات

تعارف:

اس میں دو رائے نہیں کہ آزادی ایک نعمت ہے۔ انسان کسی کا غلام نہیں ہو سکتا۔ ایک دن کی غلامی بھی انسان کی سزا کے لیے کفایت کرتی ہے۔ انسان کے ساتھ جو زیادتی جاہلیت میں ہوئی اس کا جواب پھر انسان نے اندھا ہو کر یہ دیا کہ غلامی کو خواہ وہ اپنے خالق کی کیوں نہ ہو مسترد کر دیا ہے۔ گزشتہ صفحات سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ لبرل ازم کی اصل اور بنیاد فکری و جسمانی آزادی اور انانیت کے ساتھ ساتھ عقل و خرد پر ہے۔ اس کا سب سے بڑا محرک نظریہ حریت ہے۔ یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جب انسان فقط اپنی ذات کا ہی ہو کر رہ جاتا ہے اور اس کی غرض صرف اپنی ذات تک منحصر ہو جائے اور وہ کسی کی روک تھام کو برداشت نہ کرے اور ہر طرح سے آزاد ہی رہنا چاہے تو وہ تھوڑی سی سہولت اور ادنیٰ سی خواہش و منفعت کو حاصل کر لینے کیلئے بھی مذہب کی تشریح و تعبیر اپنے خود ساختہ اصولوں کے تحت کرنے کی جسارت کرنے میں توقف نہیں کرتا۔

کیونکہ عقلِ انسانی جب دین و مذہب کے ماتحت اور تابع نہیں ہوتی تو انسان کو فریب میں مبتلا کر کے دین کے بالمقابل کھڑی ہو جاتی ہے۔ چونکہ انسان خطا کا پُتلا ہے اور زندگی کے کئی مواقع ایسے آتے ہیں جن میں انسان اپنی سوچ اور عقل کی بنیاد پر مکمل وثوق کے ساتھ درست فیصلہ کرتا ہے لیکن درحقیقت وہ فیصلہ درست ثابت نہیں ہوتا۔

قرآنِ مقدس میں بھی اللہ تعالیٰ نے بنی نوعِ انسان کو اس بات کی طرف راغب کیا تاکہ وہ اس حقیقت کو بآسانی پہچان سکے کہ خالق اور مخلوق کا علم یکساں نہیں ہوتا۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ عَسٰۤی اَنۡ تَکۡرَہُوۡا شَیۡئًا وَّ ہُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ ۚ وَ عَسٰۤی اَنۡ تُحِبُّوۡا شَیۡئًا وَّ ہُوَ شَرٌّ لَّکُمۡ ؕ وَ اللّٰہُ یَعۡلَمُ وَ اَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ﴾(85)

ترجمہ: ”ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو اچھا نہ سمجھو حالانکہ وہ تمھارے حق میں بہتر ہو اور ممکن ہے کہ کسی چیز کو تم پسند کرو جبکہ وہ تمھارے حق میں اچھی نہ ہو، اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے“

اس آیت مبارکہ میں بھی یہی تعلیم دی گئی ہے کہ انسان کا علم لازمی نہیں کہ ہر لحاظ سے کامل اور درست ہو بہت سی اشیاء کے متعلق اس کا خیال اچھا ہو سکتا ہے لیکن وہ اس کے لیے مضر ثابت ہو سکتی ہیں ایسے ہی جب آزادی کے حسین و مزین نعرے بلند ہوئے اور عوام الناس کو نام نہاد بیداری سے ہمکنار کرنے کے لیے مختلف طرق استعمال

85۔ سورۃ البقرۃ:2/216

کیے جانے لگے تو ان کی آڑ میں ملک و ملت کو جہاں معاشرتی و ثقافتی نقصان پہنچا وہیں پر ہمارے ملک اسلامی جمہوریہ پاکستان میں باوجود واضح اور بیّن تاریخی دلائل اور براہین کے پائے جانے کے روشن خیالی کے دعویدار لبرل طبقات میں اتنی جرات اور خود اعتمادی پائی جانے لگی ہے کہ وہ وطن عزیز کے لیے کی جانی والی ہر کوشش کو، ہر قربانی اور جد و جہد کو ایک لادینی اور لامذہبی کاوش قرار دینے پر تلے ہوئے ہیں۔

اُن کی تمام تر کوششیں اِس نقطے پر مرکوز ہیں کہ کسی طرح بانی پاکستان قائدِاعظم محمد علی جناحؒ(86) کو ایک آزاد خیال اور لبرل لیڈر ثابت کیا جائے۔ اس فکری انتشار کی بنیاد پر ہم اپنے اصل دو قومی نظریے کو بھی بُھلا بیٹھے اور آج محلِ نزاع فقط یہ بحث ہے کہ حصولِ وطن کے ہمارے اغراض و مقاصد کیا تھے؟ جب ان روشن خیالوں نے اُن عظیم نظریات کو جب اپنی خواہش کے مطابق ڈھالنا شروع کر دیا تو اُن کی دیدہ دلیری نے اپنا رُخ دینِ اسلام کی تعلیمات کو بھی اپنی سوچ کے مطابق بنانے کی طرف کر لیا۔ وہ خود کو اتباع و اطاعت کے احکامات سے مبرا کرتے ہوئے نظام کائنات کو اپنی عقل و خرد کے تابع بنا کر زندگی بسر کرنے کو ترجیح دینے لگ گئے۔ جب کہ رب تعالیٰ قرآنِ مقدس میں کسی ایمان والے کو اس کا اختیار نہیں دیتے کہ وہ اسلامی تعلیمات پر اپنے اختیار کو استعمال کرے۔

چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ﴾(87)

ترجمہ: ”کسی مومن مرد اور کسی مومنہ عورت کے لیے یہ مناسب نہیں کہ جب کسی معاملے میں اللہ اور اِس کے رسول کی بات آجائے تو اس کا اختیار باقی رہ جائے“۔

آج ان تعلیمات کو چھوڑ کر جب مغربی تقلید کا ایک طوفان امڈ کر آیا تو مغرب کا ڈسا ہوا ہمارا نوجوان آزادی کے عنوان سے جن خرافات کو اپناتا جا رہا ہے اس سے کبھی بھی کسی مثالی معاشرے کی تشکیل ممکن نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ آزادی کا قطعاً یہ مطلب نہیں کہ کہ انسان دینی، مذہبی، معاشرتی و معاشی، سیاسی و اقتصادی اقدار کے خلاف علم بغاوت بلند کر دے۔ اگر ہمیں ایک مثالی معاشرہ درکار ہے تو لازماً ہمیں اسلامی تعلیمات کے سمندر میں غوطہ زن ہونا پڑے گا کیونکہ اسلام ہی کے دامن سے ہمیں ایک ایسا مہذب معاشی و معاشرتی نظام حیات مل سکتا ہے جس میں جہاں حقوق اللہ کو ایک اہمیت حاصل ہے وہاں ہی ایک وافر ذخیرہ حقوق العباد سے متعلقہ بھی پایا جاتا ہے۔

86۔ محمد علی جناح، ان کو قائداعظم بھی کہا جاتا ہے (عربی: "عظیم قائد")، (پیدائش 25 دسمبر، 1876، کراچی، وفات 11 ستمبر 1948 کراچی)، ایک ہندوستانی مسلمان سیاستدان، جو پاکستان کے بانی اور پہلے گورنر جنرل (1947–48) تھے۔
britannica.com/biography/Mohammed-Ali-Jinnah

87۔ سورۃ الاحزاب: 33/36

لیکن جب بھی ہم اسلامی نظام سے ہٹ کر کوئی نظام قائم کرنے کی کوشش کریں گے تو ہمیں بہت سے ایسے خطرات کا سامنا کرنا پڑے گا جن سے معاشرے میں بگاڑ پیدا ہو سکتا ہے۔ ہمارے وطن عزیز میں بھی لبرل ازم اور آزاد فکر و عمل کے اس بڑھتے ہوئے رجحانات سے ایسے مسائل اور خطرات کا اندیشہ پیدا ہو تا جارہا ہے جس کا دائرہ کار وسیع سے وسیع تر ہو تا جارہا ہے اور اپنے دامن میں انسانی زندگی سے وابستہ ہر پہلو پر اپنے نقوش ثبت کر رہا ہے۔ ذیل میں اُن خطرات کو کسی قدر تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے۔

➢ مذہبی و نظریاتی خطرات

جب بھی کوئی انسان کلمہ شہادت پڑھتا ہے تو وہ اللہ رب العزت کی عبودیت کا اعتراف کرتا ہے۔ عبودیت کہا جاتا ہے کسی کی بندگی کرنے کو، گویا بندہ دل سے اس بات کا اعتراف کرنے والا ہو جاتا ہے کہ اے میرے مالک میں اپنی تمام تر زندگی اب تیری ہی غلامی کرتے ہوئے گزاروں گا۔ اس حقیقت سے ہر باشعور فرد واقف ہے کہ غلام ہر بات میں اپنے آقا کے حکم کا پابند ہوتا ہے اور اپنے مالک کی مرضی پر غلام کی مرضی کو فوقیت حاصل نہیں ہو سکتی۔ لیکن مادہ پرستی کے اس ترقی یافتہ دور میں جب کوئی شخص اپنے لبرل ہونے کا مدعی ہوتا ہے تو وہ یہ سمجھنے لگ جاتا ہے کہ شاید اس بدلتے دور میں جہاں دنیاوی رسم ورواج، ثقافت اور طرزِ زندگی بدل رہے ہیں وہاں دین ومذہب میں بھی تبدیلی رونما ہو چکی ہے۔

وہ اپنی آزادانہ طبیعت کی بنیاد پر دین ومذہب کو بھی اپنے گھر کی لونڈی تصور کرنے لگ جاتا ہے۔ وہ اس بات سے ناآشنا ہو جاتا ہے کہ آزادی کے نام پر دین کو دنیا سے یکسر الگ کرنے کا تصور مغرب نے دیا ہے جبکہ اسلام کی تعلیمات میں حریت کا مفہوم انسانوں کو مخلوق کائنات کی ماتحتی سے نکال کر خالق کی بندگی میں لا کھڑا کرنا ہے۔ اسلام کا تصورِ آزادی دیگر تمام نظاموں پر ایک امتیازی فوقیت رکھتا ہے۔

چنانچہ علی بن نایف (88) لکھتے ہیں:

"الغرب ان الحرية قيدها فقط أن لا تضر بالآخرين ، فالحرية في الإسلام قيدها أيضا ألا تضر بنفسك "(89)

88۔ ان کا پورا نام علی ابن نایف الشحود ہے 1956 کو شام کے شہر حمص میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے 1984 میں دمشق یونیورسٹی سے اسلامی علوم میں گریجویشن کیا۔ الشحود نے اپنے اساتذہ شعیب الأرناؤوط، عبد القادر الارناؤوط، نورالدین عطار، اور محمد انج الخطیب سے حدیث کا علم سیکھا۔ فقہ کے میدان میں، انہوں نے وہبہ الزغیلی، محمد الزوہیلی، محمد فاتح الدارین اور سعید رمضان البوتی جیسے پروفیسر سے تعلیم حاصل کی اس کے علاوہ دیگر اساتیذ میں ابو العلی مودودی، ندوی، محمد قطب، سعید حوثی، قرضاوی، عبد الرحمن حبانکا، محمد الغزالی، اور البانی شامل ہیں۔

ترجمہ: "مغرب میں آزادی کی قید فقط یہ ہے کہ تم کسی کو نقصان نہ پہنچاؤ جبکہ اسلام میں آزادی کی قید یہ بھی ہے کہ تم خود کو بھی نقصان نہ پہنچاؤ"۔

لیکن اکثر مسلمان بھی اِس شخصی آزادی کے مفہوم کو اچھی طرح سے سمجھ نہیں پائے اور وہ بھی جدید مغربی فکر کی للکار اور روشن خیالی کے اس نعرے کے باعث آزادی کا تعلق اور اس کا مفہوم کسی دوسرے کی تکلیف اور نقصان پر ہی محدود کرتے ہیں۔ اس سوچ کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ لوگ بھی کہنے لگ گئے کہ "کفریہ کلمات میرے سامنے مت کہیں، تنہائی میں رہتے ہوئے آپ جو مرضی کریں وہ آپ کا ذاتی مسئلہ ہے اس میں آپ کو مکمل آزادی حاصل ہے"۔ یعنی حریتِ فکر کے ساتھ ساتھ وہ حریتِ کفر کی اصطلاح کو بھی ملا دیتے ہیں۔

لبرل ازم کی اس یلغار میں وہ لوگ جو خود کو مسلمانوں کی صفوف میں سب سے اگلی صف میں تصور کرتے ہیں اور جدید ذہنیت کی بنیاد پر وہ حدود شرعیہ کو ظالمانہ، تعددِ ازواج کو نفسانی خواہشات، پردے کو ترقی کی راہ میں رکاوٹ قرار دینے کے ساتھ ساتھ خواتین کی آزادی وغیرہ اور دیگر کئی ایسے مسائل جن کا ثبوت نصوصِ قطعیہ و شرعیہ سے ہے کو مبحث بناتے ہوئے مختلف طرق سے تنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے جو قطعاً غیر شرعی عمل ہے اور انسان کو کفر میں بھی مبتلا کر سکتا ہے

ذیل میں ہم چند ان مسائل کا ذکر کرتے ہیں جن میں لبرل اور آزاد خیال لوگوں ی سوچ مذہب سے مکمل ٹکراتی ہے:

1۔ حدود و تعزیرات

معاشرے کا بنیادی ڈھانچہ جن پانچ چیزوں کے تحفظ پر قائم ہے وہ یہ ہیں۔ عقائد و نظریات، نسب، عزت و آبرو، جان و املاک۔ اگر ان ذکر کردہ اشیاء میں سے کسی ایک کے تحفظ میں بھی خلل آجائے تو معاشرے کی بنیادیں تزلزل کا شکار ہو جاتی ہیں اور معاشرے کے تمام افراد کرب و ملال اور بے چینی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ہر شخص یہ ہی خواہش رکھتا ہے کہ اس کے عقیدے پر حرف نہ آئے، اس کی عزت پامال نہ ہو، جان و مال محفوظ رہے، اس کا نسب پاکیزہ ہو۔ اسلام میں حدود و قصاص اور تعزیرات کو مشروع کرنے کا اہم مقصد بھی یہی ہے کہ اِن کے ذریعہ سے لوگوں کی عزت و جاہ، مال وزر اور جان کی حفاظت کو یقینی بنایا جا سکے۔

89۔ الشحود، علی بن نایف، مفهوم الحرية بين الإسلام والجاهلية، مجلة الكتب العربية، ص 18

چنانچہ نسب کو پاک ثابت کرنے کے لیے اور انسانی وقار کے تحفظ کے لیے باقاعدہ نکاح کو جاری کیا۔ جبکہ زنا اور بہتان طرازی کو حرام قرار دیتے ہوئے اِن جرائم کے مرتکب کے لیے حدود جاری کیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اَلزَّانِیَۃُ وَ الزَّانِیۡ فَاجۡلِدُوۡا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنۡہُمَا مِائَۃَ جَلۡدَۃٍ (90)

ترجمہ: ”زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والا مرد، ان میں سے ہر ایک کو مارو سو سو کوڑے“۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اسلام ہر فرد کی جان کا بھی محافظ ہے، اس لیے قاتل سے قصاص لینے کو مشروع کیا۔ رب تعالیٰ کا فرمان ہے:

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الۡقِصَاصُ فِی الۡقَتۡلٰی (91)

ترجمہ: ”اے ایمان والو! فرض کیا گیا تم پر قصاص مقتولوں کے معاملے میں“۔

مال وزر کی حفاظت کے لیے چوری کی سزا مقرر کی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ السَّارِقُ وَ السَّارِقَۃُ فَاقۡطَعُوۡۤا اَیۡدِیَہُمَا (92)

ترجمہ: ”اور مرد چوری کرنے والا اور عورت چوری کرنے والی پس کاٹ دو ان دونوں کے ہاتھ“۔

اسلام کے ان مذکورہ بالا اقدامات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عزت و آبرو، جان و مال کی حفاظت کو کس قدر اسلام میں اہمیت حاصل ہے۔ لیکن لبرل ازم کے اس بھیانک سمندر میں غوطہ زن جو اِن حدود و تعزیرات کی حکمتوں کو سمجھنے سے کوسوں دور ہے، اور نہ ہی وہ معاشرے کے حقیقی امن وامان کی بنیادوں سے واقفیت حاصل کرتا ہے، وہ اِن شرعی سزاؤں کو ”وحشیانہ سزاؤں“ سے تعبیر کرتا ہے۔

2۔ تعدد ازواج

لبرل شریعت کے مقرر کردہ عائلی قوانن میں بھی شکوک وشبہات پیدا کرنے کے درپے ہیں، ان کے من جملہ اعتراضات میں سے ایک اعتراض تو یہ ہے کہ اسلام میں مردوں کو چار شادیاں کرنے کی اجازت دی گئی ہے، جبکہ یہ سراسر ظلم ہے ایک عورت پر کیونکہ اس سے عورت کو تکلیف پہنچتی ہے اور اس سے صرف مردوں کی ہوس پوری ہوتی ہے۔ جب اسلام میں مردوں کو چار شادیوں کی اجازت ہے تو پھر عورتوں کو کیوں نہیں؟ یہ سراسر انصاف کے

90۔ سورۃ النور:24/2

91۔ سورۃ البقرۃ:2/178

92۔ سورۃ المائدہ:5/38

خلاف ہے لہٰذا اس پر پابندی ہونی چاہیے۔ جب ان سے یہ کہا جاتا ہے کہ یہ تو اللہ کے کلام سے ثابت حکم ہے جیسا کہ اللہ نے فرمایا:

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ۚ (93)

ترجمہ: "پس نکاح کرو جو تمہیں اچھی لگیں دو دو اور تین تین اور چار چار سے"

اس طبقہ سے تعلق رکھنے والے لوگوں کا جواب یہ ہوتا ہے کہ چار شادیوں کا تذکرہ قرآن مجید میں پایا تو جاتا ہے، لیکن یہ حکم ایک خاص وقت اور خاص ماحول کے ساتھ خاص تھا، اب چونکہ وہ احوال نہیں رہے تو اس پر عمل بھی نہیں ہو سکتا۔ بعض روشن خیال لوگوں نے چار شادیوں کو سیاسی مسئلہ قرار دیا ہے۔ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ چار شادیوں کی وجہ سے افراط آبادی کے مسائل جنم لیتے ہیں، جس کی وجہ سے ملک میں غربت و افلاس ، بے روزگاری، تعلیمی اور صحت کے مسائل جیسے دیگر مسائل بڑھتے ہیں۔ ان شبہات کی وجہ سے یہ لوگ اسلامی ممالک میں عوام الناس کے دلوں میں تعلیمات اسلامیہ کے بارے میں شک کو پروان چڑھاتے ہیں۔

3۔ حجاب (پردہ)

اسلام میں پردے کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ عورت کی عزت اور عصمت کی حفاظت کے لیے اسلام نے جہاں پردے کے احکامات جاری فرمائے وہیں مردوں کی تربیت کا بھی ایک خاص اہتمام کیا ہے۔ تاکہ معاشرے میں اس صنفِ نازک کو ہر طرح کی پریشانی سے اور پردہ دری سے محفوظ رکھ کر کامل تحفظ فراہم کیا جاسکے۔ لیکن لبرل ازم سے وابستہ لوگوں کا پردے کے حکم پر بھی الگ نظریہ ہے اور وہ ہر پلیٹ فارم پر یہ ڈھنڈورا پیٹ رہے ہوتے ہیں کہ اسلام نے عورت کو فقط محبوس کر کہ رکھ دیا ہے جبکہ عورت کا یہ اپنا ذاتی معاملہ ہے کہ وہ اپنے جسم کو ڈھانپے یا کھلا رکھ دے اس پر اپنا حکم زبردستی مسلط کر دینا ظلم ہے۔

۸ مارچ کو ملک پاکستان میں جب خواتین کا مخصوص دن منایا جاتا ہے تو اس میں بھی ان لبرلز کی جانب سے بہت سے ایسے سلوگنز سامنے آتے ہیں جو مکمل طور پر شریعتِ اسلامیہ کی تضحیک پر مبنی ہوتے ہیں۔ مثلاً "میرا جسم میری مرضی" یہ ایک ایسا نعرہ ہے جس کے تحت وہ یہ تعلیم سوسائٹی میں رائج کرنا چاہتے ہیں کہ ہم جو بھی لباس زیب تن کریں اس میں کوئی بھی ہم سے پوچھ گچھ نہیں کر سکتا۔ اس سے وہ مسلمان نوجوان نسل کو ایک ایسی بے راہ روی کی

93۔ سورۃ النساء: 3/54

طرف لے کر جانا چاہتے ہیں جس سے وہ اپنی مکمل شناخت کھو دیں اور ان میں فحاشی و عریانی پھیل جائے۔ جبکہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَ بَنٰتِکَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ؕ ذٰلِکَ اَدْنٰۤی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ ؕ(94)

ترجمہ: "اے نبی اپنی بیویوں سے اور اپنی بیٹیوں سے اور امان والوں کی عورتوں سے کہہ دیجیے کہ اپنے چہرے پر بڑی چادر لٹکالیا کریں، یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ پہچانی جاہیں پھر نہ ستائی جاہیں"۔

اس آیتِ مبارکہ سے جہاں ہمیں پردے کا بیّن حکم ملتا ہے وہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایک مسلمان عورت کی پہچان پردہ کرنا ہے۔ لیکن روشن خیالی کی اس آگ میں یہ لوگ ہماری خواتین سے ان کا حقیقی تشخص بھی چھیننا چاہتے ہیں۔ ان کی یہ ساری کاوششیں فقط اسلام کو حقیر جاننے کی بنیاد پر ہیں۔ اللہ نے ان کی اسی روش کے متعلق قرآن مقدس میں ارشاد فرمایا:

﴿ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَی الْاَبْصَارُ وَ لٰکِنْ تَعْمَی الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ ﴾

ترجمہ: "(بات یہ ہے) کہ بے شک آنکھیں اندھی نہیں، بلکہ سینوں کے اندر دل اندھے ہیں۔(95)

➢ معاشرتی اور اقتصادی خطرات

دورِ حاضر میں لبرل ازم ایک ایسا عنوان ہے جو پورے عالم میں بشمول اسلامی ممالک و سیکولر ممالک میں زیر بحث بنا ہوا ہے۔ المیہ یہ ہے کہ اسلامی معاشرے بھی مغربی معاشرے کے اثرات قبول کرتے ہوئے آزادی کے اس جنون میں بڑھتے جارہے ہیں۔ یہی بنیادی وجہ ہے کہ مغربیت سے مرغوب مسلمان اسلامی معاشرے سے دور ہوتے جارہے ہیں۔ اسلام نے کسی موقع پر بھی انسان کو محبوسِ محض بنا کر پیش نہیں کیا بلکہ آزادی کے ایسے سنہرے قوانین وضع کیے ہیں جن سے ایک مثالی معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔

اظہارِ رائے کرنے والے افراد کیلئے اسلام میں یہ شرط عائد کی گئی ہے کہ وہ علم بھی رکھتا ہو اگر کوئی جاہل بات کرتا ہے اس کی رائے کو معاشرتی قوانین میں حیثیت نہیں دی جائے گی۔ فرمان الٰہی ہے:

وَ لَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَکَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ(96)

ترجمہ: "اور جس بات کا تمہیں علم نہ ہو اس کے پیچھے نہ لگو"۔

94۔ سورۃ الاحزاب:59/33

95۔ سورۃ الحج:46/22

96۔ سورۃ الاسراء:36/17

اس آیتِ مبارکہ میں اس بات سے روک دیا گیا کہ جس بات کا علم نہ ہو اس میں اپنی رائے کو شامل بھی نہیں کرنا چاہیے۔

رائے دہی کے حوالے سے اسلام نے علم کے ساتھ ساتھ ایک اصول اور ضابطہ یہ بھی مقرر کیا ہے کہ اظہار رائے کرتے وقت ارادہ نیکی اور حق کا ہونا چاہیئے، نہ کہ اظہار رائے کی آزادی اور خود نمائی کا جذبہ کار فرما ہو۔ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے"«من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليقل خيرًا أو ليصْمُت الخ(97)

ترجمہ: جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے"۔

لیکن آزادی کی اس دوڑ میں ہم دیکھتے ہیں کہ اسلامی شعار کی بھی بے حرمتی سوشل میڈیا، پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا کے ذریعہ سے غلط رُخ پیش کرکے انتشار و اختلاف کو ہوا دی جا رہی ہے۔ لبرلز کی یہ آزادی کا نعرہ در حقیقت مذہب اور جنس کی آزادی پر مشتمل ہے۔ مقصد ان کا اسلامی معاشرے سے تمام خوبیوں کو مٹانا، مادیت کے لاحاصل راستوں کو ہموار کرنا، آزادی کی حدود کو توڑنا، اخلاص اور سچائی سے ماوراء اپنے مفادات کا کلی طور پر تحفظ کرنا، ہیومن سوسائٹی کے "سیل" میں مغربی مادر پدر آزادی کے جرثوموں کو شامل کرنا اور بالخصوص اسلامی معاشروں میں تمام انسانی اوصاف حمیدہ کو وہم، کمزوری اور ناپسندیدگی کی نظر کرنا ہے۔

اپنے اس مقصد میں یہ لوگ کسی حد تک اب کامیاب ہوتے جا رہے ہیں۔ اسلام نے پاکیزہ زندگی کی فراہمی کے لیے نکاح کے معاملے کو جاری فرمایا۔ شادی کو اسلامی معاشرے میں ایک باقاعدہ درس گاہ کی سی اہمیت حاصل ہے ۔جہاں میاں بیوی میں سے ہر ایک دوسرے سے جینا سیکھتے ہیں۔ خود میں دوسرے کو برداشت کرنے کی قوت پیدا کرتے ہیں۔ خوش اسلوبی سے اختلاف رائے کو قبول کرتے ہیں۔ رواداری اور خوش رہنا سیکھ جاتے ہیں۔ برعکس اس کے مغربی معاشرے میں آزادی کو اتنا غیر ضروری فروغ دیا گیا کہ شادی کو "عظیم درس گاہ" سے فقط" ازدواجی رشتہ " میں بدل دیا گیا۔ دیگر عقود کی طرح اس کو بھی فقط ایک عقد تصور کیا جانے لگا۔

حاصل یہ ہوا کہ خاندانوں کی اہمیت باقی رہی اور نہ ہی ازدواجی زندگی کی کوئی اہمیت قائم رہی۔ طلاق جیسے نا زیبا اور حساس اسلامی مسئلے کو آزاد میڈیا کی وساطت سے صرف تین لفظی کلمہ بنا دینا بھی مغربی آزادی کے ایجنڈوں میں شامل ہے۔ اور یہ نعرہ زبانوں پر زدِ عام ہونے لگا کہ "میں طلاق یافتہ ہوں پر بہت خوش ہوں"۔ اسی فکری آزادی اور اسلام مخالف جدت پسندی کی بنیاد پر آج ملک پاکستان میں بھی طلاق کی ریشو بڑھتی جا رہی ہے۔ جس کی بابت معاشرے میں خاندانی جھگڑوں میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ لبرل ازم کے طوفان نے مسلمان کو ایسا جکڑا کہ جو

97۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح البخاری، الاخلاق، باب من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر، حدیث نمبر 6018

دنیامیں اس زمین پر سب سے مہذب تھے، آزادی کی طمع نے اِن کو طبعی طور پر اکھاڑ پھینکا۔ مرد جس کے کندھوں پر عائلی ذمہ داری عائد کی گئی تھی اِس نے متحرک ہونا ہی چھوڑ دیا، عورت نے بے خوف و خطر حجاب اتار دیا، بچوں نے والدین اور اپنے مابین تمام فاصلے ختم کر کے پسند اور ناپسند کے ہر طرح کے فیصلوں میں خود کو آزاد تصور کر لیا۔

وہ اسلامی سوسائٹی جسے تمام دنیا کے سامنے ایک مثالی معاشرے کی اصل بنیاد تصور کیا جاتا تھا اور مغربی معاشروں کی درستگی کا انحصار بھی اسلامی معاشرے ہی کی مرہونِ منت تھا، بدقسمتی سے آج اس پُر رونق معاشرے کے مضبوط قلعوں کو مسمار کر دیا جانے لگا۔ اور مسلمان "اہم ملت" سے "غیر اہم ملت" ہو کر رہ گئے۔

اسلام نہ صرف روحانیت ہے اور نہ صرف مادیت ہے، بلکہ دونوں کا حسین سنگم ہے۔ اسلام نے مادہ سے احتراز کی تاکید نہیں کہ ہے کہ انسان جوگ اور رہبانیت اختیار کر لے جیسا کہ ہندوازم، بدھ ازم اور عیسائیت وغیرہ میں ہوا، اور نہ انسانی معاشرہ کو مکمل طور پر مادیت کے حوالہ کیا گیا کہ انسان اپنی مادی خواہشات کے سامنے اپنی روحانی تقاضوں سے غافل ہو کر اپنی دنیا اور آخرت دونوں خراب کر لے، جیسا کہ آج کل مغرب کے ساتھ ہو رہا ہے۔ اسلام نے انسان کی دنیوی زندگی فلاح و ترقی میں مادیت کے کردار کو نہ صرف تسلیم کیا ہے بلکہ اسلامی نظام میں مادیت کو نہایت اعتدال و توازن کے ساتھ جگہ بھی دی ہے۔ اسلام نے کسبِ حلال کو اہم ترین فریضہ قرار دیا ہے اور تجارت، زراعت، صنعت اور ملازمت وغیرہ کے ذریعہ اپنی روزی خود کمانے کی تاکید کی ہے۔

اسلامی معاشی پالیسی کا یہ بنیادی اصول بیان کیا گیا ہے کہ دولت کی گردش پورے معاشرے میں عام ہونی چاہیے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ مال صرف مال داروں میں ہی گھومتا رہے، مال دار کا مال دن بدن بڑھتا رہے اور غریب روز بروز کنگال ہوتا جائے۔ معاش کے سلسلے میں جو چیز سب سے زیادہ اہمیت کی حامل ہے وہ سرمایہ کی گردش ہے۔ اسلام نے ایسا معاشی نظام برپا کیا کہ دولت پر بااثر لوگوں کی اجارہ داری قائم نہ رہے اور دولت کا بہاؤ امیروں کے ساتھ ساتھ غریبوں کی طرف بھی رہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ (98)

ترجمہ: تاکہ (مال) تم میں سے دولت مندوں میں نہ پھرتا رہے

برعکس اس کے لبرل ازم جس اقتصادی و معاشی نظام کا پرچار کرتا ہے وہ سرمایہ دارانہ نظام ہے۔ "سرمایہ دارانہ نظام" ایک ایسا نظام ہے جس میں ہر شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ بے روک ٹوک اپنی آمدنی مسلسل بڑھاتا چلا جائے۔ اس پر نہ اخلاقی کوئی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے مال میں غریبوں کو کچھ دے اور نہ اس پر ایسی کوئی

98۔ سورۃ الحشر: 59/7

پابندی ہوتی ہے کہ وہ غریبوں کا مال سودی اور ناجائز ذرائع سے حاصل کرنے سے گریز کرے۔ سرمادارانہ نظام میں اصل مقصود حصولِ زر ہوتا ہے، اس میں رحم دلی، حاجت بر آری اور غریب پروری کا کوئی خانہ نہیں ہے۔ اس بے قید نظامِ معیشت کا خاصہ یہ ہے کہ جب یہ اپنی انتہا کو پہنچتا ہے تو دولت ہر طرف سے کھنچ کھنچ کر صرف چند مٹھیوں میں جمع ہو جاتی ہے اور کاروبار پر ان کی اجارہ داری قائم ہو جاتی ہے اور عوام کے لیے اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں رہ جاتا کہ وہ ان مٹھی بھر سرمایہ داروں کی ملازمت کریں یا ان کے ایجنٹ بن کر ان کے کاروبار کو فروغ دیں۔

لبرل ازم کے اس اقتصادی نظام نے دولت کے حقیقی توازن کو مکمل طور پر ختم کر دیا ہے۔ اسلام کے اقتصادی نظام میں دولت کی گردش حلال اشیاء کی خرید و فروخت پر مبنی ہے۔ حرام اشیاء اور ایسی چیزوں کی خرید و فروخت جو فسادِ معاشرہ کا سبب بنیں مثلاً شراب، جواء وغیرہ حرام قرار دی گئی ہیں۔ لیکن لبرل ازم کا منظورِ نظر یہ نظام ہر طرح کی قید سے آزاد ہے اس کی بنیاد سود پر رکھی گئی، اس میں جو بھی اپنا سرمایہ لگاتا ہے تو اس کو مکمل آزادی حاصل ہے کی وہ جہاں بھی لگائے اور جس چیز کی بھی تجارت کرے۔ اس کو حکام ریاست بھی پوچھ گچھ نہیں کر سکتے۔ شتر بے مہار صفت کے مالک اِس نظام کا خمیر ہی بخل و حرص پر مبنی ہے۔ اس میں نہ رشتوں کی کوئی تقدیس و احترام باقی رہتا ہے اور نہ انسان میں کوئی ہمدردی کا پہلو باقی بچتا ہے اس لیے آج یورپ کی اندھی تقلید کرتے ہوئے اس نظام کی حمایت اور مکمل تائید کر کے اس کو رائج کرنے کی کوشش ملک پاکستان کے لئے مستقل ایک بہت بڑا خطرہ ہے۔

فصل چہارم: اسلامی ممالک پر لبرل ازم کے اثرات

لبرل ازم کے منفی اور مثبت پہلو

آمریت پر مبنی مطلق العنان حکمرانی کے مخالف کی حیثیت سے لبرل ازم عوام پر زور دیتا ہے کہ ڈکٹیٹر شپ (آمریت) کے سامنے مقاومت کریں۔ لبرل اس نظریئے کے قائل ہیں کہ انسان پر لازم ہے وہ مطلق العنان طرز حکمرانی کے ہاتھوں مغلوب نہ ہوں۔ اس لحاظ سے یہ مکتب قابل تعریف ہے۔

لبرل ازم اجتماعی یا طبقاتی آمریت کی نفی کرتا ہے (حالانکہ مارکس ازم، اجتماعی، طبقاتی آمریت کا طرفدار ہے)۔ لبرل ازم معاشرے میں انسان کی انفرادی شناخت کی تحلیل کو مسترد کرتا ہے اور اس تصور کو بھی مسترد کرتا ہے کہ انسان میکانیکی انداز میں بے ارادہ و بے اختیارانہ آگے کی سمت حرکت کرتا ہے۔ لبرل ازم کا یہ پہلو بھی تعریف کے لائق ہے۔ طبقاتی آمریت (کلاس ڈکٹیٹر شپ) اور فرد پر معاشرے کی مطلق حکمرانی (تسلط) کی یہ تردید و نفی اور یہ حقیقت کہ لبرل ازم انسان کو حرکت و انتخاب کی آزادی فراہم کرتا ہے، اس ترغیب کے ساتھ کہ وہ درپیش صورتحال کے ہاتھوں مغلوب ہوئے بغیر اپنی عقل سلیم پر اعتماد کرتے ہوئے ترقی کرے، پیش رفت کرے اور اپنی دنیا کو تعمیر و منظم کرے۔ (لبرل ازم کا یہ پہلو) انسان کے چھپے ہوئے ٹیلنٹ (فطری صلاحیت) کو جلا بخشتا ہے۔ لبرل ازم کی یہ خاصیتیں مجبور کر دیتی ہیں کہ جہاں تک فقط ان صفات کا تعلق ہے، اس نظریے کی تعریف کی جائے۔

اقتصادیات کے میدان میں لبرلسٹ نظریہ جو آزادی انسان کو عطا کرتا ہے، وہ بھی ایک قابل تحسین پہلو ہے۔ فردی (انفرادی) مالکیت پر زور کے ساتھ لبرل ازم انسان پر زور دیتا ہے کہ بلا روک ٹوک فروختنی مال کی پیداوار میں مصروف رہے اور پھر اپنی محنت کے ثمر کو فروخت کرے۔ (لبرل ازم) مزید اس فکر کی توثیق کرتا ہے کہ فروختنی مال کی پیداوار، تقسیم اور طلب و رسد میں ان کی یہ آزادی معاشرے کی اقتصادی نمو (افزائش) میں ان کی شرکت و تعاون کا ذریعہ اور اقتصادی ترقی میں انسان کے بڑھتے ہوئے کردار کے لئے زمین تیار کرنے کا ذریعہ بنے گی۔

آزاد خیالی کی بدولت اگرچہ مغربی معاشرے نے بے حد ترقی کی لیکن بعد میں یہ ہر طرح کی پابندی کے خلاف ایک تحریک بن گئی جو بحرحال مستحسن قدم نہیں تھا۔ فلسفہ الحاد نے جس برق رفتاری سے دنیا میں ترقی کی، اس کی بڑی وجہ آزاد خیالی ہے۔ آغاز میں تو اس تحریک نے محض اس لئے سر اٹھایا تھا کہ اس کے ذریعے عوام کے ذہنوں کو مذہب کے ناروا بندھنوں اور نام نہاد حدود و قیود سے آزاد کرایا جائے مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس آزاد خیالی نے ذہنی انارکی کی شکل اختیار کر لی اور اب روشن خیالی کے یہ معنی قرار پائے کہ انسان کو ہر قسم کی پابندی سے آزاد

ہونا چاہئے۔ خواہ وہ مذہب کی عائد کردہ ہو یا سماج کی۔ اس آزاد خیالی کی عملی انتہا یہ تھی کہ ہر وہ چیز جو پہلے سے چلی آتی ہو، چاہے اپنے اندر صداقت و افادیت کے کتنے ہی پہلو رکھتی ہو، اسے بہر حال رد کر دینا اور اس کے مقابلے میں کوئی انوکھی اور نئی بات کہنا ہی روشن خیالی کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اَجمعین تابعین اور تبع تابعین رحمھم اللہ تعالیٰ اور ان کے بعد صدیوں تک مسلمانوں کے اندر ایمان کی محبت اتنی گہری تھی کہ وہ شریعتِ مطہرہ کے بتائے ئے احکام و مسائل کے علاوہ غیر مسلموں کے طور طریقوں کو بالکل قبول نہیں کرتے تھے۔ بلکہ ان کی نظر میں غیر مسلموں کے تمام طور طریقے جہالت، حقارت اور ضلالت و پستی پر ہی مبنی تھے۔

لیکن گزشتہ چند صدیوں سے مسلمانوں نے اپنے معاملات میں اسلام سے اعراض شروع کر دیا ہے، اور خصوصا عصرِ حاضر میں مسلمانوں کی حالت مکمل طور پر بدل گئی ہے۔ مسلمان اسلام سے بہت زیادہ دور ہو چکے ہیں اور تباہی کے دہانے تک پہنچ گئے ہیں۔ اسلام صرف چند تصورات کا مجموعہ بن گیا ہے۔ یورپ کے تباہ کن اور جہالت پر مبنی افکار و نظریات کی طرف مسلمان متوجہ ہوگئے ہیں، مسلمان حکمران اور عوام کا رجحان یورپ کی طرف ہو گیا ہے، جس کی وجہ سے یورپ کے لبرل نظریات و افکار مسلمانوں کے اندر بھی پیدا ہو گئے ہیں۔

دورِ حاضر کے مسلمانوں کی سوچ یہ ہے کہ موجودہ دور کے مسائل کو حل کرنے اور دور جدید وسائل سے استفادہ کرنے کے لیے اسلامی رہنمائی ناکافی ہے، بلکہ اس دور میں ان نئے نظریات و افکار کو اپنا کر ہی دنیا کے مسائل کا مقابلہ اور دنیا کے وسائل کو اپنے استعمال میں لا سکتے ہیں، جن کو یورپ نے اپنایا ہے، اسی بات کو بنیاد بنا کر کر اسلامی قوانین میں اصلاح کے نام پر تحریکیں کی چلائی گئیں، جن کی آڑ میں لبرل نظریات نے مسلم ممالک میں اپنی جگہ بنائی، وہ مسلم ممالک جو ان نظریات سے متاثر ہوئے، ان میں سے چند ایک کا تعارف مندرجہ ذیل ہے۔

۱۔ ترکی

۲۔ مصر

۳۔ پاکستان

ترکی میں لبرل ازم کی ابتداء

سن 1255ھ ہجری (1839ء) میں ترکی(99) کے بادشاہ عبد الحمید (100) نے ترکی کے عوام کے لئے ایک سرکاری پیغام جاری کیا، جس میں اس نے اس بات کو ذکر کیا ترکی کے عوام کو اس بات کا علم ہے کہ ترک حکومت کی ابتدا قرآن مجید کے احکام اور شرعی قوانین سے ہوئی، اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ترکی بلند، ترقی یافتہ اور طاقتور ریاست بنی، جس کی وجہ سے ترکی کی عوام خوشحالی کے انتہا تک پہنچی، لیکن اب ڈیڑھ سو سال کا عرصہ گزر گیا ہے، حالات بدل گئے ہیں، عوام شریعتِ مطہرہ کی اطاعت و فرماں برداری نہیں کر رہی ہے، جس کی وجہ سے مسائل اور مصائب بہت زیادہ ہو گئے ہیں،۔

اسی وجہ سے ترکی کی شان وشوکت اور طاقت و قوت کمزور ہو گئی، اور خوشحالی بدحالی میں تبدیل ہو گئی۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ کچھ ایسے جدید قوانین تیار کیے جائیں، جن کی وجہ سے ترک مملکت کا نظام بہتر چلایا جا سکے، تاکہ ان قوانین کے ذریعے ترکی کی عوام کی جان ومال اور عزت و آبرو کی حفاظت کی جا سکے، اور ملکی خدمت گار فوج کا طریقہ کار متعین کیا جائے، اور خراج کی مقدار مقرر کی جائے تاکہ ایک فلاحی ریاست بن سکے۔(101)

یہ بات حقیقت پر مبنی ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مسلمان اسلامی قوانین پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے اور اسلامی قوانین کو جدید حالات اور واقعات پر منطبق نہ کرنے کی وجہ سے سے کافی کمزوری کا شکار ہو چکے تھے، جس کی وجہ سے اصلاح کی بے حد ضرورت تھی، اور اس بات کی ضرورت تھی کہ نئے حالات اور نئے واقعات کے مطابق قرآن وحدیث سے رہنمائی حاصل کی جائے، لیکن بدقسمتی سے اصلاح کا نعرہ لگا کر شریعتِ مطہرہ کو مٹانے کی کوشش کی گئی ، اصلاح کا یہ نعرہ لگتا رہا، یہاں تک کہ وہ ترک نوجوان جو یورپ میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے گئے

99۔ ترکی کا سرکاری نام "ترکیہ جمہوریہ" ہے ، یہ ایک یوریشیائی مملکت ہے، یعنی مغربی ایشیا کے جنوب میں جزیرہ اناطولیہ اور مشرقی یورپ کے جنوبی علاقہ بلقان تک پھیلا ہوا ہے۔ ترکی ایک جمہوری ملک ہے، جس کا سیاسی نظام 1923 میں میں تشکیل دیا گیا۔

100۔ عبد الحمید ثانی 21 ستمبر 1842 کو توپ کاپی میں پیدا ہوئے۔ وہ سلطان عبد المجید اول کے بیٹے تھے۔ ان کی والدہ کی وفات کے بعد ان کی سوتیلی والدہ نے اپنا منہ بولا بیٹا بنالیا۔ وہ ایک ہنر مند بڑھئی تھے اور انہوں نے ذاتی طور پر کچھ اعلی معیار کا فرنیچر تیار کیا تھا، جسے آج استنبول کے یلدز محل، سیل کوسکو اور بیلیربی محل میں دیکھا جاسکتا ہے۔ 31 اگست 1876ء سے 27 اپریل 1909ء تک خلافت عثمانیہ کی باگ ڈور سنبھالنے والے سلطان تھے۔ وہ سلطنت عثمانیہ کے 34ویں فرماں روا تھے۔ (.com/biography/Abdulhamid-II)

101۔ ندوی، سید، ابوالحسن علی، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کش مکش، ص، ۵۴

تھے۔وہاں سے ایک مستقل لبرل فکر و نظریہ لے کر آئے، اس طرح اصلاح کے لفظ پر وہ تعلیم یافتہ نوجوان قابض ہوگئے، جنہوں نے یورپ سے تعلیم حاصل کی تھی، اور ان کے اذہان و قلوب میں لبرل افکار و نظریات راسخ ہو گئے تھے، جنہوں نے اصلاح کے نام پر اپنی مرضی کے مطابق حدبندیاں لگانی شروع کیں، اور آخرکار اسلام کو چھوڑ کر اپنا من مانا نظام اور قانون بنانے لگے، کیونکہ ان نوجوانوں کے دلوں میں میں انگریزوں کے افکار و نظریات کی بڑی قدر و قیمت تھی، اور پھر اصلاح کے نام پر انقلابی تحریک کا آغاز ہوا، جس نے ملکی قوانین میں اصلاح کا مطالبہ کیا، اس تحریک کے قائدین اس بات کے قائل تھے کہ ملک کے اندر ایک نیا جمہوری اور دستوری نظام قائم کیا جائے، ان کے سیاسی نظریات متعدد تھے، جن کے کا بنیادی ہدف دین و مذہب سے آزاد نئے قوانین بنانا تھا۔(102)

مصر میں لبرل ازم کی ابتداء

مصر کا پورا نام عرب جمہوریہ مصر (عربی میں جمہوریہ مصر العربیہ) ہے، یہ براعظم ایشیا میں ایک جزیرہ نما ملک ہے، جو براعظم افریقہ کے شمال مغرب میں واقع ہے، مصر کا رقبہ 1,001,450 مربع کلومیٹر ہے، مصر کے شمال مشرق میں اسرائیل اور اور غزہ پٹی واقعہ ہے، اور جنوب میں سوڈان، شمال میں بحیرہ روم، مشرق میں بحیرہ احمر اور خلیج عقبہ اور مغرب میں لیبیا واقع ہے۔

مصر تاریخی اعتبار سے بہت پرانا ملک ہے، اس کی تاریخ کی ابتداء قبل از مسیح سے ہوتی ہے، اور اس کو ثقافت کا گہوارہ بھی سمجھا جاتا ہے، پرانا مصر عیسائیت ایک اہم مرکز تھا، لیکن ساتویں صدی عیسوی کے بعد مصر میں مسلمان آباد ہونا شروع ہوئے، اور آہستہ آہستہ مصر میں مسلمانوں کی اکثریت ہوگئی، اب بھی وہاں پر عیسائی موجود ہیں، لیکن وہ اقلیت میں ہیں۔(103)

محققین اس بات کے قائل ہیں کہ مصر میں ترکی سے بھی پہلے یورپ نے اپنے قدم جمانا شروع کر دیے تھے، اور مصری عوام ان کے لبرل افکار و نظریات سے متاثر تھیں، خدیوں اسماعیل(104)یورپ کا ہمنوا تھا، اس کی سیاست کی بنیاد یہی تھی کہیورپ کو مصر کے معاملات میں مداخلت کی آزادی حاصل ہو جائے، تاکہ یورپ مصر پر قبضہ

102۔ سفر بن عبد الرحمٰن ، سیکولرازم آغاز اور ارتقاء۔(مترجم: محمد زکریا رفیق) بیت الحکمت، لاہور، ص429-430

103۔ britannica.com/place/Egypt

104۔خدیوں اسماعیل نے 1863ء سے لے کر 1879ء تک مصر پر حکومت کی ہے، اس کے دورِ حکومت میں مصر میں بنک قائم ہوئے، تجارت کے نئے نظام کو رائج کیا گیا، ان ہی کے دور میں نہر سویز بھی تعمیر کی گئی۔

کر لے، مصر پر قبضہ کرنے کے ساتھ ہی کرومر (105) اپنے ناپاک ارادے اور منصوبے مصر لے کر آیا، تاکہ وہ ان منصوبوں کے ذریعے اسلام کو مصری عوام کی زندگی کے تمام شعبوں سے بے دخل کر سکے، اس بات میں کوئی شک نہیں کہ یہ سارا کام کام کرومر یا اس جیسے دوسرے اسلام مخالف لیڈر کے بس میں نہیں تھا، یہ ہمارے حکمران ہی تھے، جنہوں نے رضاکارانہ طور پر ان لبرل افکار و نظریات کے قائل لوگوں کو راستہ دیا۔(106)

حزب وطنی مصر کی ایک سیاسی اور اہم جماعت ہے، اس نے اپنے ایک سیاسی پروگرام میں سن 1882ء میں اعلان کیا کہ حزب وطنی ایک ایسی سیاسی جماعت ہے، جس کا دین و مذہب کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، بلکہ یہ تو مختلف مذاہب و عقائد کے افراد سے مل کر بنی ہے، اگرچہ اس میں زیادہ تر مسلمان شامل ہیں، کیونکہ مصر میں 90 فیصد مسلمان رہتے ہیں، لیکن مصر میں رہنے والے یہودی، عیسائی اور مصر کی سرزمین میں رہنے والے تمام اقلیتی لوگ بھی اس سیاسی تنظیم میں داخل ہو سکتے ہیں، کیونکہ اس جماعت کا نظریہ اور فکر یہ ہے کہ تمام انسان آپس میں میں بھائی ہیں، تمام کے مذہبی اور سیاسی حقوق برابر ہیں، یہ تنظیم انسانوں کے عقائد کے اختلاف پر توجہ نہیں دیتی۔

اسی طرح حب وطنی کے ایک لیڈر نے کہا کہ ہماری اس تحریک کا بنیادی اور مرکزی مقصد یہ ہے کہ مصر کو سوئزرلینڈ کی طرح ایک لبرل ملک بنایا جائے، لیکن ہم نے دیکھا کہ مصر کے علماء یہ بات ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں، کیونکہ وہ موجودہ زمانے سے بہت پیچھے رہ چکے ہیں، ان کی سوچ فکر بہت پرانی ہے، لیکن مرتے دم تک ہم اپنی کوشش جاری رکھیں گے۔

ایک مسلم سیاسی تحریک کے انہی باتوں کو سن کر کرومر کو بھی حوصلہ ملا، تو اس نے بھی کہا کہا سلام دین اور عقیدے کے اعتبار سے ایک کامیاب لائحہ عمل دیتا ہے، لیکن اجتماعی نظام کا کوئی فلسفہ اور اس کے بارے میں قوانین و

105۔ اس کا اصل نام بیئرنگ ایولن ہے انہوں نے وڑوچ میں ملٹری اکیڈمی میں تعلیم حاصل کی، کرومر جی سی بی او ایم جی سی ایم جی کے سی ایس آئی سی آئی ای پی سی ایف آر ایس (26 فروری 1841 سے 29 جنوری 1917) کا پہلا ارل، ایک برطانوی ماہر، سفارتکار اور نو آبادیاتی منتظم تھا۔ وہ 187 کے دوران مصر میں برطانوی کنٹرولر جنرل تھا، جو بین الاقوامی کنٹرول کا ایک حصہ تھا جس نے 1876 کے مصر کی دیوالیہ پن کے بعد مصری مالی معاملات کی نگرانی کی۔ بعد میں وہ 1883 سے 1907 تک 'عربی بغاوت' کے ذریعہ برطانیہ کے قبضے کے دوران مصر میں ایجنٹ اور قونصل جنرل بنے۔(mimirbook.com/ur)

بیرنگ کے پروگراموں کی وجہ سے کچھ علاقوں میں مصر میں معاشی ترقی محدود ہوگئی، لیکن نقد فصلوں اور ساختی ترقیاتی ترقی پر انحصار کو گہرا کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی بہت سی معاشرتی پیشرفتوں (جیسے ریاستی اسکول کا نظام) کو بھی پسپا کر دیا گیا۔ ان کی پالیسیاں نو آبادیاتی "گورے آدمی کے بوجھ" رویوں کی نمائندہ سمجھی جاتی ہیں۔۔

106۔ سیکولرازم آغاز، ارتقاء، سفر بن عبد الرحمٰن (مترجم: محمد زکریا رفیق)، ص 435-436، بیت الحکمت، لاہور

قواعد اسلام میں موجود نہیں ہیں، اس اعتبار سے اسلام ناکام ہے، لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ ایسے قواعد اور قوانین وضع کیے جائیں، جو مسلمانوں کو یورپ کے برابر لا کر کھڑا کر دیں۔

اسی طرح دوسرے مقام پر وہ کہتا ہے کہ وہ مسلمان جو یورپی اخلاق وعادات سے واقف نہیں ہیں، وہ مصر کی حکومت چلانے کے قابل نہیں ہیں، لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ مصر کے حکمران اور وزیر یورپ کے تربیت یافتہ ہوں، انہی باتوں کو سن کر مصر کے روشن خیال اور لبرل افکار و نظریات کے حامل لوگوں نے ایسے علماء کا تعاون حاصل کیا، جو دین سے بیزار اور روشن خیالی اور لبرل ازم کے حامل تھے، اور ان کی وجہ سے ان کی اصلاحی تحریک کو سرپرستی اور حوصلہ افزائی ملی، اور مصر میں لبرل ازم کی راہ ہموار ہوئی۔(107)

مملکت اسلامی پاکستان میں لبرل ازم

پاکستان کا پورا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے، یہ ایک خود مختار اسلامی مملکت ہے، اس کی آبادی تقریبا 22 کروڑ ہے، یہ آبادی کے لحاظ سے دنیا کا پانچواں بڑا ملک ہے، اس کا رقبہ 796,095 مربع کلو میٹر ہے، اور یہ دنیا کا رقبے کے لحاظ سے 33واں بڑا ملک ہے، اس کے جنوب میں بحیرہ عرب، مشرق میں بھارت، مغرب میں ایران اور افغانستان اور شمال مشرق میں چین واقع ہے۔(108)

موجودہ پاکستان دنیا کے اس علاقے میں واقع ہے، جس میں دنیا کی قدیم مہر گڑھ(109)اور سندھ(110)کی وادی کی تہذیبیں واقع تھیں، پاکستان کا نظام وفاقی، پارلیمانی جمہوری ریاست کے مطابق چلتا ہے، اس کے چار صوبے ہیں، اس ملک میں مختلف اقوام پر مشتمل لوگ رہتے ہیں، طاقت کے اعتبار سے پاکستان دنیا کی ایک اہم طاقت ہے، کیونکہ اس کی فوج کا شمار دنیا کی بڑی افواج میں ہوتا ہے، یہ اسلامی دنیا کا واحد ملک ہے، جس کے پاس ایٹمی طاقت ہے۔

یہ بات حقیقت پر مبنی ہے کہ پاکستان میں اس بات کے حامی افراد کی تعداد بہت زیادہ ہے، کہ پاکستان ایک اسلامی اور مذہبی مملکت ہے، وہ لوگ اپنے اس بات کی تائید میں کہتے ہیں کہ پاکستان بنانے کا مقصد صرف مسلمانوں

107۔ایضا

108.Gateway of Pakistan(www.pakistan.gov.pk)

109۔ مہر گڑھ علم الآثار میں جدید زمانہ پتھر کا ایک اہم مقام ہے جو آج کل بلوچستان، پاکستان میں واقع ہے۔ معلوم تاریخ کے حساب سے یہ جنوبی ایشیا کا پہلا علاقہ ہے جہاں گندم اور جو کی پہلی بار زراعت کی گئی اور جانوروں کو پالنے کے بارے میں پتہ لگتا ہے۔

110۔سندھ پاکستان کے چار صوبوں میں سے ایک صوبہ ہے، جو برِصغیر کے قدیم ترین تہذیبی ورثے اور جدید ترین معاشی و صنعتی سرگرمیوں کا مرکز ہے۔ سندھ پاکستان کا جنوب مشرقی حصہ ہے۔ سندھ کی صوبائی زبان سندھی اور صوبائی دارالحکومت کراچی ہے۔

کے لیے ایک الگ اور اسلامی ریاست کا حصول تھا، یعنی پاکستان دو قومی نظریے کی بنیاد پر وجود میں آیا، جبکہ اس کے برعکس کچھ لوگ اس بات کی نفی کرتے ہیں، وہ اس بات کے قائل ہیں کہ پاکستان اس لیے بنایا گیا تھا کہ وہاں پر روشن خیالی اور آزاد خیالی سے نئے قوانین اور قواعد کے مطابق زندگی گزاری جا سکے۔

پاکستان اسلامی دنیا کا ایک ایسا ملک ہے جس میں میں شروع سے ہی ایسے لوگ موجود رہے ہیں، جو لبرل افکار و نظریات کے حامی تھے، یہی وجہ ہے کہ جب سنہ 1979ء میں حدود کے متعلق قوانین کو نافذ کیا گیا، تو ایسے بہت سے خواتین و حضرات سامنے آئے، جنہوں نے ان اسلامی قوانین پر ایسے اعتراضات کیے، جو ایک مسلمان نہیں کر سکتا۔

حدود کے متعلق قوانین کو نافذ کرنے سے پہلے پاکستان کے فوجداری قوانین میں اگر مرد اور عورت باہمی رضامندی سے زنا کریں، تو ان کا ایسا کرنا جرم نہیں تھا، اسی طرح اگر زنا کے ارتکاب کرنے والے (مرد و عورت) شادی شدہ ہو، اور ان دونوں کے زوجین کو ان کے اس فعل پر کوئی اعتراض نہ ہو، تو انگریزی قوانین کے مطابق یہ بھی جرم نہیں تھا۔

جب ان قوانین کی اصلاح کی گئی اور اور اسلامی قوانین کے مطابق حدود کے قوانین کو نافذ کیا گیا، اور مرد اور عورت دونوں کو بدکاری کی صورت میں مجرم قرار دیا گیا، تو لبرل افکار و نظریات کے حامل مرد و خواتین نے کہا کہ یہ قوانین ظلم و زیادتی پر مبنی ہیں۔

اس طرح کے اور اعتراضات بھی دوسرے قوانین پر ان کی جانب سے کیے گئے، لیکن اسلامی قوانین کو نافذ کرنے کے بعد یہ بات واضح ہو گئی کہ پاکستان کے اندر ایسے لوگ بھی موجود ہیں، جو لبرل افکار و نظریات کے حامی ہیں، اور جس طرح اسلامی حدود وغیرہ کے قوانین پر ایک مغربی مفکر اور اقلیتی رہنما اعتراض کر کے لبرل قوانین کا دفاع کر رہا ہے، اسی طرح کچھ مسلمان جو مغربی تعلیم یافتہ ہیں، وہ بھی ان قوانین کا دفاع کر رہیں۔(111)

لبرل ازم کے اسلامی ممالک پر اثرات

لبرل ازم نے وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ اسلامی ممالک پر بہت سے اثرات مرتب کیے ہیں، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ لبرل ازم نے اسلامی ممالک میں رہنے والے مسلمانوں کے نظریات، معیشت اخلاق، سیاست اور معاشرت یعنی ہر شعبے پر حملہ کیا ہے، جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

111۔ شبیر احمد، سیکولر ازم اور اسلام، ص55-56

1۔عقائد و نظریات

2۔سیاست

3۔اخلاق اور معاشرتی زندگی

4۔معیشت

1۔عقائد و نظریات پر اثرات

لبرل افکار اور نظریات کے حامل لوگوں نے مسلمانوں کے عقائد یعنی توحید، رسالت، اور قیامت وغیرہ کے بارے میں شبہات پیدا کرنے کی کوشش کی، یہاں تک کہ اللہ تعالی کے وجود کا انکار کر دیا، اور انبیاء اور رسل کی تاریخ کا بھی انکار کیا، اور آخرت کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کیلئے مختلف قسم کے سوالات کیے البتہ عقائد میں شکوک وشبہات پیدا کرنے میں ان کو کوئی خاص کامیابی نہیں ملی، کیونکہ اسلامی عقائد ایسے ہیں، جن کو دنیا کے مشاہدات وتجربات کی مدد سے نہ ثابت کیا جاسکتا ہے، اور نہ ہی ان کا انکار کیا جاسکتا ہے، جبکہ لبرل افکار و نظریات کی بنیاد ہی مادی دنیا ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ عیہ وسلم کا انکار بھی لبرل افکار و نظریات کے حامل لوگ نہیں کر سکے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کی تاریخی حیثیت کو چیلنج کرنا اور دلائل سے مقابلہ کرنا ان کے لیے ناممکن تھا، تو ان لوگوں نے آپ علیہ السلام کی ذات پر نعوذ باللہ حملہ کرنے کی ایک اور راہ نکالی، کچھ علمی بد دیانت لبرل افکار اور نظریات کے حامل لوگوں نے من گھڑت روایات کو بیان کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی ،لیکن ان کو کوئی خاص کامیابی نہیں ملی، کیونکہ مسلم علماء کرام نے ان من گھڑت روایات کا تاریخی اور علمی دونوں اعتبار سے سے جواب دیا، جس کو کچھ انصاف پسند لبرل حضرات نے تسلیم کیا، یہی وجہ ہے کہ کچھ لبرل محققین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کی عظمت کا اعتراف بھی کیا ہے۔(112)

2۔سیاست پر اثرات

عقائد و نظریات کے بارے میں تو یہ کہنا جائز ہے کہ لبرل افکار کے حامل لوگ مسلمانوں کے عقائد اور نظریات کو تبدیل کرنے میں ناکام رہے، مگر اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ اسلامی ممالک میں معاشی، اخلاقی اشرتی اور سیاسی میدانوں میں مغربی لبرل مفکرین کو بڑی کامیابی ملی ہے، وہ سیاسی میدان میں کافی حد تک اپنے افکار و

112۔ مبشر نذیر، الحاد کے مغربی اور مسلم معاشروں پر اثرات، دار التحقیق، جامعہ کراچی، 2016ء، ص16۔17

نظریات کو پھیلانے میں کامیاب ہوئے ہیں، ان کے افکار و نظریات یہ تھے کہ مذہب کو مسجد یا گرجا گھر تک محدود رکھا جائے، اور زندگی کے تمام معاملات انسان کی عقل کی بنیاد پر چلائے جائیں، مذہبی تعلیمات کا اس میں کوئی حصہ نہ ہو۔

اسلامی ممالک میں سے کچھ ممالک جیسے ترکی اور مصر وغیرہ نے تو لبرل افکار و نظریات کو کھلے عام اپنایا، لیکن زیادہ تر اسلامی ممالک میں لبرل افکار و نظریات اور اسلامی قواعد و قوانین کو ملا کر نئے قوانین بنانے کی کوشش کی گئی، اور بہت سارے اسلامی ممالک کے سیاسی نظام کو لبرل افکار و نظریات نے متاثر کیا ہے، اور انہوں نے اسلامی سیاسی نظام کو چھوڑ کر جمہوری سیاسی نظام کو اپنایا، حالانکہ موجودہ دور میں جمہوریت کے نام پر مسلم ممالک میں جو سیاسی نظام رائج ہے، یہ بھی لبرل افکار و نظریات کے حامل لوگوں کا دیا ہوا نظام ہے، اگرچہ ظاہری طور پر جمہوریت اسلام کے خلاف نہیں ہے، کیونکہ جس طرح جمہوریت میں شوریٰ اور رائے کی آزادی کو اہمیت حاصل ہے، اسی طرح اسلام میں بھی آزادئ رائے اور شوریٰ کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔

لیکن موجودہ دور میں جمہوری نظام کی بنیاد جن نظریات و افکار پر ہے، وہ وہ لبرل افکار و نظریات ہیں، کیونکہ کہ جمہوری نظام میں حاکمیت جمہور کو حاصل ہے، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی بھی ملک میں رہنے والے عوام کی اکثریت جس قانون اور فیصلے کی حمایت کرے گی، وہی فیصلہ اور قانون اس ملک میں نافذ کر دیا جائے گا اگرچہ وہ فیصلہ مذہب اور دین کے خلاف کیوں نہ ہو، جیسا کہ آج کل مغرب میں ایسا ہی ہوتا ہے، وہ اپنے دین و مذہب کی خلاف ورزی کرتے ہوئے، نظر آتے ہیں، اور اپنے عوام کے اکثریت کے رائے اور ان کو راضی کرنے کی وجہ سے انہوں نے ہم جنس پرستی، سود خوری، سیکس اور شراب وغیرہ جیسی حرام چیزوں کو حلال قرار دیا ہے۔

جبکہ اسلام جمہوریت کے اس اقتدارِ اعلی کے نظریے کی مخالفت کرتا ہے، اسلام کا حکم یہ ہے کہ حاکمیتِ اعلی جمہور کو حاصل نہیں، بلکہ حاکمِ اعلیٰ صرف اللہ تعالی کی ذات ہے، اسلام کے مطابق اللہ رب العزت کے علاوہ کسی اور کو اقتدار اعلی ماننا اور تسلیم کرنا شرک کرنے کے مترادف ہے، البتہ جن امور میں اللہ تعالی کی طرف سے کوئی واضح ہدایت موجود نہیں ہے، وہاں اسلام میں بھی عوام کی اکثریت کے مشورے کے مطابق فیصلہ کرنا جائز ہے، اور ایسے موقع پر اقلیت کی رائے کو اکثریت کی رائے کے خلاف نافذ کرنا ناجائز اور حرام ہے۔ اسلام مسلمانوں کو یہ حکم بھی دیتا ہے کہ وہ ہر کام کو طے کرنے سے پہلے مشورہ کیا کریں، جیسا کہ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں ایمان والوں کی صفت بیان فرمائی ہے۔﴿وَ اَمۡرُہُمۡ شُوۡرٰی بَیۡنَہُمۡ ۪﴾ (113)

113۔ سورۃالشوریٰ:42/38

ترجمہ: اور ان کے کام آپس کے مشورے سے طے پاتے ہیں۔

3۔اخلاق اور معاشرتی زندگی

لبرل ازم کے افکار و نظریات نے اسلامی ممالک میں جس چیز کو سب سے زیادہ متاثر کیا ہے، اسلامی ممالک کے مسلمانوں کے اخلاق اور ان کا معاشرتی نظام ہے، کیونکہ یہ بات حقیقت پر مبنی ہے کہ عصرِ حاضر میں لبرل ازم افکار و نظریات کے فروغ کے لیے اسلامی ممالک میں یہ بات عام کی جا رہی ہے کہ انسان خود مختار اور آزاد ہے، وہ صرف انہی قوانین اور ضوابط کا پابند ہے جو اس کی آزادی کے خلاف نہ ہوں، اور وہ مذہبی اور ملکی قوانین جو اس کی آزادئ رائے کے خلاف ہیں، وہ ان کا پابند نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ آج کل ہمارے معاشرے میں بہت سے غیر اخلاقی اور غیر اسلامی معاشرتی افعال و امور اور سرزد ہو رہے ہیں، جن کے بارے میں ہمیں ٹی وی، ریڈیو اور اخبارات وغیرہ کے ذریعے علم ہوتا ہے، جن میں سے چند غیر اخلاقی اور غیر اسلامی معاشرتی امور مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ دولت کو حاصل کرنے کے لیے اپنے بوڑھے رشتے دار کو زہر دے کر قتل کر دیا جاتا ہے۔

2۔ جنسی تسکین کے لیے بچوں اور بچیوں کو اغوا کر کے زیادتی کرنے کے بعد ان کو قتل کر دیا جاتا ہے۔

3۔ یتیم بھانجے، بھانجیوں یا بھتیجے، بھتیجیوں کا مال ماموں یا چچا ہڑپ کر جاتا ہے۔

4۔ جائیداد میں بہن، بیٹی کو محروم رکھا جاتا ہے، یا کوئی الزام لگا کر قتل کر جاتا ہے۔

5۔ کھانے پینے کی اشیاء اور ادویات میں ملاوٹ کر کے تجارت کی جاتی ہے۔

6۔ مشکل حالات اور ضرورت کے وقت ذخیر اندوزی یا اشیاء کی قیمت زیادہ کر دی جاتی ہے۔

7۔ جرم کرنے کے بعد رشوت دے کر اپنے آپ کو چھڑا دیا جاتا ہے۔

یہ چند وہ مثالیں ہیں، جن کا ہم وقتاً فوقتاً مشاہدہ کرتے ہیں، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم درندوں کے معاشرے میں زندگی بسر کر رہے ہیں، اور ایسے واقعات مغربی ممالک کے بجائے، اسلامی ممالک میں زیادہ پیش آرہے ہیں، کیونکہ اسلامی ممالک میں لبرل افکار و نظریات کے حامل لوگوں نے مسلمانوں کے اخلاق اور معاشرت پر خصوصی طور پر حملہ کیا ہے، اور مسلمانوں کو کو اسلامی تعلیمات و احکامات سے غافل کر دیا ہے، اور ان کے ذہن میں یہ بات ڈال دی ہے کہ آپ آزاد ہو، یہ بات حقیقت پر مبنی ہے کہ جب انسان کے ذہن میں یہ بات راسخ ہو جائے، کہ وہ ان مذہبی و حکومتی قوانین کا پابند نہیں ہے، جو اس کی آزادی کی راہ میں روکاوٹ بنتے ہیں، تو ان سے غیر مذہبی اور غیر معاشرتی افعال کا صدور ہو گا۔

اسی لیے موجودہ دور میں ہماری اخلاقی اور معاشرتی زندگی تباہ ہو کر رہ گئی ہے، اور ایسے لوگوں کی وجہ سے ہمارے معاشرے میں بڑوں کی عزت، چھوٹوں پر شفقت اور عورتوں کے تحفظ جیسے بہترین اخلاقی صفات سے ہمارا معاشرہ محروم ہو چکا ہے۔(114)

4۔ معیشت پر اثرات

لبرل ازم نے دو معاشی نظام متعارف کروائے ہیں۔

1۔ سرمایہ دارانہ نظام (کیپیٹل ازم)

2۔ اشتراکیت(115)(کمیونزم)

1۔ سرمایہ دارانہ نظام(Capitalism)

سرمایہ دارانہ نظام اصل میں جاگیر دارانہ نظام کی جدید شکل ہے، جس نے جاگیر دارانہ نظام میں تھوڑی سی بہتری لائی ہے، اس نظام میں تجارتی مارکیٹ کو مکمل آزادی حاصل ہوتی ہے کہ وہ جس طرح چاہے اور جتنا چاہے دولت کمائے، اس صورت میں جس شخص کے پاس جتنے دولت کمانے کے زیادہ مواقع واسباب ہوں گے، وہ اتنا امیر ہو تا جائے گا، اور جس کے پاس جتنے کم وسائل ہوں گے، وہ اتنا ہی غریب ہو تا جائے یا گا، مزہب یا حکومت کو تجارتی معاملات میں مداخلت کرنے کی کوئی اجازت نہیں ہوتی۔(116)

2۔ اشتراکیت(Communism)

اشتراکیت میں انسان کی انفرادی ملکیت کی نفی کی جاتی ہے، اور تمام وسائل وذرائع پیداوار یعنی صنعت، تجارت اور کان کنی وغیرہ حکومتِ وقت کے کنٹرول میں ہوتے ہیں، ساری عوام ہر معاملے میں اپنی حکومت کے قوانین اور فیصلوں کی پابند ہوتی ہے، اور حکومت کمیونسٹ پارٹی کے رہنماؤں پر مشتمل ہوتی ہے۔(117)

یہ بات حقیقت پر مبنی ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام اور اشتراکیت دونوں ایسے نظام ہیں، جنہوں نے معیشت کو تباہ کیا ہے، کیونکہ ایک میں ملک کا امیر اور دولت مند طبقہ غریب طبقے کو تباہ و برباد کرتا ہے، اور دوسرے نظام میں حکومت وقت اپنے عوام کو ان کے حقوق سے محروم رکھتی ہے

114۔ مبشر نذیر، الحاد جدید کے مغربی اور مسلم معاشروں پر اثرات، ص22-23

115۔ اشتراکیت میں انسان کی انفرادی ملکیت کی نفی کی جاتی ہے، اور تمام وسائل وذرائع پیداوار یعنی صنعت، تجارت اور کان کنی وغیرہ حکومتِ وقت کے کنٹرول میں ہوتے ہیں(britannica.com/topic/communism)

116۔ جوہر، محمد دین، الحاد ایک تعارف، 2017ء، ص49-50

117۔ ایضا

لبرل ممالک نے ان دونوں نظاموں کے ذریعے اپنی معاشی نظام کو بہتر بنانے کے لیے تجربات کیے ہیں ،اشتراکیت وقت کے ساتھ ساتھ تاریخ کا حصہ بن چکی ہے، لہذا اس پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے ،البتہ کیپیٹل ازم یا سرمایہ دارانہ نظام کی بنیاد سود پر رکھی گئی ہے۔

موجودہ دور میں اسلامی ممالک کے زیادہ تر معاشی نظام بھی سود پر مبنی ہیں، سرمایہ دارانہ نظام میں بڑی فیکٹریوں اور صنعتی اداروں کو مکمل کرنے کے لئے بہت زیادہ رقم کی ضرورت ہوتی ہے، ایک سرمایہ دار کے لیے اتنی زیادہ رقم کا انتظام کرنا مشکل ہوتا ہے، سرمایہ دارانہ نظام میں اس بڑے پروجیکٹس کو تکمیل تک پہنچانے کے لیے ایک نظام ترتیب دیا ہے، اس نظام میں بینکوں کو شامل کیا جاتا ہے، یعنی بینک کے اندر ہر ملک کے عوام کے جو پیسے سے جمع ہوتے ہیں۔

سرمایہ دار بینک سے وہ عوام کی جمع شدہ رقم سود پر لیتا ہے، اور اپنے صنعتی ادارے کو مکمل کرتا ہے، اور پھر جو سود وہ بنک کو دیتا ہے ،اس کا کچھ حصہ بینک اپنے پاس رکھتا ہے، اور کچھ ان رقوم کے مالکوں دیتا ہے، یعنی سرمایہ دارانہ نظام میں بنکوں کے واسطے سے ملک میں رہنے والے غریب لوگوں سے ملک کے سرمایہ دار اور جاگیر دار لوگ تجارت کرتے ہیں، اس بات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا کہ سرمایہ دارانہ نظام میں سرمایہ دارنہ نظام ملک کا مالدار طبقہ میں غریب لوگوں کی رقم کو تجارت میں استعمال کرکے ان غریبوں کے حقوق کی حق تلفی کرتا ہے، اور بنکوں کا یہ نظام تقریباً تمام اسلامی ممالک میں رائج ہے، جو کہ لبرل افکار کے حامل لوگوں نے وضع کیا ہے۔(118)

خلاصہ باب

لبرل ازم اپنی ساخت اور عمارت کو بنیادی چار اصولوں پر قائم کیے ہوئے ہے۔یہی چار اصول یعنی آزادی، مساوات، فردیت اور عقلانیت اِس کے دعوے میں ہر ارتقائی مرحلے میں شامل رہے ہیں۔اپنے تمام تر مقاصد کے حصول کے لیے اور اپنے اہداف کو پانے کے لیے بھی ہر ایک فورم پر اِس نظریے کے حامل افراد نے انہی اصولوں پر علم بلند کیا۔وہ مقاصد چاہے امورِ دنیویہ سے متعلقہ ہوں یا دینی اقدار سے وابستہ ہوں ان کا ہمیشہ یہی نعرہ رہا ہے کہ انسان اپنی سوچ میں بھی آزاد ہے اور تمام تر امور کی انجام دہی میں بھی اس کو مذہبی یا سرکاری سطح پر رکاوٹ حائل نہیں ہونی چاہیے۔

معاشرے میں اس وقت دین بیزاری کے متحمل تین نظریات ا۔لبرل ازم ۲۔سیکولر ازم ۳۔ الحاد اپنی کاوششوں کو تیز کیے ہوئے ہیں۔لبرل ازم اور سیکولر ازم کی بحث سے بغور جائزہ لینے کے بعد معلوم ہوتا ہے کے اِن

118۔حوالہ سابقہ،ص52،53

میں فرق دقیقیت پر مبنی ہے۔ اِن میں جو تھوڑا بہت فرق ہے بھی تو اُس کی بنیاد تعبیر کے فرق پر ہی ہے۔ کیونکہ جہاں لبرل ازم کہتا ہے کہ انسان آزاد ہے اور اِس نعرے میں دین سے آزادی بھی شامل ہے وہیں سیکولر ازم کے مطابق بھی دنیاوی امور دینی تعلیمات سے آزاد ہیں۔ ایسے ہی سیاسی و مالی امور میں بھی دونوں نظریات میں خاصہ اشتراک پایا جاتا ہے۔

ایسے ہی اگر الحاد کی طرف نظر ڈالیں تو فرق مبداء و معاد کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ ابتداء میں لبرل اور سیکولر انسان دین سے اپنے دنیا کے معاملات کو جدا ضرور رکھتا ہے لیکن وہ دین کا انکاری نہیں ہوتا۔ وہ مذہب کو تسلیم ضرور کرتا ہے اگرچہ اس کا دائرہ کار عبادات تک محدود کر دیتا ہے۔ لیکن آزادی کی دوڑ میں کچھ لوگ اتنی سبقت کر جاتے ہیں کہ اُن کے قدم تمام دینی حدود سے بھی کہیں آگے چلے جاتے ہیں اور اُس مقام پر جا کھڑے ہوتے ہیں جہاں وہ اللہ کی ذاتِ جلیلیہ کا بھی انکار کر دیتے ہیں۔ توحید، رسالت اور قیامت میں سے تمام کا یا کسی ایک کا بھی نا ماننے والا ملحد کہلاتا ہے۔ جب شروع میں یہ اللہ کی ماننے سے خود کو آزاد کرتے ہیں تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ آخر اللہ کو ماننے سے بھی ان سے انکار صادر ہو جاتا ہے۔ اگر ایک اور زاویہ سے دیکھیں تو الحادیت کو تقویت دینے کا کردار بھی لبرل ازم اور سیکولر ازم کے نظریات کرتے نظر آتے ہیں۔ کیونکہ ابتداء میں دین کا صراحتاً انکار کوئی خاص مقام نہ لے پایا۔ پھر زادی اور دین و دنیا کی تقسیم کے راستے الحادیت کی راہ ہموار ہونا تیزی سے شروع ہو گئی۔

ہمارے وطن عزیز کے لیے لبرل ازم کا وجود صرف ایک نظریے کی حد تک نہیں ہے بلکہ اِس ذہنیت کے افراد ملکی سلامتی کے لیے ایک ناسور ثابت ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ اگر اِس دعوے کو تسلیم کرتے ہوئے اپنا لیا جائے تو پاکستان کی اساس دو قومی نظریہ جس کی بنیاد دین اسلام ہے سخت مجروح ہو گا۔ مذہبی، تعلیمی، معاشرتی اور اقتصادی لحاظ سے پاکستان کی اصل روح کو اس نظریے سے خطرات لاحق ہیں۔ اِس کا سدِ باب ایک لازم امر ٹھہرتا ہے، جب ہم دیکھتے ہیں کے اس نظریے نے اسلامی ممالک ترکی، مصر وغیرہ میں اپنے منفی اثرات کثیر تعداد میں ثبت کیے ہیں۔

باب دوئم

پاکستانی جامعات میں لبرل ازم بڑھنے کی وجوہات

فصل اول: نصاب تعلیم میں مقاصد تعلیم کا فقدان

فصل دوئم: تعلیم و تربیت کا فقدان

فصل سوئم: ذرائع ابلاغ میں مقاصد ابلاغ سے عدم توجہی

فصل چہارم: غیر مسلم این۔جی۔اوز اور دیگر لبرل تنظمات کا رجحان

فصل پنجم: جامعات کا لبرل ماحول

فصل اول: نصاب تعلیم میں مقاصد تعلیم کا فقدان

لفظِ تعلیم (Education) کا تعارف

تعلیم عربی زبان کا لفظ ہے اور اردو میں بھی لفظِ تعلیم ہی استعمال ہوتا ہے۔ البتہ انگریزی زبان میں لفظِ تعلیم کے لئے (Education) کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

لفظِ تعلیم کی لغوی اور اصطلاحی تعریف

لغوی تعریف

ابن منظور (119) اپنی لغت کی کتاب لساب العرب میں لکھتے ہیں تعلیم: (اسم)

مصدر عَلَّمَ، وِزَارَةُ التَّعْلِيمِ وَالتَّرْبِيَةِ : الوِزَارَةُ الْمَسْؤُولَةُ عَنْ تَلْقِينِ أَبْنَاءِ الشَّعْبِ الْمَعَارِفَ وَمَبَادِئَ العُلُومِ فِي الْمَدَارِسِ الابْتِدَائِيَّةِ وَالثَّانَوِيَّةِ وَالجَامِعِيَّةِ، التَّعْلِيمُ الابْتِدَائِيُّ وَالثَّانَوِيُّ وَالجَامِعِيُّ : مَرَاحِلُ تَلْقِينِ، وَتَدْرِيسِ الْمَعَارِفِ وَالْمَهَارَاتِ التَّعْلِيمُ التِّقْنِيُّ وَالفَنِّيُّ لِكُلِّ شَخْصٍ الحَقُّ فِي التَّعْلِيمِمَارِسُ التَّعْلِيمَ مُنْذُ سَنَوَاتٍ : مِهْنَةَ الْمُعَلِّمِ وَالأُسْتَاذِ الخ۔(120)

مذکورہ عبارت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تعلیم عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کے مادہ اصلی علم یعنی (ع۔ل۔م) ہیں۔ عَلِم سے باب تفعیل کا مصدر ہے۔ اس کا معنی ہے کسی کو علم سکھانا۔

تعلیم مندرجہ ذیل دو معانی میں مستعمل ہے۔

علم کا معنیٰ کسی چیز کو اچھے انداز سے سمجھنا اور اس چیز کی حقیقت کو سمجھنا ہے اور لفظِ "علم" اسی (جاننے کے معنیٰ) میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں استعمال کیا ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں اللہ رب العزت کا پاک ارشاد ہے۔

﴿ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴾(121)

119۔ ان کا پورا نام ابن منظور محمد بن مکرم بن علی بن احمد بن منظور الانصاری الافریقی المصری الخزرجی جمال الدین ابو فضل ہے عرف ابن منظور ہے ان کی پیدائش 1230ء بمطابق 630ھ قاہرہ میں ہوئی مولف لغت، شعر و ادب کی تعلیم قاہرہ میں پائی۔ دیوان انشاء میں ملازم ہوئے بعد میں طرابلس کے قاضی بنائے گئے اس کے بعد مصر واپس آگئے زبان و بیان کا بادشاہ تھا عربی زبان میں سب سے جامع مستند اور ضخیم لغت لسان العرب کا مولف ہے۔ اسے عربی زبان کا انسائیکلوپیڈیا کہا جاسکتا ہے۔ لغت بڑے سائز کی بیس ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔(shamela.ws/index.php/author/700)

120۔ ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، ج،12، ص،484

121۔ سورۃ البقرہ:2/259

ترجمہ: میں نے جان لیا کہ اللہ ہر شیء پر قدرت رکھنے والا ہے۔
جبکہ اس کا دوسرا معنی کسی امر کے بارے میں غالب گمان لیا جاسکتا ہے

تعلیم کی اصطلاحی تعریف

تعلیم کی مختلف اصطلاحی تعریفیں کی گئی ہیں، جن میں سے چند تعریفات مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔اصطلاح میں لفظِ تعلیم سے مراد انسان کی روح کی تعلیم و تربیت کرنا ہے۔

2۔شریعت میں تعلیم کا مطلب انسانوں کی ایسی بہترین تربیت کرنا ہے، جس کی وجہ سے اچھائی اور بھلائی کی قوتوں اور طاقتوں کو تقویت ملتی ہے اور فساد کی قوتیں کمزور پڑ جاتی ہیں۔

3۔اصطلاح میں لفظِ علم کا مطلب کسی چیز کی حقیقت کو جاننا ہے، یعنی علم سے مراد ایک ذہنی تصور ہے، جس کی مدد سے کسی ایسی چیز کو جانا جاتا ہے، جو خارج میں موجود ہوتا ہے۔

لفظ ایجوکیشن(Education)کا تعارف

لفظ ایجوکیشن(Education)کا لغوی مفہوم

ایجوکیشن"Education "لاطینی زبان کے لفظ"Educare "سے مشتق ہے،اور اس کا معنی" To bring up"یعنی نشو نما یا تربیت پانا ہے۔اسی طرح لفظ ایجوکیشن کو ایک اور لاطینی لفظ"Educere "سے بھی مشتق مانا جاتا ہے اور اس کا مطلب" Bring forth"یعنی وجود میں لانا ہے۔لہٰذا لفظِ ایجوکیشن کے دو معانی اور مفاہیم بیان کیے جاسکتے ہیں۔

1۔تربیت کرنا

2۔کسی چیز کو وجود میں لانا

لفظ ایجوکیشن (Education)کا اصطلاحی مفہوم

لفظ ایجوکیشن (Education)کی مختلف اصطلاحی تعریفات بیان کی گئی ہیں۔جن میں سے چند ایک کا ذکر مندرجہ ذیل ہے:

1۔افلاطون[122] کے مطابق ایجوکیشن یعنی تعلیم صحیح لمحے میں خوشی اور درد محسوس کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ یہ جسم میں اور طالب علم کی روح میں تمام خوبصورتی اور تمام کمال کی نشوونما کرتا ہے جس کی وہ صلاحیت رکھتا ہے۔

122۔افلاطون، 7 مئی 427ق م قدیم ایتھنز میں پیدا ہوئے، قدیم ایٹک میں 347/348 قبل مسیح قدیم یونان کا فلسفی اور ایتھنز کی اکادمی کا بانی تھا یہ اکادمی مغربی دنیا کا اولین اعلیٰ تعلیم کا ادارہ تھا۔ وہ فلسفہ کی ترقی میں خاص طور پر مغربی روایت میں سب سے زیادہ

"Education is the capacity to feel pleasure and pain at the right moment. It develops in the body and in the soul of the pupil all the beauty and all the perfection of which he is capable of".

2۔ پستالوزی 123 کے مطابق ایجوکیشن یعنی تعلیم کی تعریف یہ ہے کہ:

"Education is the natural progressive and harmonious development of man's innate powers."

یعنی تعلیم انسان کی فطری طاقتوں کی فطری ترقی پسندانہ اور ہم آہنگی والی ترقی کا نام ہے۔

جبکہ کچھ دیگر حضرات نے لفظ ایجوکیشن (Education) کی اصطلاحی تعریف ان الفاظ میں بیان کی ہے۔

"Eduit,Obstetri,Educat,Nutrix,Instute,Peadagogus,Docet,Magister"(124)

اس کا مطلب یہ ہے کہ والدہ اپنے بچے کو پیدا کرتی ہے، اور نرس اس بچے کی کی دیکھ بھال کرتی ہے، اور ٹیوٹر اسی بچے کی تربیت کا خیال کرتا ہے، اور ماسٹر یعنی معلم اس کو تعلیم فراہم کرتا ہے، یعنی ان کے لحاظ سے تعلیم صرف تجربات اور معلومات حاصل کرنا نہیں ہے بلکہ اس میں وہ تمام عادات، رویے اور مہارتیں حاصل کرنا اور ان کی نشوونما بھی تعلیم کے مفہوم میں شامل ہیں، جو ایک انسان کو خوشگوار اور بہترین زندگی بسر کرنے میں مدد فراہم کرتی ہیں۔

3۔ کچھ ماہرین نے لفظ ایجوکیشن (Education) کی وضاحت ان الفاظ سے بیان کی ہے کہ لفظِ ایجوکیشن (Education) میں "e" سے مراد "out of" یعنی (حاصل) اور "duca" سے مراد "To lead" یعنی سبقت حاصل کرنا ہے، اور "To educate" یعنی تعلیم دینے کا مطلب یہ ہے کہ کسی بھی فرد میں پہلے سے موجود صلاحیتوں کو نکھارنا اور ان کی نشوونما کرنا ہے۔

اہم شخص تصور کیا جاتا ہے۔ دیگر معاصر یونانی فلسفہ کے برعکس افلاطون کا پورا کام 2400 سال سے محفوظ رہا ہے۔ اور سنہ 347ق م قدیم ایتھنز میں وفات پائے۔ (britannica.com/biography/Plato)

123۔ یہ سوئٹزرلینڈ کا ماہر تعلیم تھا۔ 12 جنوری 1746ء کو زیورخ میں پیدا ہوا۔ پہلے پادری بننے کا فیصلہ کیا بعد میں وکیل بن گیا۔ 1799ء میں اپنے ایک دوست کے ساتھ مل کر استادوں کے لیے ایک تربیتی کالج قائم کیا جس نے پانچ سال کے اندر اندر بین الاقوامی شہرت حاصل کر لی۔ یورپ اور امریکا کے ماہرین تعلیم پستالوزی کے خیالات اور طریقوں سے واقفیت حاصل کرنے کے لیے آتے تھے۔ لیکن 1825ء میں استادوں کی باہمی چپقلش اور سیاسی آویزش کی بنا پر مدرسہ بند ہو گیا۔ اور 1827ء میں فوت ہو گئے۔(britannica.com/biography/Johann-Heinrich-Pestalozzi)

124 .Augustus Samuel Wilkins,Roman Education,published byForgotten Books,p,42

اس تعریف کے مطابق بچوں کے ذہنوں میں ہر طرح کی معلومات وراثتاً موجود ہوتی ہے، اور ان کو نکھارنے اور واضح کرنے کے لیے تعلیم کی ضرورت پیش آتی ہے۔یعنی جب تعلیم اچھے اور مثبت انداز سے دی جائے، تو یہ فرد کی نیک صلاحیتوں کو نکھارنے اور اجاگر کرنے میں مدد فراہم کرتی ہے۔(125)

تجزیہ

ہر انسان میں جبلی طور پر اللہ رب العالمین نے تحصیل علم کا مادہ ودیعت کر رکھا ہے۔وہ جہاں دینی امور کو سیکھنے کی صلاحیت رکھتا ہے وہیں وہ دنیاوی امور میں بھی مرورِ زمانہ کے پیشِ نظر ہر طرح کے نئے اور جدید پیش آمدہ مسائل کے حل کی کھوج لگا کر اُن کو سیکھ سکتا ہے۔انسان کا یہ سلسلہ پیدائش کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے اور وہ سمعی و بصری اسباب کے ذریعے افراد کی پہچان اور زبان کو سیکھنا شروع کر دیتا ہے۔لیکن جوں جوں انسان معاشرے میں قدم جمانے لگتا ہے اُس کو کسی سکھانے والے کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔جو اُس کو دنیاوی طور طریقوں کے ساتھ ساتھ معاشرے میں ایک اعلیٰ انسان بننے کے وہ تمام اسرار و رموز سکھائے جس کی اُس وقت کے مطابق ضرورت ہے۔

مذکورہ بالا تمام تعریفات کا حاصل معنی یہی ہے کہ بچے کو یا معاشرے کے کسی بھی فرد کو اُن تمام طور طریقوں، معاشرتی رسم و رواج، اخلاقیات، ہنر و حرفت اور علوم و معارف سے آشنائی دلانا جن سے وہ معاشرے میں ابھرتا ہوا ایک روشن ستارہ ثابت ہو تعلیم کہلاتا ہے۔

نصاب تعلیم

نصاب کو انگریزی زبان میں"Syllabus "سلیبس کہا جاتا ہے ، صاب تعلیم وہ تدریسی اور تربیتی محدودات (Outlines) ہوتی ہیں، جن کے دائرہ کار کے اندر رہتے ہوئے تعلیمی ادارے نئی نسل کو ذہنی، فکری، علمی اور عملی طور پر تیار کرتے ہیں۔

نصاب تعلیم کا انحصار ریاست کی قومی تعلیمی پالیسی پر ہوتا ہے، جس میں مستقبل کے اہداف کا تعین کیا جاتا ہے۔وقت اور حالات کے تحت جہاں دیگر ریاستی امور و معاملات تبدیلیوں اور تغیرات سے گزرتے ہیں، وہیں تعلیمی اہداف بھی تبدیل ہوتے رہتے ہیں چونکہ نصاب تعلیم قومی اہداف سے مشروط ہوتا ہے، اس لیے اس میں بھی وقتاً فوقتاً تبدیلیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔[126]

125۔حوالہ سابقہ

126۔مقتدا منصور، نصاب تعلیم ایک مختصر جائزہ،(express.pk/story/406454)جمعرات،12نومبر 2015۔

ایک ترقی دوست ریاست رونما ہونے والے اندرونی و بیرونی تغیرات کا ادراک کرتے ہوئے اپنی دیگر پالیسیوں کے ساتھ تعلیمی نظام کی فعالیت کو برقرار رکھنے کی خاطر اس میں بھی حسب ضرورت ترامیم و اضافہ کرتی رہتی ہے۔

نصاب تعلیم کی خصوصیات

تعلیمی نظام میں نصاب کو بہت اہمیت حاصل ہے، یہی وجہ ہے کہ نصابِ تعلیم ماہر، تجربہ کار، اور اہلِ علم حضرات متعین کرتے ہیں، اس کی اہم خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ اسلامی تعلیمی نظام میں ہر نصاب کی روح اور بنیاد اسلام ہے۔ اسلام میں تعلیم کا آغاز اللہ تعالی کے کلام سے سے ہوا ہے۔ جیسا کہ پہلی وحی میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۚ﴾(127)

ترجمہ: اس رب کے نام سے پڑھو، جس نے پیدا کیا ہے۔

اسلام یہ حکم دیتا ہے کہ زندگی کا اصل مقصد اللہ رب العزت اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری ہے، اسی لئے اسلام یہ چاہتا ہے کہ تعلیمی نظام کا نصاب ایسا ہونا چاہیے، جو انسانیت کو اللہ اور اس کے رسول کی کی اطاعت اور فرماں برداری کی طرف راغب کرے۔

2۔ اسلام میں ہر فرد کی روحانی اور اخلاقی تربیت و کردار سازی کی بڑی اہمیت ہے، لہذا تعلیمی نصاب ایسا ہونا چاہیے۔ جس کی وجہ سے انسانیت کی روحانی اور اخلاقی دونوں طرح کی تربیت و نشو و نما ہو سکے۔(128)

3۔ نصاب تعلیم ایسا ہونا چاہئے، جو معاشرے کے تقاضوں کو پورا کرنے میں مددگار ثابت ہو۔ یعنی تعلیم میں نصاب کو حالات اور وقت کے بدلتے ہوئے تقاضوں کے مطابق مشکلات اور مسائل کو سامنے رکھتے ہوئے تیار کرنا چاہیے۔ تاکہ طلباء کو نئی نئی ایجادات اور بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ پیش آنے والے مصائب اور دشواریوں سے آگاہی حاصل ہو اور طلبہ ہر آنے والی مشکلات کا حل تلاش کرنے کی اہلیت رکھتے ہوں اور اُس نصاب کو پڑھنے والے طلباء معاشرے کی ضروریات کو پورا کر سکیں اور معاشرے کی فلاح و بہبود میں کردار ادا کر سکیں۔

4۔ تعلیمی نصاب میں دنیاوی اور دینی دونوں علوم کو شامل کرنا چاہیے۔ کیونکہ دینی اور دنیاوی دونوں

127۔ سورۃ العلق: 96/1

128۔ مہرین زاہد، نوجوانوں میں اخلاقی اقدار کا فقدان اور اعلیٰ تعلیمی ادارے، ص138۔139

تعلیمات وقت کی ایک اہم ضرورت ہیں، تاکہ ان دونوں سے آگاہی حاصل کر کے طلباء مسلم معاشرے کو ترقی کی راہ پر چلا سکیں۔(129)

جائزہ

تعلیم کا بنیادی مقصد معاشرے میں ایسے افراد کو پروان چڑھانا ہے جو معاشرے کو تنزل سے بچا کر بام عروج پر پہنچانے میں کلیدی کردار ادا کر سکیں۔ معاشرے کی بنیادی کو فولادی قوت سے آراستہ کرتے ہوئے اُس کو کھوکھلا ہونے سے محفوظ رکھ سکیں۔ یہ مقصد تب ہی صحیح معنوں میں حاصل کیا جا سکتا ہے جب کے افراد کو ہر وہ علم فراہم کیا جائے جس سے وہ اپنی مذہبی و نظریاتی سرحدوں کے بھی محافظ بن سکیں اور اپنی تمام تر دنیاوی ضروریات کا بھی بر وقت ادراک کرتے ہوئے اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر کر اُن کو پورا کر سکیں۔ اس لیے کسی بھی شعبے کے نصاب کو مرتب کرنے میں اُس شعبے کے ماہرین کی خدمات لیں جاتی ہیں تاکہ نصابِ تعلیم اپنے اصل معنیٰ کو مجروح ہونے سے بچا سکے۔

تعلیمی نظام میں نصاب کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ ایسا ممکن ہی نہیں ہے کہ کسی ادارے کا نصاب مخدوش ہو اور اس ادارے کے فارغ التحصیل افراد ایک روشن منارہ ثابت ہوں۔

اسلامی تعلیم کے اہداف و مقاصد

اسلامی نظامِ تعلیم کے مقاصد مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ رضایت خداوندی

2۔ دنیاوی لالچ کا نہ ہونا

3۔ تعلیم و تربیت

4۔ جہالت کا خاتمہ

5۔ اللہ تعالیٰ کی بندگی

6۔ اچھا اور صالح انسان بنانا

7۔ تزکیہ نفس

8۔ سماجی اور معاشی ضروریات کی تکمیل

9۔ پرامن اور خوشحال معاشرہ

129۔ حوالہ سابقہ، ص140

10۔ اسلامی تہذیب اور ثقافت کا تحفظ

11۔ غیر اسلامی نظام کا خاتمہ

1۔ رضایت خداوندی

اسلام میں تمام تعلیمات کی بنیاد اور سرچشمہ اللہ رب العزت کی ذات ہے، جس نے اپنے انبیاء و رسل علیہم الصلوۃ و السلام کے ذریعے ساری کائنات کو علم کے نور سے منور فرمایا ہے۔ اسی لئے اسلام میں تعلیم و تعلم کا بنیادی مقصد اللہ تعالی کی رضا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں اگر کوئی مسلمان اللہ تعالی کی رضا کی خاطر علم حاصل نہ کرے بلکہ وہ علم کسی اور مفاد اور مقصد کے لیے حاصل کرے تو وہ علم اس کے لیے آخرت میں نقصان اور خسارے کا سبب بنے گا۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

" رَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَعَلَّمَهُ، وَقَرَأَ الْقُرْآنَ فَأُتِيَ بِهِ، فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ فَعَرَفَهَا. قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِيْهَا؟ قَالَ: تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَعَلَّمْتُهُ، وَقَرَأْتُ فِيْكَ الْقُرْآنَ. قَالَ: كَذَبْتَ، وَلٰكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ الْعِلْمَ لِيُقَالَ عَالِمٌ، وَقَرَأْتَ الْقُرْآنَ لِيُقَالَ هُوَ قَارِيئٌ. فَقَدْ قِيْلَ. ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلَى وَجْهِهِ حَتَّى أُلْقِيَ فِي النَّارِ"(130).

ترجمہ: " ایک آدمی نے علم حاصل کیا، اور اس کو سکھایا، قرآن پاک کو پڑھا تو قیامت کے دن اس کو اللہ کے سامنے لایا جائے گا۔ اللہ تعالی اس کو اپنے انعامات یاد کرائے گا، تو وہ آدمی انعامات کا اقرار کرلے گا تو اللہ ارشاد فرمائے گا کہ تونے ان انعامات کے بدلے میں کیا عمل کیا ہے؟ تو وہ کہے گا کہ میں نے علم حاصل کیا اور اس کو سکھایا اور میں نے آپ کی رضا کے لئے قرآن کو پڑھا ہے۔ تو اللہ ارشاد فرمائے گا کہ تونے جھوٹ بولا ہے۔ بلکہ تونے تو علم اس لیے سیکھا تھا تاکہ تجھے عالم کہا جائے اور قرآن اس لیے پڑھا تھا تاکہ تجھے قاری کہا جائے سو اسی طرح تیرے بارے میں کہا جاچکا ہے پھر اس کے بارے میں حکم ہو گا تو اس کو منہ کے بل گھسیٹ کر آگ میں ڈال دیا جائے گا"۔

اسی طرح ایک دوسری روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔

مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا يُبْتَغٰى بِهِ وَجْهُ االلهِ، لَا يَتَعَلَّمُهُ إِلاَّ لِيُصِيْبَ بِهِ عَرَضًا مِنَ الدُّنْيَا، لَمْ يَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَعْنِي رِيْحَهَا(131).

130۔ القشیری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، داراحیاء التراث العربی۔ بیروت، کتاب الامارۃ، باب من قاتل للریاء و السمعۃ استحق النار، حدیث نمبر:152۔(1905) ج3، ص1513

131۔ سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، المکتبۃ العصریۃ، صیدا۔ بیروت، کتاب العلم، باب فی طلب العلم لغیر اللہ تعالی، حدیث نمبر:3664، ج3، ص323

ترجمہ: جس شخص نے وہ علم جس کے حاصل کرنے کا مقصد اللہ تعالی کو راضی کرنا ہو، اس لیے حاصل کیا تھا کہ وہ دنیا کے مال کو حاصل کرلے، تو ایسا شخص قیامت کے دن جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکے گا۔

اسی طرح دوسرے مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

قَالَ: مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِيُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَاءَ أَوْ لِيُبَاهِيَ بِهِ الْعُلَمَاءَ أَوْ لِيَصْرِفَ وُجُوْهَ النَّاسِ إِلَيْهِ، فَهُوَ فِي النَّارِ.(132)

ترجمہ: "جس نے علم اس لیے حاصل کیا، تاکہ وہ علماء سے مقابلہ کرے، یا بے وقوف لوگوں سے جھگڑا کرے، یا اس کے ذریعے لوگوں کو اپنی طرف مائل کرے، (یعنی ان سے مال و عزت حاصل کرے، تو اللہ رب العزت ایسے آدمی کو آگ میں داخل کرے گا"۔

ان تمام روایات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اسلام میں علم حاصل کرنے کا اہم اور بنیادی مقصد یہ ہے کہ اس کو اللہ تعالی کی رضا کے لیے حاصل کیا جائے۔

2۔ دنیاوی لالچ نہ ہو

مندرجہ بالا روایات سے یہ بات معلوم بھی ہوتی ہے کہ اسلام یہ درس دیتا ہے کہ مسلمان تعلیم کسی دنیاوی لالچ و غرض کے لیے حاصل نہ کریں۔ کیونکہ ایسا علم معاشرے کے لیے فائدہ مند ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے مقابلے میں اسلامی نظریہ تعلیم بہت مقدس مقصد رکھتا ہے۔ جس سے پاکیزہ انسانی معاشرے کی تشکیل اور تعمیر کو ممکن بنایا جاسکتا ہے۔

3۔ اخلاقی تربیت

اسلامی نظامِ تعلیم کا ایک اہم مقصد یہ ہے کہ تعلیم کے ذریعے انسان کی اخلاقی تربیت کی جائے۔ تاکہ وہ اچھے اخلاق سے مزین ہوجائے اور بہترین اخلاق کی وجہ سے ہمارا معاشرہ خطرناک اور مہلک اثرات سے پاک صاف ہوجائے۔

اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے معلم اعظم کو اعلیٰ اخلاق سے مزین فرمایا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ﴾(133)

ترجمہ: بے شک آپ اخلاق کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہیں۔

132۔ القزوینی، ابن ماجہ ابو عبد اللہ محمد بن یزید، سنن ابنِ ماجہ، دار احیاء التراث العربی۔ بیروت افتتاح الکتاب الایمان و فضائل الصحابۃ والعلم، باب الانتفاع بالعلم والعمل بہ، حدیث نمبر: 253، ج1، ص93

133۔ سورۃ القلم: 68/4

4۔ جہالت کا خاتمہ

اسلام کے تعلیمی نظام کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ معاشرے سے جہالت و سفاہت مکمل ختم ہو جائے اور انسانیت علم کے نور سے منور ہو جائے اور اس کے اندر عقل و شعور آ جائے۔

5۔ اللہ تعالیٰ کی بندگی

اسلام میں تعلیم حاصل کرنے کا ایک اہم مقصد اللہ تعالیٰ کی بندگی ہے یعنی یہ جاننا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کیسے کی جائے اور کیسے اللہ تعالیٰ کے شرعی قوانین اور احکامات کے مطابق زندگی بسر کی جائے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے اجتناب کیا جائے۔ کیونکہ کہ اسلامی تعلیمات کی رو سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ انسان کو صرف اللہ رب العزت کی عبادت کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ﴾(134)

ترجمہ: میں نے جنات اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جنات اور انسانوں کی پیدائش کا مقصد اللہ رب العزت کی عبادت ہے اور اس سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ جب انسان کی پیدائش کا اصل مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے، تو پھر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا علم حاصل کرنا بھی اسلامی نظامِ تعلیم کے بنیادی مقاصد میں سے ایک مقصد ہے، اور اللہ کی عبادت و بندگی کا علم لوگوں تک پہنچانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء اور رسل مبعوث فرمائے ہیں، اور انسانیت کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے اللہ رب العزت نے کتابیں نازل فرمائیں ہیں، تاکہ انسان اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی کا صحیح علم حاصل کر لے۔

اسلام میں عبادت صرف رکوع اور سجود کا نام نہیں ہے، بلکہ زندگی کے تمام مراحل میں اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی ہدایت ور ہنمائی کی اطاعت و پیروی کرنا عبادت کہلاتا ہے، عبادت کا یہی مفہوم قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾(135)

ترجمہ: کہہ دیجئے بے شک میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت سب کچھ رب العالمین کے لیے ہے۔

134۔ سورۃ الذٰریٰت:51/56

135۔ سورۃ الانعام:6/162

اس آیت مبارکہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اسلام میں عبادت صرف نماز، روزہ، زکوۃ اور حج کا نام نہیں ہے، بلکہ زندگی کے تمام مراحل میں اللہ رب العزت کی بات کو ماننا عبادت کہلاتا ہے، اور اسی عبادت کا علم حاصل کرنا اسلامی تعلیمات کا ایک اہم مقصد ہے، کیونکہ انسان کی پیدائش ہی عبادت کے لیے ہوئی ہے۔

6۔نیک اور صالح انسان بنانا

اسلامی تعلیمی نظام کا ایک اہم مقصد یہ ہے کہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد انسان اچھا اور نیک بن جائے تاکہ صحیح طریقے سے اللہ تعالی کی عبادت کرے، اور قرآن اور حدیث کی روشنی میں اپنی زندگی گزارے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں مختلف مقامات پر نیک اور اچھے اعمال کرنے والے کے لیے مختلف انداز میں خوشخبریوں اور انعامات کا ذکر فرمایا ہیں، جیسا کہ ایک مقام پر اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ ہُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَ لَنَجْزِيَنَّہُمْ اَجْرَہُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾(136)

ترجمہ: "وہ شخص جس نے نیک عمل کیا ہو، خواہ وہ مرد ہو، یا عورت، اور وہ مومن ہو، تو ہم اس کو پاکیزہ زندگی دیں گے، اور ہم اس کو اس کے اعمال سے بہتر اجر و ثواب عطا فرمائیں گے"۔

اس آیت مبارکہ میں اچھے اور صالح انسان کے لیے نیک عمل کرنے پر دو انعامات دینے کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

1۔نیک اور صالح انسان کو اللہ رب العزت بہت اچھی زندگی عطا فرمائیں گے۔

2۔اس نے جو نیک اعمال کئے ہیں، اللہ تعالی اس کو ان اعمال سے بھی بہترین اجر و ثواب عطا فرمائیں گے۔

اسی طرح اچھے اور نیک اعمال کرنے والے کے لیے قرآن مجید میں دوسرے مقام پر ارشاد ہے۔

﴿وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَمُؤْمِن فَاُولٰٓئِکَ یَدْخُلُوْن الْجَنَّۃَوَلَایُظْلَمُوْن نَقِیْرًا﴾(137)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو نیک اعمال کریں گے، خواہ وہ مرد ہوں، یا عورت ہوں، اور وہ مومن ہوں، تو ان کو جنت میں داخل کیا جائے گا، اور ان پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

اس آیت مبارکہ میں بھی نیک اور صالح آدمی کے بارے میں ذکر ہے کہ جو شخص نیک اعمال کرے گا، اللہ رب العزت اس کو جنت میں داخل کرے گا م اور اس پر کوئی ظلم نہیں ہو گا۔

اسی طرح ایک دوسرے مقام پر نیک اعمال کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

136۔ سورۃ النحل:16/97

137۔ سورۃ النساء:4/124

فَمَنۡ كَانَ يَرۡجُوۡا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلۡيَعۡمَلۡ عَمَلًا صَالِحًا (138)

ترجمہ: "اور وہ شخص جو اللہ رب العزت سے ملاقات کی امید رکھتا ہے، تو وہ نیک اعمال کرے"۔

7۔ تزکیہ نفس

اسلام میں تعلیم کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد تزکیہ نفس ہے، تزکیہ کے حروف اصلی (ز ک ی) ہیں، اوراس کا معنی پاک صاف کرنا ہے، قرآن نے مجید میں یہی حروفِ اصلیہ اسی معنے میں استعمال ہوئے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔

﴿قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ تَزَكّٰى ﴾(139)

ترجمہ: "تحقیق اس شخص نے فلاح پالی، جس نے اپنے آپ کو پاک کیا"۔

تزکیہ نفس سے مراد ایک ایسا باطنی اصلاح کا ذریعہ ہے، جس کو حاصل کرنے کے بعد کائنات کے اسرار کھل جاتے ہیں، اور اللہ تعالی کی رحیم و کریم ذات سے انسان کو محبت ہونے لگتی ہے، اور دل کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

تزکیہ کے عمل کو قرآن مجید میں فلاح اور کامیابی کا راستہ کہا گیا ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ تَزَكّٰى وَ قَدۡ خَابَ مَنۡ دَسّٰىهَا ﴾(140)

ترجمہ: "تحقیق کامیاب ہو گیا، وہ شخص جس نے اپنے نفس کو پاک صاف کیا، اور نقصان اٹھایا، اُس شخص نے جس نے اپنے نفس کو کو گناہوں کی خاک میں ملایا"

کلام یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات کو حاصل کرنے کا ایک اہم مقصد یہ ہے کہ تزکیہ نفس ہو، یعنی تمام گناہوں سے انسان بچ جائیں، اور اجتناب کرنے لگ جائیں۔

8۔ سماجی اور معاشی ضروریات کی تکمیل

اسلام کبھی بھی اس بات کی تعلیم اور اجازت نہیں دیتا کہ انسان دنیا سے الگ ہو جائے، یعنی ترکِ دنیا اختیار کرلے، بلکہ اسلام نے تو اس کی سخت مخالفت کی ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

138۔ سورۃ الکھف:18/110

139۔ سورۃ الاعلیٰ:87/14

140۔ سورۃ الشمس ۔91/10

'اِنَّ الرَّھبَانِیَّۃَ لَم تَکتُب عَلَینَا'' (141)

ترجمہ: بے شک رہبانیت ہمارے اوپر لازم و فرض نہیں ہے۔

رہبانیت [142] سے مراد یہ ہے کہ دنیا سے الگ تھلگ ہو کر پہاڑوں میں جا کر اللہ تعالی کی عبادت کرنا، اسلام میں اس بات کی اجازت نہیں ہے، یعنی اسلام یہ حکم دیتا ہے کہ تعلیم ایسی ہونی چاہیے، جس کو حاصل کرنے کے بعد معاشرے میں رہنے والے نوجوان کامیاب و زندگی گزارنے کے قابل ہو جائیں، اور وہ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ دنیاوی علوم و فنون بھی سیکھیں۔

9۔ پر امن اور خوشحال معاشرہ

اسلام میں تعلیم کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد یہ ہے کہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد ایک پر امن اور خوشحال معاشرہ وجود میں آئے، یعنی اسلام اس بات کا حامی ہے کہ انسانیت کی دنیاوی اور اخروی دونوں زندگیاں بہترین طریقے سے گزر سکیں، یہی وجہ ہے کہ اسلام نے ہر اس کام سے اجتناب کرنے کی تعلیم دی ہے، جو معاشرے میں بدامنی اور فساد کا سبب بنتا ہے۔

مثال کے طور پر جھوٹ، غیبت، چوری، زنا اور ان کے علاوہ جتنے بھی ایسے عوامل ہے، جن کی وجہ سے معاشرے کا امن تباہ و برباد ہوتا ہے، اسلام نے ان کی قباحت اور ان کے متعلق مکمل تعلیمات قرآن و حدیث میں ذکر فرمائی ہیں۔

جیسا کہ جھوٹ کے بارے میں قرآن میں ارشاد ہے۔

﴿فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَ اجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ﴾(143)

ترجمہ: "بتوں کی گندگی سے، اور جھوٹی بات سے اجتناب کرو"۔

اور اسی طرح غیبت کے بارے میں ارشاد ہے:

وَ لَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ(144)

141۔ احمد بن حنبل، مسند احمد، مؤسسۃ الرسالہ، 1421ھ، طبع اول، مسند النساء، حدیث نمبر۔25893، ج42، ص71

142۔ راہبوں کا طریق زندگی، راہب ہونے کی حالت. اگر وہ امورِ دنیوی سے متعلق ہونگے جیسے زید سفر سے کب آئے گا اور زید عمرو کو ہزار اشرفی کب دیگا تو اوس کو رہبانیت کہتے ہیں حضرت عیسیٰ نے شادی نہیں کی تو یہ ان کی رہبانیت تھی۔) (ترجمہ فصوص الحکم، مقدمہ، 55، ۱۸۸۷ء۔)

143۔ سورۃ الحج: 30/22

144۔ سورۃ الحجرات: 12/49

ترجمہ: ”اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو“۔

یہاں تک کہ معاشرے میں بدامنی اور فساد کا سبب بننے والے کچھ عوامل کے مرتکب کے لیے شریعت نے سخت سے سخت سزائیں بھی مقرر کی ہیں، ان تمام باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام اس بات کا درس دیتا ہے کہ تعلیم حاصل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ تمام برے کاموں سے اجتناب کیا جائے، تاکہ خوشحال اور پرامن معاشرہ وجود میں آئے۔

10۔اسلامی تہذیب اور ثقافت کا تحفظ

اسلام ایک مکمل اور عالمگیر مذہب ہے، جس کا زندگی گزارنے کا ایک خاص انداور اپنی ایک تہذیب ہے ، اور مسلمانوں کو وہ اس خاص انداز اور تہذیب پر عمل کرنے کا حکم دیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلام میں دوسرے مذاہب اور اقوام کی مشابہت اختیار کرنا سخت منع ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں میں عبادات، معاشرت، معاملات، اخلاقیات اور زندگی کے تمام مراحل میں یہود و نصاریٰ اور مشرکین کی مشابہت اختیار کرنے سے روکا گیا ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

"من تشبه بقوم فهو منهم"(145.)

ترجمہ: ”جس شخص نے جس قوم کی مشابہت اختیار کی، اس کا شمار اسی قوم سے ہوگا“۔

اسلام اپنے تعلیمی نظام کی مدد ایسے افراد تیار کرنا چاہتا ہے، جو مکمل طور پر اسلامی تعلیمات، اسلامی تہذیب، اسلامی اخلاق و کردار اور اسلامی دعوت کے ترجمان ہوں، یہی اسلام کے نظام تعلیم کا مقصد ہے۔

11۔غیر اسلامی نظام کا خاتمہ

اسلامی نظام تعلیم کا ایک مقصد یہ ہے کہ اسلام تعلیم کے ذریعے ایسے افراد تیار کرنا چاہتا ہے، جو اپنی زندگی کے مختلف مراحل میں اسلامی نظام کو زندہ کریں، اور غیر مسلموں اقوام کے نظام و افکار کو مسترد کریں، لہٰذا جب بھی کوئی مسلم علم حاصل کرے گا، یا کسی اور فن میں مہارت حاصل کرے گا، تو اس کا اہم مقصد اس علم کے ذریعے اسلامی نظام کا تحفظ اور غیر مسلموں کے نظام و نظریات کو رد کرنا ہوگا، اور اس کی یہ کوشش ہوگی کہ وہ علم حاصل کرنے کے بعد زندگی کے ہر مرحلے میں اسلامی تعلیمات کو زندہ کرے۔(146).

145۔ سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، المکتبۃ العصریہ، کتاب اللباس، باب فی لبس الشھرۃ، حدیث نمبر 4031، ج4، ص44

146۔ محب اللہ جان، اسلامی نظامِ تعلیم کیا چاہتا ہے، ص،6

اسلام ایک یقینی تعلیم جو پائیدار بنیادوں پر قائم ہے لے کر آیا ہے۔ جو ہر طرح سے کسی بھی خارجی چیزوں سے مستغنی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ کفریہ بنیادوں پر قائم تعلیم کی بنیادیں خود متزلزل ہیں، غیر مستحکم ہیں۔ لہذا وہ کسی بے بنیاد چیز سے اپنے نظامِ تعلیم کو کیسے بنیادیں دے سکتا ہے؟ ایک کی بنیاد علم پر اور دوسرے کی جہل پر تو یہ کیسے برابر ہو سکتے ہیں؟

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ (147)

ترجمہ: "کہہ دیجیے (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا وہ لوگ جو علم رکھتے ہیں اور جو نہیں علم رکھتے برابر ہیں؟"

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ رب العزت نے استفہام انکاری کا اسلوب اختیار کرتے ہوئے امتِ محمدیہ کو یہ تعلیم دے دی کے عالم اور جاہل کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔ لہذا جس چیز کی بنیاد علم پر ہو وہ کبھی بھی اس چیز کے ساتھ یکسانیت نہیں اختیار کر سکتی جس کی بنیاد جہل پر ہو۔

عصر حاضر میں نصاب تعلیم میں مقاصد تعلیم کا فقدان

مندرجہ بالا صفحات میں ذکر کی گئی نصابِ تعلیم کی خصوصیات اور اسلام میں تعلیم کے مقاصد سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اسلام یہ چاہتا ہے کہ اسلامی مملکت میں طلباء کی تعلیم کے لیے ایسا نصاب بنایا جائے، جو تعلیم کے مقاصد (یعنی طلباء کو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی طرف راغب کرنے والا، ان کی اخلاقی اور روحانی تربیت کرنے والا، طلباء کو اس قابل بنانے والا کہ وہ جدید معاشی و معاشرتی ضروریات اور مسائل کو حل کر سکیں) کو پورا کرنے والا ہو، تاکہ ایک خوشحال اور پر امن معاشرہ وجود میں آ سکے، اور اسلام نے جو تہذیب و ثقافت ہمیں دی ہے، اس کا تحفظ ہونے کے ساتھ، کفریہ نظام کا اختتام ہو سکے۔

لیکن بد قسمتی سے موجودہ دور میں تعلیمی اداروں کا تعلیمی نصاب مقاصد تعلیم کو پورا نہیں کر رہا ہے، کیونکہ ہمارے تعلیمی نصاب میں بہت ساری کمزوریاں موجود ہیں، جن میں سے چند ایک کا ذکر مندرجہ ذیل ہے:

1۔ تعلیمی نصابکا اسلامی نظریہ حیات اور مقاصد سے عاری ہونا۔

2۔ طلباء کی ذہنی استعداد اور نصاب میں عدم مطابقت

3۔ پاکستان کے صوبائی نصاب تعلیم میں مساوات نہ ہونا

4۔ نصاب تعلیم سے دونوں (دینی و دنیاوی) تعلیمات کا حصول ناممکن ہے۔

147۔ سورۃ الزمر: 39/9

1۔ تعلیمی نصاب کا اسلامی نظریہ حیات اور مقاصد سے عاری ہونا

موجودہ دور میں پاکستان کے تعلیمی اداروں میں جس نصاب کو پڑھایا جاتا ہے، وہ اسلام کے نظریہ حیات اور اسلامی تعلیمی مقاصد کو پورا نہیں کر رہا ہے، جس کی وجہ سے معاشرے میں اسلامی تہذیب و تمدن اور اخلاقی اقدار کی اشاعت نہیں ہو رہی ہے، کیونکہ ایک ایسا ایسا نصاب تیار کیا گیا ہے، جس کا مقصد صرف ایسے لوگوں کو تیار کرنا ہے، جو صرف دفتری امور چلا سکتے ہوں۔

موجودہ دور میں ہمارے تعلیمی اداروں کے نصاب میں اسلامی تعلیمات کے اشاعت و تبلیغ کے لئے ہر کلاس میں اسلامیات کی کتاب شامل کی گئی ہے۔

مڈل لیول تک کلاسسز کے نصاب میں اسلامیات کی کتاب میں عقائد کے ساتھ محاسن اخلاق (یعنی صدق و سچائی، عدل و انصاف، دیانتداری اور کسبِ حلال وغیرہ) اور برے اخلاق (یعنی جھوٹ، تکبر، حسد، غیبت اور منافقت وغیرہ) سے متعلق موضوعات کو مختصر طور پر ذکر کیا گیا ہے۔

اور اسی طرح میٹرک لیول میں بھی اسلامیات لازمی و اختیاری کی کتب کو نصاب میں شامل کیا گیا ہے، جس میں سورۃ الانفال اور سورۃ الاحزاب کو بمع ترجمہ نہ شامل کیا گیا ہے۔

انٹر میڈیٹ اور بیچلر لیول پر بھی نصاب میں اسلامیات لازمی و اختیاری کتب شامل ہیں، جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اسوہ حسنہ کی روشنی میں عفو و درگز، مساوات، صبر واستقلال) جیسے موضوعات شامل کیے گئے ہیں۔

ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کے درجے پر خصوصی طور پر اسلامیات میں ڈگری کروائی جاتی ہے، اور ان تینوں لیولز کا سارا نصاب اسلام کے متعلق ہے، جس کو بہترین انداز سے ترتیب دیا گیا ہے۔(148)

لیکن مندرجہ بالا سطور میں ایم درجہ تک جس نصاب کا تذکرہ کیا گیا ہے، اس میں بیچلر کی اسناد تک اسلامی تعلیمات کو تعلیمی نصاب میں خاص اہمیت نہیں دی گئی ہے، کیونکہ بیچرل لیول تک جو تعلیمی نصاب ترتیب دیا گیا ہے، اس میں اسلامی تعلیمات پر مبنی کتب بہت کم تعداد میں شامل کیا گیا ہے، اور جو کتب شامل کی گئی ہیں، وہ بھی محض نصاب کے طور پر ہیں، اور ان کو بھی صحیح انداز و طریقہ کے مطابق تیار نہیں کیا گیا، جس کی وجہ سے اس نصاب کی وجہ سے اسلامی عقائد اور اسلامی اقدار و اخلاق کا فروغ نہیں ہو رہا ہے، طلباء کے عقائد و نظریات اور اخلاقیات و معاملات میں کوئی خاص فرق نظر نہیں آرہا ہے۔

148۔ مسلم سجاد، سلیم منصور خالد، پاکستان میں جامعات کا کردار، اور انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز، اسلام آباد، ص،105

تہ ایم اے کے درجہ پر مشتمل اسلامیات کا ایک بہترین اور مستند نصاب بنایا گیا ہے، لیکن وہ طلباء جو ہمارے تعلیمی اداروں میں بیچلر کی سند حاصل کرتے ہیں، ایم اے لیول کا نصاب ان کی سمجھ سے باہر ہوتا ہے، کیونکہ ایم اے درجے کے نصاب میں جو کتب شامل کی گئی ہیں، ان کتب کی بنیادی اور اور اساسی باتیں گزشتہ کلاسز کے کورسز میں میں شامل نہیں ہیں، جس کی وجہ سے وہ ایم اے لیول کا کورس بھی کماحقہ نہیں پڑھ سکتے۔(149)

2۔ طلباء کی ذہنی استعداد اور نصاب میں عدم مطابقت

یہ بات حقیقت پر مبنی ہے کہ کسی بھی ملک کے تعلیمی میں اداروں کے لیے نصاب ان اداروں میں پڑھنے والے طلباء کے ذہنی لیول کے مطابق تیار ہونا چاہیے، لیکن موجودہ دور میں ہمارے ملک میں جو تعلیمی نصاب تیار کیا جاتا ہے، وہ کلاسز اور جماعتوں کے لیول کے مطابق تو درست ہے، لیکن چونکہ ہمارا ملک پسماندہ اور تعلیمی اعتبار سے کمزور ہے، اسی لیے وہ نصاب اگرچہ کلاسز کے اعتبار سے درست ہوتا ہے، لیکن ان کلاسز میں پڑھنے والے طلباء کے ذہنوں سے ہم آہنگ نہیں ہوتا، یعنی کلاسز میں پڑھنے والے طلباء کی ذہنی صلاحیت کم ہوتی ہے، اور اس کلاس کیلئے تیار کیا جانے والا تعلیمی نصاب ان کی ذہنی صلاحیت و استعداد سے کئی گناہ زیادہ ہوتا ہے، جس کی وجہ سے طلباء اس نصاب کو سمجھ نہیں پاتے اور خاطر خواہ فوائد حاصل ہو نہیں پاتے، مثال کے طور پر ہمارے تعلیمی اداروں میں پانچویں، چھٹی، ساتویں اور آٹھویں وغیرہ کلاسز کے لیے سائنس، اور انگلش وغیرہ کا جو نصاب ترتیب دیا گیا ہے، وہ نصاب اگرچہ مندرجہ بالا کلاسز کے لیول مطابق درست ہیں، لیکن ہمارے تعلیمی اداروں میں پڑھنے والے بچوں کی ذہنی استعداد و صلاحیت کے مطابق نہیں ہیں، جس کی وجہ سے وہ طلباء ان کورسز کو اچھی طرح سے نہیں پڑھ سکتے۔(150)

3۔ پاکستان کے صوبائی نصاب تعلیم میں مساوات نہ ہونا

چونکہ ہم ایک ایسے ملک میں رہتے ہیں، جو اسلام کے نام پر معرض وجود میں آیا ہے، لہذا یہ بات واضح ہے کہ ہمارے تعلیمی اداروں کا نصاب بھی ایسے تعلیمی مقاصد پر مشتمل ہوگا، جو اسلام نے متعین اور وضع کیے ہیں، اسلامی ملک ہونے کے ناطے اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں نصاب متعین کرنا چاہیے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ ملک کے چاروں صوبوں کا نصاب بھی ایک ہو، لیکن بدقسمتی سے موجودہ دور میں اسلامی مملکت اور تعلیمی مقاصد ایک ہونے کے باوجود چاروں صوبوں میں مختلف نصاب تعلیمی اداروں میں پڑھائے جاتے ہیں، ایک صوبہ دوسرے صوبے کے تعلیمی نصاب کو اپنے تعلیمی اداروں میں نافذ نہیں کرتا، تو یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ہر صوبے

149۔ ایضا

150۔ قریشی، وحید، تعلیم کے بنیادی مباحث، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز، اسلام آباد، ص،130

کے تعلیمی ماہرین کو دوسرے صوبے کے نصاب پر کچھ تحفظات ہیں، کیونکہ مختلف نصاب تعلیم نظریہ پاکستان کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ اسلامی شعار کی بھی نفی کرتے ہیں اس کے علاوہ طلبا اور طالبات میں احساس کمتری کا رجحان بھی پیدا ہوتے ہیں، اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ہمارے تعلیمی نصاب میں کمزوریاں موجود ہیں۔ ملک کے چاروں صوبوں کے ماہرین کو مل بیٹھ کر ان کمزوریوں کو ازالہ کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔(151)

4۔ موجودہ نصاب تعلیم سے دینی اور عصری تعلیمات کا حصول ممکن نہیں

اسلام یہ چاہتا ہے، کہ مسلمان دنیا اور آخرت میں کامیابی حاصل کریں، یہ بات حقیقت پر مبنی ہے کہ دنیا اور آخرت میں مسلمان اس وقت کامیاب ہو سکتا ہے، جب وہ دینی اور دنیاوی دونوں تعلیمات حاصل کریں، اور دینی اور دنیاوی تعلیمات کا حصول اس وقت ممکن ہو گا، جب ہمارے تعلیمی اداروں کا نصاب دینی اور دنیاوی دونوں قسم کے علوم پر مشتمل ہو، لیکن بد قسمتی سے موجودہ موجودہ دور میں ہمارے تعلیمی نصاب سے ان دونوں علوم کی کمی پوری نہیں ہو سکتی، یہی وجہ ہے کہ ہمارے ملک میں دو الگ الگ قسم کے نصابِ تعلیم ہیں۔

1۔ دینی نصاب تعلیم 2۔ عصری نصاب تعلیم(152)

1۔ دینی نصاب تعلیم

دینی نصاب تعلیم سے مراد وہ تعلیمی نصاب ہے، جو ملک میں موجود مساجد اور مدارس میں پڑھایا جاتا ہے، اس نصاب تعلیم کے اہم مضامین میں اصول التفسیر ، اصول الحدیث ، اصول الفقہ، تفسیر القران ،کتب احادیث اور کتب فقہ وغیرہ شامل ہیں۔

2۔ عصری نصاب تعلیم

عصری نصابِ تعلیم سے مراد وہ تعلیمی نصاب ہے ،جو ملک کے سرکاری اداروں یعنی اسکول، کالج اور یونیورسٹی وغیرہ میں پڑھایا جاتا ہے۔(153)

پاکستان میں چونکہ دو مختلف تعلیمی نصاب رائج ہیں، جس کی وجہ سے جو لوگ ایک تعلیمی نصاب کو پڑھنا شروع کر دیتے ہیں، وہ دوسرے نصاب تعلیم کے لئے وقت نہیں نکال سکتے، کیونکہ دونوں نصابِ کی تعلیم کے لیے زندگی کا ایک ایک اہم حصہ چاہیے یعنی دینی تعلیم کو مکمل طور پر حاصل کرنے کے لئے آٹھ سے دس سال کا عرصہ درکار ہے، اور دنیاوی تعلیم کو مکمل طور پر حاصل کرنے کے لئے زندگی کے سولہ سے اٹھارہ سال درکار ہیں۔

151۔ ایضا

152۔ نظام تعلیم کی اسلامی تشکیلِ جدید (تقاریر کل پاکستان تعلیمی کانفرنس)، ص، 37

153۔ ایضا

مختصراً یہ کہ کسی بھی ملک کے افراد کی تعمیر اسی صورت ممکن ہے جب ان کو زیور تعلیم سے صحیح معنوں میں آراستہ کیا جائے۔ جہالت کے بل بوتے پے کبھی بھی کوئی قوم ترقی کی راہ پر گامزن نہیں ہو سکتی۔ یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ معیاری تعلیم کے لیے نصاب کا معیاری ہونا لازم ہے۔اس لیے ہمیں خاص توجہ دینی ہو گی کہ ہمارا نصاب پاکستان کے بنیادی محرک دو قومی نظریے کے مطابق ہو،ایسے ہی نصاب مرتب کرنے میں ہمارے ارباب اختیار کی مکمل توجہ اس امر پر مرکوز ہو کہ ہمارا تعلیمی نصاب عصرِ حاضر کی تمام ضرورتوں کو پورا کرتا ہو اور ان سے کامل طور پر ہم آہنگ ہو۔

اس امر میں یہ بھی حقیقت سامنے رکھنا ناگزیر ہے کہ ہر ملک کا ماحول یکساں نہیں ہوتا۔اس لیے ہمیں اپنا نصاب مرتب کرنے میں یہ بھی دیکھنا ہو گا کہ وہ ہمارے ملکِ پاکستان کے تمام بچوں کی ذہنی سطح سے بالا نہ ہو۔ایک ایسا نصاب جو تمام بچوں کی ذہنی سطح سے ہم آہنگ ہو،یکسانیت کے ساتھ تمام تعلیمی اداروں میں نافذ کرنا عصرِ حاضر کی خاص ضرورت ہے۔

فصل دوئم: تعلیم وتربیت کا فقدان

تعلیم کے ساتھ تربیت کی بہت اہمیت ہے۔ اگر انسان علم تو حاصل کر لے لیکن اس کے مطابق اس کا عمل نہ ہو تو ایسا علم وبال کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اس لیے اس فصل میں تربیت کے عنوان پر قدرِ مفصل بحث کی گئی ہے۔

اسلام کا تربیتی نظام

اسلام ایک ایسا مذہب ہے، جو آزادی کا حامل ہے، یعنی اسلام ایسی آزادی کی اجازت دیتا ہے، جس میں کسی انسان کی اس عزت اور شرافت کو خطرہ نہ ہو، جو عزت اور شرافت اللہ رب العزت نے اس کو عطا فرمائی ہے، یہ عزت اور شرافت اسی وقت قائم ودائم رہ سکتی ہے، جب انسان کی درست طریقے سے تربیت کی جائے، اور تربیت کے ذریعے اس کے اندر اس بات کا شعور پیدا کیا جائے کہ اللہ رب العزت نے اس کو ایک اہم مقام ومرتبہ اور شرافت وکرامت عنایت فرمائی ہے، اور اسے اپنے مالک وخالق کے سامنے جواب بھی دینا پڑے گا۔

اسی بات کو سامنے رکھتے ہوئے، اسلام کے تربیتی نظام میں پہلے دن سے عقیدہ توحید کی درستگی پر بنیادی طور پر توجہ دی جاتی ہے، اور اس کی تربیت کی ابتدا ولادت کے وقت سے ہی کی جاتی ہے جب انسان دنیا میں آتا ہے، تو اس کے کانوں میں اذان واقامت کی صورت میں عقیدہ توحید کو پختہ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ اللہ رب العزت ایک ہے، اور اس کے علاوہ کوئی خالق ومالک نہیں ہے، اور وہی پوری کائنات کو پالنے والا اور تربیت وپرورش کرنے والا ہے، اس کے بعد والدہ کی گود اس بچے کی تربیت گاہ ہوتی ہے، اور اس بارے میں بھی اسلام پوری رہنمائی فرماتا ہے، اور اس کے بعد اس کے گھر کے باہر والا ماحول شروع ہو جاتا ہے، اسلام نے گھر کے باہر والے ماحول کے بارے میں بھی تربیتی احکام ذکر فرمائے ہیں، اور اس مرحلے میں اسلام نے کچھ باتیں اس کے لیے جائز قرار دیں ہیں، اور کچھ اس پر پابندیاں لگائی ہیں کیونکہ اسلام اس بچے کی تربیت کر کے اس کو ہر قسم کے شیطانی وساوس اور شر سے محفوظ رکھنا چاہتا ہے، کیونکہ اللہ رب العزت نے انسان کو تمام مخلوقات میں سے بہترین پیدا فرمایا ہے، اور اللہ تعالی علی چاہتے ہیں کہ اس کی تربیت ایسی ہو کہ وہ اپنی اس افضلیت اور بہتری کو قائم اور دائم رکھ سکے، یعنی وہ نیک ایمان اور اعمال صالحہ کی بدولت اپنی بہتری اور افضلیت کو قائم اور برقرار رکھ سکے، ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالی نے تو اس کو بہترین اور افضل پیدا فرمایا ہے، لیکن وہ اپنے اعمال کی نحوست کی وجہ سے تمام مخلوقات میں سے پست اور ذلیل ہو جائے، جیسا کہ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں اس بات کو ذکر فرمایا ہے

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴾(154)

ترجمہ : اس آیت مبارکہ میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے انسان کو بہترین سانچے میں پیدا فرمایاہے، لیکن کچھ انسان اللہ رب العزت کی طرف سے دی ہوئی تعلیم و تربیت پر جب عمل نہیں کرتے، تو اللہ رب العزت اس کو بہت زیادہ پست و ذلیل کر دیتے ہیں، اور پھر آخر میں ارشاد فرمایا کہ جو لوگ اللہ تعالی کی طرف سے دی ہوئی علیم و تربیت پر عمل کرتے ہیں،یعنی ایمان لانے کے بعد نیک اعمال کرتے ہیں، ان کے لیے نہ ختم ہونے والا اجرو ثواب ہے۔

اسلامی نظام تربت کی خصوصیات

اسلامی تربیتی نظام کی خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ عقیدہ و شعور کی تربیت

اسلام میں تربیت کی ابتدا انسانی شعور کی تربیت سے ہوتی ہے، اسے یہ بتایا جاتا ہے کہ اس کو پیدا کرنے والا کون ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

اور اس کو یہ احساس دلایا جاتا ہے کہ ایک دن اس نے اس پیدا کرنے والے کے سامنے اپنی زندگی اور اعمال کا حساب و کتاب دیناہے، جیسا کہ قرآن پاک میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔

ترجمہ:" جس نے ذرے کے برابر بھی نیک عمل کیا ہو، تو وہ اس کو دیکھے گا،اور جس نے ذرہ کے برابر بھی گناہ کیا ہو، تو وہ اس کو بھی دیکھے گا"۔(155).

ان آیات مبارکہ میں اللہ رب العزت نے اس بات کا ذکر فرمایاہے کہ قیامت کے دن ہر انسان کو اپنے اعمال کا حساب دیناہو گا، یہاں تک کہ جس نے ایک زرے کے برابر بھی نیکی کی ہو گی، تو وہ بھی وہاں پر اس کو دکھائی جائے گی،اور جس نے ایک ذرے کسے برابر گناہ کیا ہو گا، تو وہ گناہ بھی اس کو دکھایا جائے گا۔

اسلام کے تربیتی نظام میں بنیادی طور پر عقائد کی تربیت کی جاتی ہے، اور انسان کو اس بات کا احساس دلایا جاتا ہے کہ دنیا اور آخرت میں انسان کی کامیابی کا انحصار انہی عقائد پر ہے، اور انسان کو یہ تربیت دی جاتی ہے کہ انبیاء اور

154۔ سورۃ التین4-7/95

155۔ سورۃ الزلزال:7۔8/99

رسل علیہم الصلوۃ وسلام نے اپنی امت کو جو تعلیم اور تربیت دی ہے، اس کی بنیاد اور اساس عقائد ہیں، اسلامی عقائد کو قرآن پاک میں اس انداز میں ذکر فرمایا گیا ہے۔

﴿یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ وَ الْکِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَ الْکِتٰبِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَ مَنْ یَّکْفُرْ بِاللّٰہِ وَ مَلٰٓئِکَتِہٖ وَ کُتُبِہٖ وَ رُسُلِہٖ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا﴾(156)

ترجمہ: "اے ایمان والو: اللہ، اس کے رسول، اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس سے پہلے نازل کی گئی ہے، ثابت قدمی سے ایمان لاؤ، اور جس شخص نے اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور آخرت کے دن کا انکار کیا، تو وہ بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا"۔

اس آیت مبارکہ میں اسلامی بنیادی عقائد میں سے چند عقائد کا ذکر کیا گیا ہے، جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ اللہ تعالی پر ایمان لانا

2۔ اللہ تعالی کے رسولوں پر ایمان لانا

3۔ اللہ تعالی نے جو کتابیں نازل کی ہیں، ان پر ایمان لانا

4۔ اللہ تعالی کے فرشتوں پر ایمان لانا

5۔ قیامت کے دن پر ایمان لانا۔

عقائد پر ایمان لانے کے ساتھ اسلام نے مسلمانوں کی یہ تربیت بھی فرمائی ہے کہ عقائد پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ نیک اعمال اور ایک دوسرے کو نیک اعمال کی تبلیغ و تلقین کرنا بھی نہایت ضروری ہے، جیسا کہ سورۃ العصر میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔

﴿وَ الْعَصْرِ ۙ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۙ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾(157)

ترجمہ: قسم ہے، زمانے کی بے شک انسان خسارے میں ہے، مگر وہ لوگ جو ایمان لائے، اور جنھوں نے نیک اعمال کیے، اور ایک دوسرے کو حق اور صبر کرنے کی تلقین کی۔

اس سورت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ کامیابی حاصل کرنے کے لئے کچھ اعمال کرنا ضروری ہیں، جن کا ذکر مندرجہ ذیل ہے۔

1۔ اسلامی عقائد پر ایمان لانا

156۔ سورۃ النساء:4/136

157۔ سورۃ العصر:1۔2۔3/103

2۔نیک اعمال کرنا

3،ایک دوسرے کو حق اور صبر کی تلقین کرنا

2۔مثالی انسان بننے کی تربیت

اللہ رب العزت نے انسان کو پیدا فرمایا،اور اس کی بہترین تربیت کے لیے اپنے انبیاء کے ذریعے سے احکامات نازل فرمائے، تاکہ انسان کی بہترین اور مثالی تربیت ہو سکے، اسلام میں تربیت کے لحاظ سے مثالی اور بہترین انسان وہ نہیں ہے، جو کمانے اور اپنی خواہشات و ضروریات کو مکمل کرنے میں دن اور رات لگا رہے، بلکہ اسلامی تربیتی نظام کے لحاظ سے مثالی اور بہترین تربیت یافتہ انسان وہ ہے، جو مؤمن و صالح ہو یعنی ایمان لانے کے بعد اللہ رب العزت کی مرضی کے مطابق زندگی گزارتا ہو،اور اس کے ساتھ اللہ تعالی کی مخلوق کا لحاظ اور ان کے حقوق بھی ادا کرتا ہو، یعنی حقوق اللہ کے ساتھ حقوق اللہ کی ادائیگی کی تربیت بھی اسلام نے دی ہے،بلکہ قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے تو حقوق العباد کی تربیت دیتے ہوئے، امت کے بہترین اور اعلی شخصیات یعنی انصار صحابہ کرام کی کی خصوصیت سے ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

مِّمَّآ اُوْتُوْا وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (158)

ترجمہ:"اور وہ دوسرے لوگوں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں، اگرچہ وہ خود خود ضرورت مند ہوں"۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ رب العزت نے انسانوں کو حقوق العباد ادا کرنے کی تعلیم و تربیت دیتے ہوئے، انصار صحابہ کرام کی ایک خصوصیت کو ذکر فرمایا کہ ایمان والے تو وہ اعلیٰ تربیت یافتہ لوگ ہوتے ہیں، جو حقوق العباد کی ادائیگی تو دور کی بات ہے، وہ تو دوسرے مسلمانوں کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، اور خود محتاجی کے باوجود ضرورت کی چیزیں دوسرے مسلمانوں کو دیتے ہیں، یعنی اسلام میں بہترین اور مثالی تربیت یافتہ انسان وہ ہے، جو دوسروں کے لئے قربانی دے۔

اسلام نے جس طرح مسلمانوں کی تربیت کرتے ہوئے یہ حکم دیا ہے کہ ہر مسلمان حقوق العباد کی ادائیگی کرے، اسی طرح اسلام مسلمانوں کو کو ہر اس کام سے منع فرمایا ہے، جو دوسرے لوگوں کے لیے تکلیف کا باعث و سبب ہو، جیسا کہ سورۃ الحجرات کی آیات مبارکہ (11 تا 13) میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔

158۔سورۃ الحشر:59/9

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤی اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤی اَنْ یَّكُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَ لَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ ۚ وَ مَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾(159)

ترجمہ: "اے ایمان والو کوئی قوم کسی دوسری قوم کا مذاق نہ اڑائے، (کیونکہ) ممکن ہے کہ وہ قوم (جس کا مذاق اڑایا جارہا ہے، ان (مذاق اڑانے والی قوم) سے بہتر ہو، اور نہ ہی عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں ممکن ہے کہ وہ (عورتیں جن کا مذاق اڑایا جارہا ہے) ان (مذاق اڑانے والیوں) سے بہتر ہوں، وہ اچھی ہوں، اور اپنے مسلمان بھائی پر عیب نہ لگاؤ، اور اور ایک دوسرے کو برے القاب سے نہ پکارو، کیونکہ برا نام رکھنا ایمان لانے کے بعد برا گناہ ہے، اور وہ لوگ جو توبہ نہ کریں، تو یہی لوگ ظلم کرنے والے ہیں"۔

"یٰۤاَیُّها الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ٘ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوْا وَ لَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ"(160)

ترجمہ: "اے ایمان والو بہت زیادہ گمان کرنے سے بچو، کیونکہ کچھ گمان گناہ ہیں، اور ایک دوسرے کے حال معلوم کرنے کے لیے جاسوسی نہ کرو، اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو، کیا کوئی مسلمان اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے، اس بات کو تم ناپسند کرتے ہو، (تو غیبت نہ کرو) اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا، مہربان ہے"

ترجمہ: "اے ایمان والو ہم نے تمہیں ایک مرد اور اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے، اور تمہیں خاندانوں اور قبیلوں میں بانٹ دیا ہے، تاکہ تم ایک دوسرے کی شناخت کر سکو، اور اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے، جو پرہیز کرنے والا ہے، بیشک اللہ سب کچھ جاننے والا ہے، اور خبردار ہے"۔(161)

ان آیات مبارکہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اسلام نے جو تربیتی نظام انسانیت کو دیا ہے، اس میں انسان کو بہترین اخلاق اور محاسن اختیار کرنے کی تلقین اور دعوت دی گئی ہے۔

3۔ ہمہ گیر اور آفاقی اسلامی تربیتی نظام

اسلام نے ایک بہترین تربیتی نظام انسانیت کو دیا ہے, جو جامع اور ہمہ گیر ہے، انسانی زندگی کا کوئی گوشہ اور پہلو اس سے الگ اور جدا نہیں، لہذا یہ کہنا درست ہے کہ اسلام نے جو تربیتی نظام دیا ہے، دراصل وہ انسانی تربیت ہی

159۔ سورۃ: 49/11

160۔ ایضا: 12

161۔ ایضا: 13

ہے، جو انسان کو اس کا اصل مقام و مرتبہ اور عزت و شرافت عزت کا تحفظ دیتی ہے، اسلام نے جو تربیتی نظام فراہم کیا ہے، یہ ایک آفاقی نظام ہے، جو کسی قوم ملت اور دین کے ساتھ خاص نہیں، جیسا کہ قرآن پاک میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿وَ مَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ﴾(162)

ترجمہ: "اور ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لیے ہی رحمت بنا کر بھیجا ہے"۔

اس آیت مبارکہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اسلام نے جو نظامِ تربیت دیا ہے، وہ تمام اقوام اور انسانوں کے لئے ہے، کیونکہ اللہ تعالی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی خاص قوم اور قبیلے کے لئے نہیں بھیجا، بلکہ تمام جہان والوں کے لیے بھیجا ہے، لہذا انک ے واسطے سے جو تربیتی نظام اللہ تعالی نے بھیجا ہے، وہ بھی تمام جہان والوں کے لئے ہے۔

4۔ اسلامی تربیتی نظام، تعلیم کے ساتھ ہم آہنگی

اسلام نے انسانیت کو جو تربیتی نظام دیا ہے، وہ قرآن و سنت کی تعلیم کے ساتھ مربوط ہے، کیونکہ اسلام میں یہی دونوں علم کے بنیادی اور اہم ذرائع ہیں، قرآن میں اللہ رب العزت نے تربیت کو تعلیم کے ساتھ مربوط کرتے ہوئے ارشاد فرمایا.

﴿ہُوَ الَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡہُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِہٖ وَ یُزَکِّیۡہِمۡ وَ یُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ وَ الۡحِکۡمَۃَ ٭ وَ اِنۡ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ۙ﴾

ترجمہ: "اللہ وہی ہے، جس نے امی لوگوں میں رسول مبعوث فرمایا، جو اس کی آیات ان (یعنی لوگوں کے سامنے) پڑھتا ہے، اور انہیں پاک صاف کرتا ہے، اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے، حالانکہ وہ پہلے صراحتا گمراہی میں تھے"۔(163)

اس آیت مبارکہ میں اللہ رب العزت نے د" يعلمهم الكتاب و الحكمة" فرمایا اسمیں دو باتوں کا ذکر فرمایا ہے

1۔ رسول انسانوں کو کتاب کی تعلیم دیتا ہے۔

2۔ رسول انسانوں کو حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

162۔ سورۃ الانبیآء:107/25

163۔ سورۃ الجمعۃ:2/62

حکمت سے مراد تربیت ہے ،یعنی اس آیتِ مبارکہ میں اللہ رب العزت نے قرآن مجید کی تعلیم اور تربیت کو ایک ساتھ ذکر فرمایاہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں تعلیم اور تربیت ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہیں، اور تعلیم ہی کی بدولت بہترین تربیت ہوسکتی ہے، اسی طرح قرآن مجید میں ایک دوسرے مقام پر لفظ "حکمت" کو تربیت یعنی اخلاق، آداب اور گفتگو میں نرمی کے لئے استعمال کیا گیاہے، جیسا کہ قرآن پاک میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔

اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَ الۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ وَ جَادِلۡہُمۡ بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ ؕ(164)

ترجمہ: ''اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت (یعنی اخلاق، آداب، نرم گفتگو اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلایئے، اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بحث کیجئے''۔

164۔ سورۃ النحل:16/125

فصل سوئم: ذرائع ابلاغ میں مقاصد ابلاغ سے عدم توجہی

یہ جو عمومی طور پر کہا گیا ہے کہ انسان اجتماعیت پسند ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان ایک دوسرے سے مانوس اور باہم متعارف رہنا چاہتے ہیں۔ ان کی ضروریات ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔ ان ضروریات کے حصول اور ایک دوسرے سے باہم میل جول کے لیے وہ ذرائع ابلاغ کا سہارا لیتے ہیں۔ جیسے ہر چیز اپنے اندر کچھ مقاصد کو سموئے ہوتی ہے ایسے ہی ان ذرائع کے بھی مقاصد ہیں جو ابلاغ کے لیے انسانی معاشرے میں مستعمل ہیں۔ آج ان مقاصد سے عدم توجہی برتی جا رہی ہیں۔ اس فصل میں اسی عنوان پر بحث کی جائے گی۔

ذرائع ابلاغ کی لغوی اور اصطلاحی تعریف

ذرائع ابلاغ کے لغوی تعریف

لفظِ ذرائع جمع کا صیغہ ہے، اور اس کا واحد لفظِ ذریعہ ہے، اور ذریعہ کا معنیٰ وسیلہ اور سبب ہے، لفظ ابلاغ باب افعال کا مصدر ہے، اور اس کا مادہ اصلی "بلغ (ب ل غ)" ہے۔

مصباح لغات میں لفظِ ابلاغ کی لغوی تعریف ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔

"بلغه و ابلغه اليه ... بلغ عنه الرسالة الى القوم"(165)

یعنی (ابلاغ کا معنی) پہنچانا اور پیغام رسانی کرنا ہے۔

اور یہی مادہ اصلی اسی معنی میں قرآن مجید میں بھی استعمال ہوا ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔

"يا ايها الرسول بلغ ما انزل اليك من ربك"(166)

ترجمہ: اے رسول پہنچا دیجئے اس پیغام کو جو آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔

ذرائع ابلاغ کی اصطلاحی تعریف

"ذرائع ابلاغ سے مراد وہ تمام اسباب و ذرائع ہیں، جن کی وجہ سے ہم اپنی باتوں کو دوسرے انسانوں تک پہنچاتے ہیں، اردو میں ان ذرائع کو ذرائع ابلاغ اور انگریزی زبان میں میڈیا کہا جاتا ہے"۔

165۔ عبد الحفیظ، مصباح اللغات، مکتبہ قدوسیہ، اردو بازار لاہور، 1999ء، ص73

166۔ سورۃ المائدۃ: 6/67

ذرائع ابلاغ کو عربی میں اعلام کہا جاتا ہے، ''الاعلام نشاتہ وسائلہ مایؤثر فیہ'' کے مصنف دکتور یوسف محی الدین اس کی تعریف اس طرح کرتے ہیں:''ہو نشر الحقائق و الاخبارو الافکارو الآراء فی وسائل الاعلام المختلفۃ''(167)یعنی میڈیا کہا جاتا ہے، حقائق، اخبار، افکار، آراء کو مختلف ذرائع ابلاغ کے ذریعے لوگوں تک پہنچانا۔

"ذرائع ابلاغ سے مراد وہ ذرائع اور وسائل ہیں، جن کی مدد سے کسی امر کو اس کے انتہا اور انجام تک پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے"۔(168)

ذرائع ابلاغ کی ضرورت واہمیت

ذرائع ابلاغ یعنی میڈیا اپنی تمام تر اقسام (پرنٹ میڈیا، الیکٹرانک میڈیا) کے ساتھ ایک ایسا مقدس اور عظیم کام ہے، جس سے بنی نوعِ انسان سے وابستہ ہر فرد کسی نہ کسی صورت میں منسلک ہے۔ اپنی ساخت میں اِن ذرائع کے جہاں فائدے کثیر ہیں وہاں ہی اس کے کے مضر اثرات بھی بہت زیادہ ہیں۔ اس پیشے کے افراد کا اصل مقصد حقائق کو منکشف کر کے افرادِ معاشرہ تک پہنچانا ہے۔ ترقی یافتہ معاشرے کے لیے میڈیا کا مثبت کردار ایک روشن منارہ ثابت ہوتا ہے۔ اسی طراح ذرائع ابلاغ کا کام نہ صرف لوگوں تک اخبار و معلومات کا ذخیرہ پہنچانا ہے، بلکہ یہ قوم وملت کی ترقی، نوجوانوں میں حمیت اور تربیت کے میدان میں بھی بھرپور کردار ادا کرتا ہے۔(169)

اس شعبے (ذرائع ابلاغ) کی اہمیت کا اندازہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درج ذیل فرمانِ مبارکہ سے بھی کیا جاسکتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مقام پر فرمایا:

نضَّر اللہ امرءًا سمِع مقالَتي فوعاها وحفِظها وبلَّغهاالخ(170)

ترجمہ:''اللہ خوش و خرم رکھے اس انسان کو جس نے میری بات کو سنا پس اس کی حفاظت کی اسے یاد رکھا اور (اسی حالت) میں اسے (دوسروں) تک پہنچایا''

ذرائع ابلاغ (میڈیا) کی اقسام

ذرائع ابلاغ (میڈیا) کی اقسام مندرجہ ذیل ہیں

167۔ محی الدین، یوسف، الاعلام نشاتہ وسائلہ مایؤثر فیہ، ص ٦۔

168۔ پاکستانی ذرائع ابلاغ میں لباس کا استعمال اور اس کے معاشرے پر اثرات اسلامی تعلیمات کی روشنی میں، ص57

169۔ نور حیات خان، ڈاکٹر، دورِ جدید میں میڈیا کی ضرورت و اہمیت اور حقیقتِ احوال، شعبہ علوم اسلامیہ نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، ایچ نائن، اسلام آباد، البصیرۃ، شمارہ،4، دسمبر 2013، ج،2، ص،52,53

170۔ الترمذی، محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، ج،4، ص،34

ورقی ذرائع ابلاغ (پرنٹ میڈیا)

برق ذرائع ابلاغ (الیکٹران میڈیا

1۔ورقی ذرائع ابلاغ (پرنٹ میڈیا)

ورقی ذرائع ابلاغ (پرنٹ میڈیا) سے مراد کسی خبر کو پہنچانے کے وہ تمام ذرائع و اسباب ہیں، جن کی مدد سے ہم بات کی لکھ کر پہنچاتے ہیں۔

ورقی ذرائع ابلاغ (پرنٹ میڈیا) کی اقسام

ورقی ذرائع ابلاغ (پرنٹ میڈیا) کی اقسام مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔کتاب

2۔اخبار

3۔رسائل وغیرہ

2۔برقی ذرائع ابلاغ (الیکٹرانک میڈیا) اوراکے اقسام

برقی ذرائع ابلاغ (الیکٹرانک میڈیا) سے مراد وہ ذرائع اور اسباب ہیں، جن کی مدد سے ہم کسی بات یاپیغام کو پہنچانے کے لیے برقی توانائی کا استعمال کرتے ہیں اورر برقی ذرائع ابلاغ (الیکٹرانک میڈیا) کی اقسام مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ٹیلی فون

2۔ریڈیو

3۔ٹیلی ویژن

4۔انٹرنیٹ وغیرہ

ذرائع ابلاغ کے مقاصد

اسلام کے نقطہ نظر سے ذرائع ابلاع (میڈیا) کے مقاصد مندرجہ ذیل ہیں:

1۔امر بالمعروف یعنی نیکی کی اشاعت و تبلیغ کرنا

2۔نہی عن المنکر یعنی منکرات سے روکنااور منع کرنا

3۔انسانیت کی عزت اور احترام

4۔درست معلومات کی تبلیغ واشاعت

5۔اسلامی بھائی چارے کا فروغ

1۔امر بالمعروف یعنی نیکی کی اشاعت و تبلیغ کرنا

اسلام میں ذرائع ابلاغ یا میڈیا کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد یہ ہے کہ ان کے ذریعے امر بالمعروف یعنی اسلامی تعلیمات کی اشاعت و تبلیغ کی جائے، کیونکہ ایک بہترین اور مثالی معاشرہ اس وقت وجود میں آسکتا ہے، جب اس معاشرے میں رہنے والے لوگ اسلامی تعلیمات سے آگاہ ہوں، ان کو سچائی، والدین کے حقوق، صلہ رحمی، اخلاق و آداب، صبر و برداشت اور فرائض و واجبات کے بارے میں معلومات حاصل ہوں، اسی لئے اسلام یہ حکم دیتا ہے کہ مندرجہ بالا نیک امور کی تبلیغ و اشاعت کی جائے۔

نیکی کی دعوت و تبلیغ کے لیے اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں "امر بالمعروف "کا لفظ استعمال فرمایا ہے، جیسا کہ قرآن پاک میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ(171)

ترجمہ: تم سب سے بہترین امت ہو، جس کو لوگوں کی اصلاح کے لیے نکالا گیا ہے، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو، اور برائی سے منع کرتے ہو۔

اسی طرح نیکی کی تبلیغ و اشاعت کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"و الذين نفسي بيده لتامرن بالمعروف"(172)

ترجمہ: قسم ہے، اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، تم نیکیوں کا حکم دیا کرو۔

مندرجہ بالا آیتِ کریمہ اور احادیثِ پاک سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اسلام "امر بالمعروف "کا حکم دیتا ہے، لہٰذا اسلام میں ذرائع ابلاغ یعنی میڈیا کا ایک اہم اور بنیادی مقصد بھی یہی ہے کہ اس کے ذریعے "امر بالمعروف "یعنی نیکیوں اور اچھے کاموں کی اشاعت و تبلیغ کی جائے۔

2۔ نہی عن المنکر یعنی منکرات سے روکنا اور منع کرنا

اسلام میں ذرائع ابلاغ (میڈیا) کے مقاصد میں سے ایک مقصد یہ ہے کہ اس کے ذریعے مسلمانوں کو منکرات سے روکا جائے۔

171۔ سورۃ آل عمران:3/110

172۔ الترمذی، محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، دار الغرب الاسلامی، 1998ء، ابواب الفتن، بابماجاءفیالامر بالمعروف، حدیث نمبر 2169، ج4، ص38۔

منکرات سے مراد وہ امور ہیں، جو انسانیت کو بدکاری کی طرف راغب کرتے ہیں، مثال کے طور پر گندی تصاویر، فحاشی و بے حیائی پر مبنی کلام، افسانے، ناول، مضامین، مکالمے اور اور انسانی جذبات کو ابھارنے والے گانے وغیرہ۔

قرآن مجید میں جس مقام پر "امر بالمعروف" کا حکم دیا گیا ہے، وہیں پر منکرات سے منع کرنے کا بھی حکم دیا گیا ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (173)

ترجمہ: تم بہترین امت ہو، جس کو لوگوں (کی اصلاح) کے لیے پیدا کیا گیا ہے، تم اچھائی کا حکم دیتے ہو، اور منکرات سے روکتے ہو۔

اس آیت مبارکہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام جس طرح نیکیوں کی تبلیغ و اشاعت کا حکم دیتا ہے، اسی طرح منکرات اور برائیوں سے منع کرنے اور روکنے کا بھی حکم دیتا ہے۔

اور اسلام نے جس طرح دوسرے لوگوں کو برائیوں سے روکنے اور منع کرنے کا حکم دیا ہے، اسی طرح ہر مسلمان کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ خود بھی فحاشی و بے حیائی اور منکرات سے اپنے آپ کو محفوظ رکھے، جیسا کہ قرآن میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔

وَ لَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ (174)

ترجمہ: اور فحاشی کے قریب نہ جاؤ، خواہ وہ (فحاشی) کھلی ہو یا چھپی ہوئی ہو۔

اسی طرح قرآن پاک میں فحاشی و بے حیائی اور منکرات کو پھیلانے والے کے بارے میں ذکر فرمایا گیا ہے کہ وہ دنیا اور آخرت دونوں جہاں میں عذاب کا مستحق ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (175)

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جو اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ وہ ایمان والوں میں فحاشی و بے حیائی کو پھیلائیں، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے، اور اللہ جانتا ہے، اور تم نہیں جانتے ہو۔

173۔ سورۃ آل عمران: 3/110

174۔ سورۃ الانعام: 6/151

175۔ سورۃ النور: 24/19

مذکورہ بالا آیات سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اسلام اس بات کا حکم دیتا ہے کہ ہر مسلمان خود بھی بے حیائی اور برائی سے محفوظ رہے، اور دوسروں کو بھی ان سے منع کرے، لہذا اسلام میں ذرائع ابلاغ کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد یہ ہے کہ اس کے ذریعے مسلمانوں کو فحاشی و بے حیائی اور منکرات سے منع کیا جائے۔

3۔انسانیت کی عزت اور احترام

اسلام میں ذرائع ابلاغ (میڈیا) کے مقاصد میں سے ایک مقصد یہ ہے کہ اس کے ذریعے مسلمانوں کی عزت و احترام کا تحفظ کیا جائے، کیونکہ اسلام نے جس طرح انسان کی جان اور مال کی عزت و حفاظت کا درس دیا ہے، اسی طرح انسان کی جان کی عزت اور تکریم کی حفاظت کا بھی حکم دیا ہے، اسی لیے اللہ تعالی نے قرآن پاک میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ہم نے انسان کو عزت اور تکریم عطا کی ہے، جیسا کہ قرآن پاک میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔

﴿وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ﴾(176)

ترجمہ: اور ہم نے آدم کی اولاد کو عزت و تکریم عطا کی ہے۔

اسی طرح اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں مختلف مقامات پر انسان کی عزت اور تکریم کریم کی حفاظت کا ذکر فرمایا ہے، اور ان امور سے منع کیا ہے، جن کی وجہ سے کسی دوسرے انسان کی عزت اور عظمت و شان میں کمی آتی ہے، جیسا کہ قرآن پاک میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَ لَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ﴾(177)

ترجمہ: اے ایمان والو کوئی قوم دوسری قوم کا مذاق نہ اڑائے، ممکن ہے کہ وہ (قوم جس کا مذاق اڑایا جارہا ہے)، وہ بہتر ہو ان سے (مذاق اڑا رہے ہوں) اور نہ ہی عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ممکن ہے کہ وہ (عورتیں جن کا مذاق اڑایا جارہا ہے) وہ ان (مذاق اڑانے والی عورتوں سے بہتر ہوں) اور اپنے (مسلمان بھائی) پر عیب نہ لگاؤ، اور (اپنے مسلمان بھائی کو) برے القاب سے نہ پکارو۔

اس آیتِ کریمہ میں اللہ رب العزت نے انسانیت کو ان امور سے منع فرمایا ہے، جن کے کرنے کی وجہ سے کسی دوسرے انسان کی عزت و عظمت میں کمی آتی ہے۔

لہذا ذرائع ابلاغ (میڈیا) کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد اسلام کے نزدیک یہ ہے کہ ذرائع ابلاغ کا دعوت و تبلیغ اور تشہیر کا انداز ایسا ہو، جو انسان کو عزت و احترام بخشے۔

176۔ سورۃ الاسراء: 17/70

177۔ سورۃ الحجرات: 49/11

4۔درست معلومات کی اشاعت

اسلام میں ذرائع ابلاغ (میڈیا) کے مقاصد میں سے ایک مقصد یہ ہے کہ صحیح درست اطلاعات وپیغامات لوگوں تک پہنچائی جائیں، اور غیر مصدقہ اور فاسد اطلاعات جو معاشرے میں شر وفساد کا باعث و سبب بنتی ہوں، ان اشاعت وو تبلیغ سے گریز کیا جائے، کیونکہ اسلام ہمیں اس بات کا درس دیتا ہے کہ ہم سچ بولیں، جیسا کہ قرآن پاک میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴾(178)

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو، اور سیدھی بات کہو۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ رب العزت نے دو باتوں کا حکم دیا ہے۔

1۔ایمان والو کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالی سے ڈریں۔

2۔ایمان والے سیدھی یعنی سچی بات کہیں۔

اسی طرح قرآن پاک میں ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ﴾(179)

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو، اور سچ بولنے والوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

اس آیت مبارکہ میں بھی اللہ رب العزت نے دو باتوں کا حکم دیا ہے۔

1۔ایمان والے اللہ تعالیٰ سے ڈریں 2۔ایمان والوں کو صادقین (سچے لوگوں) کا ساتھ دینا چاہیے۔

اسی طرح قرآن پاک میں اللہ رب العزت نے جھوٹ بولنے کی قباحت کو ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے۔

﴿فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَ اجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ﴾(180)

ترجمہ: بتوں کی گندگی اور جھوٹی بات سے بچو۔

5۔اسلامی بھائی چارے کا فروغ

اسلام میں ذرائع ابلاغ (میڈیا) کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد یہ ہے کہ اس کے ذریعے بھائی چارے کو فروغ دیا جائے، کیونکہ اسلام اخوت اور بھائی چارے کا حکم دیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

178۔سورۃ الاحزاب:33/70

179۔سورۃ التوبۃ:9/119

180۔سورۃ الحج:22/30

نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی، تو ایک اہم اقدام "اسلامی اخوت" کے حوالے سے اٹھایا، اور دنیا کو یہ پیغام دیا کہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں، قرآن مجید میں بھی اللہ رب العزت نے اس بات کو ذکر فرمایا ہے کہ ایمان والے آپس میں بھائی بھائی ہیں، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ ﴾(181)

ترجمہ: بے شک ایمان والے آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

" تَرَى الْمُؤْمِنِينَ فِي تَرَاحُمِهِم وَ تَوَادِهِم وَ تَعَاطُفِهِم مَثَلِ الجَسَدِ اِذَا اشتَكَى عُضوتَدَاعَى لَهُ سَائِرُ جَسَدِهِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى "(182)

ترجمہ: تم دیکھو گے کہ ایمان والے آپس میں رحم دلی، محبت اور نرمی کا مظاہرہ ایسے کرتے ہیں، جیسے جسم کہ جب درد ہو ایک عضو کو تو سارا جسم تکلیف کے وقت درد محسوس رتا ہے۔

اسی طرح ایک دوسرے مقام پر آپ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

"الْمُسْلِمُونَ كَرَجُلٍ وَاحِدٍ إِنْ اشْتَكَيعينه اشتكي كلهوَإِنْ اشْتَكَى رَأْسُهُ اشْتَكَى كله "(183)

ترجمہ: مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں، یعنی جس طرح جسم کی آنکھ میں تکلیف ہوتی ہے، سارا جسم درد محسوس کرتا ہے، اور اگر اس کے سر میں تکلیف ہوتی ہے، تو بھی سارا درد محسوس کرتا ہے۔

مذکورہ بالا حدیث پاک سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اسلام اس بات کا درس دیتا ہے کہ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں، لہٰذا ذرائع ابلاغ (میڈیا) کو اخوت و بھائی چارے کی اشاعت و تشہیر میں اپنا بھرپور کردار ادا کرنا چاہیے۔

الغرض اسلام میں فکر و نظر اور خبر کے مقاصد کو نہایت ہی اہم سمجھا گیا ہے۔ چونکہ اسلام قیام دنیا تک ایک کامل دستور بن کر قائم ہے۔ اس لیے اس میں دیگر عالمگیر تعلیمات کیطرح ذرائع ابلاغ کے لیے بھی قوانین اور احکامات موجود ہیں۔ اسلام کی بنیادی تعلیمات میں یہ بات شامل ہے کہ پیغام رسانی میں امر بالمعروف یعنی اچھائی کا حکم کرنا اور نہی عن المنکر یعنی برائی سے روکنے کا حکم پایا جائے۔ ایسے ہی اسلام ہر خبر کو پھیلانے سے پہلے اس میں سچائی کو یقینی جامہ پہنانے کا حکم دیتا ہے تاکہ انسان جھوٹ کو معاشرے میں پھیلانے کے عظیم گناہ کے ارتکاب سے

181۔ سورۃ الحجرات:10 /49

182۔ ایضا، کتاب الأدب، باب رحمۃ الناس والبھائم، حدیث نمبر۔6011، ج1، ص10

183۔ صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب تراحم المؤمنین، حدیث نمبر۔67، ج4، ص2000

بچ سکے۔ کیونکہ اسلام ایک پُر امن اور سلامتی کا علمبردار مثالی معاشرہ قائم کرنے کی تلقین کرتا ہے اس لیے اسلامی تعلیمات میں بھائی چارے کو فروغ دینے کے لیے احکامات صراحتا موجود ہیں تاکہ فساد فی الارض سے معاشرے کو محفوظ رکھا جاسکے۔

ذرائع ابلاغ میں مقاصد ابلاغ کا فقدان

موجودہ دور میں ذرائع ابلاغ نے انقلاب برپا کیا ہے، اور ان ذرائع کا یہ انقلاب زندگی کے ہر شعبے میں داخل ہو چکا ہے، اور اس بات میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ ان کے اس انقلاب نے انسانی معاشرے پر دو قسم کے اثرات مرتب کیے ہیں۔

1۔ مثبت اثرات

2۔ منفی اثرات

یہ بات بھی حقیقت پر مبنی ہے کہ اگر ان ذرائع ابلاغ کو ان مقاصد کے مطابق استعمال کیا جائے، ج اسلام نے بتائے ہیں، تو انسانی معاشرے پر اس کے بہترین اور مثبت اثرات مرتب ہوں گے، لیکن آج کل زیادہ ذرائع ابلاغ کا استعمال ان مقاصد کے خلاف ہوتا ہے، اور ان ذرائع ابلاغ کے ذریعے ان مہلک اشیاء کی اشاعت و تشہیر ہوتی ہے، جو اسلامی تعلیمات اور ذرائع ابلاغ کے بنیادی مقاصد کے خلاف ہیں، ان میں سے چند کا ذکر مندرجہ ذیل ہے۔

- عصر حاضر میں ذرائع ابلاغ کے ذریعے جھوٹ اور مبالغہ آرائی کی تشہیر
- ذرائع ابلاغ کے ذریعے فحش اور شہوانی جذبات کو ابھارنے والے اشیاء کی تشہیر
- موجودہ دور میں ذرائع ابلاغ کے ذریعے غیر شرعی عقائد و افعال کی تشہیر

1۔ عصر حاضر کے ذرائع ابلاغ سے جھوٹ اور مبالغہ آرائی کی تشہیر

جھوٹ بولنا اور مبالغہ آرائی سے کام لینا مذہبا و اخلاقا دونوں اعتبار سے منع ہے، اور یہ بات ذرائع ابلاغ کے مقاصد کے بھی خلاف ہے، لیکن موجودہ دور میں یہ بات دیکھنے میں آئی ہے کہ ذرائع ابلاغ کے ذریعے سچائی کم اور جھوٹ اور مبالغہ آرائی کی اشاعت زیادہ ہوتی ہے، جس کی وضاحت مندرجہ ذیل مثالوں سے کی جاسکتی ہے۔

1۔ ذرائع ابلاغ کے ذریعے جب صابن بنانے والا کوئی ادارہ اپنے صابن کی اشاعت و تشہیر کرتا ہے، تو وہ یہ دکھاتا ہے کہ صابن کی تھوڑی سی مقدار کے ذریعے بہت سے برتن صاف کیے جاسکتے ہیں، حالانکہ یہ بات حقیقت کے خلاف ہوتی ہے کیونکہ حقیقت میں اتنی مقدار سے بہت سے برتن صاف نہیں کیے جاسکتے، یعنی ان اشتہارات میں مبالغہ آرائیاں زیادہ ہیں۔

2۔اسی طرح ذرائع ابلاغ کے ذریعے شیمپو بنانے والے ادارے اس بات کا دعوی کرتے ہیں کہ ان کے ادارے کے شیمپو سے خشکی مکمل طور پر ختم ہو جاتی ہے، حالانکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا، تو ادارے والے ذرائع ابلاغ کے ان اشتہارات کے ذریعے اے مبالغہ آرائی اور جھوٹ کا سہارا لے کر اپنی اشیاء فروخت کرنا چاہتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ محض اپنا چینل یا اخبار کی مقدار اور پڑھنے والوں کی تعداد میں اضافہ کرنے اور اس سے حاصل ہونے والی رقم کو بڑھانے کے لیے ایسے جھوٹی خبروں کو ہوا دیتے ہیں اور ذرائع ابلاغ کے ذریعے اس طرح کے بہت سارے اشتہارات میں مبالغہ آرائی اور جھوٹ سے کام لیا جاتا ہے، جس کا برا اثر ہمارے معاشرے میں رہنے والے افراد کی تربیت پر پڑتا ہے، ان کے احساسات اور جذبات مجروح ہوتے ہیں، اور ایک دوسرے پر سے اعتماد بھی اٹھ جاتا ہے۔ اعتماد ایک ایسا وصف ہے کہ جب کسی معاشرے میں اس کا فقدان ہو جائے تو اس معاشرے کی بنیادیں کھوکھلی ہو کر رہ جاتی ہیں اور معاشرے میں فکری انتشار جنم لیتا ہے۔

قران پاک میں اللہ رب العالمین کا فرمان ہے:

﴿ اِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِى الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَ يُهْلِكَ الْحَرْثَ وَ النَّسْلَ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ﴾(184)

ترجمہ: ”اور جب وہ پھر جائے (اور) کوشش کرے زمین میں فساد پھیلانے کی اور کھیتی اور نسل کو تباہ کرنے کی اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا“۔

اسی بنیاد پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاشرے کو محفوظ بنانے کے لیے ایک مقام پر کامل مسلمان کی نشاندہی کرتے ہوئے ایک مقام پر فرمایا:

الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ (185)

ترجمہ: ”مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں“۔

اس حدیثِ مبارکہ سے یہ امر مترشح ہوتا ہے کہ اگر کوئی فرد ابلاغ کا لسانی طریقہ اپنا رہا ہے، جس کو الیکٹرانک میڈیا سے تعبیر کیا جاتا ہے تو اس کو زبان سے ایسے کلمات نہیں ادا کرنے چاہیے جو معاشرے میں کسی قسم کا فساد برپا کرنے میں کردار ادا کر سکیں۔ ایسے ہی قلم اور ٹائپنگ کے ذریعہ سے بھی ایک مبلغ کے لیے ضروری ہے کہ وہ افرادِ معاشرہ میں جھوٹ اور فکری و تدبیری انتشار کو پروان نہ چڑھائے۔

184۔ سورۃ البقرۃ: 2/205

185 البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، ج، 1، حدیث نمبر 10۔

2۔ذرائع ابلاغ کے ذریعے فحش اور شہوانی جذبات کو ابھارنے والے اشیاء کی تشہیر

اسلام ہمیں باحیا اور پاکدامن رہنے کا حکم دیتا ہے، لیکن موجودہ دور میں معاشرہ بہت زیادہ گر چکا ہے، یہاں تک کہ ذرائع ابلاغ پر بہت زیادہ بے حیائی اور بے شرمی کی اشاعت و تشہیر کی جاتی ہے۔

مثال کے طور پر ابلاغ کے مختلف ذرائع میں جب کپڑوں، شیمپو، صرف، کھانے پینے کی چیزوں کی تشہیر یا ان کے علاوہ کسی اور چیز کی تشہیر کی جاتی ہے، تو ان اشتہارات میں نیم برہنہ لڑکیوں کے ذریعہ اشاعت و تشہیر کی جاتی ہے، گویا کہ اس طرح تشہیر کر کے دنیا والوں کو یہ بتایا جاتا ہے کہ ہمارے معاشرے میں جب تک لڑکیوں کو نیم برہنہ نہ کیا جائے، تو اس وقت تک کوئی چیز فروخت نہیں کی جا سکتی، ذرائع ابلاغ کے اس انداز سے معاشرے پر پر بہت برا اثر پڑتا ہے، جس کی وجہ سے بے شرمی اور بے حیائی میں اضافہ ہو رہا ہے، اور ہمارے معاشرے سے حیاو پاکدامنی کا گویا کہ جنازہ ہی نکل گیا ہے، جب کے ایسے لوگوں کے بارے میں جو کہ معاشرے میں بے حیائی کو فروغ دیتے ہیں قرانِ مقدس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِى الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾(186)

ترجمہ: "بے شک وہ لوگ جو پسند کرتے ہیں کے ایمان والوں میں فحاشی پھیلائیں اُن کے لیے دردناک عذاب ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور اللہ جانتا ہے اور تم علم نہیں رکھتے"۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِيَّاكُم و الفُحشَ ؛ فإنّ اللهَ عَزَّ و جلَّ لا يُحِبُّ الفاحِشَ المُتَفَحِّشَ(187)وھذا حدیث صحیح۔

ترجمہ: فحاشی سے بچو! بلاشبہ اللہ عزوجل فحاشی پھیلانے والے اور فحاشی سے متاثر ہونے والے کو پسند نہیں فرماتا۔ اور یہ حدیث صحیح(188) ہے۔

چونکہ ایسے اشتہارات پر مبنی اخبارات و میگزین اور ٹی وی و انٹرنیٹ کے پروگرامز بچوں کی پہنچ سے بھی دور نہیں ہوتے، تو جب وہ دیکھتے ہیں، تو ان کی تربیت پر بھی برا اثر پڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کے آج چھوٹی عمر میں ہی لڑکے اور لڑکیاں ناجائز تعلقات قائم کرنے لگ جاتے ہیں۔

186۔ سورۃ النور: 24/19

187۔ احمد بن حنبل، مسند امام احمد بن حنبل،، دار الکتب العلمیہ، ج،4، ص،613

188۔ اس سے مراد وہ حدیث ہے جس کے تمام راوی عادل، ثقہ، معتبر، متقی، کامل الضبط اور حافظہ کی قوت مضبوط ہوں۔

3۔ موجودہ دور میں ذرائع ابلاغ کے ذریعے غیر شرعی عقائد و افعال کی تشہیر

اسلام اس بات کا درس دیتا ہے کہ مسلمان غیر شرعی عقائد سے خود بھی پرہیز کریں، اور ان کی اشاعت و تشہیر بھی نہ کریں، لیکن موجودہ دور میں ذرائع ابلاغ کے ذریعے غیر شرعی عقائد اور افعال کی تشہیر ہو رہی ہے۔
مثال کے طور پر ذرائع ابلاغ یعنی اخبارات، میگزین، ٹی وی اور انٹرنیٹ وغیرہ پر نجومیوں، جادوگروں، جعلی پیروں اور عاملوں کے اشتہارات و پروگرامز نشر ہوتے ہیں، اور یہ ایسے پروگرامز ہوتے ہیں، جن میں اکثر غیر شرعی عقائد و افعال کی اشاعت کی جاتی ہے، اور لوگوں کو غیر شرعی عقائد و افعال کی طرف دعوت دی جاتی ہے، اس طرح کے اشتہارات و پروگرامز بھی ہماری نوجوان نسل کی تربیت پر بہت برا اثر ڈالتے ہیں۔ نوجوان کا توکل رب سے ختم ہو جاتا ہے اور اسباب پر قائم ہو جاتا ہے جبکہ یہ نظریہ توحید کے مخالف ہے اللہ رب العالمین کا فرمان ہے:

﴿فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ﴾(189)

ترجمہ: "پس جب (کسی کام کا) عزم کر لو تم تو پھر توکل کرو اپنے رب پر بے شک اللہ توکل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے"۔

ایسے ہی اِن غیر شرعی تصورات کو پھیلانے کا ایک مذموم فعلی اثر یہ بھی ہے کے دینِ اسلام کی اشاعت میں جس خانقاہی نظام اور تصوف کا اہم کردار ہے اس کی اصل روح کو مسخ کر کے ایسے جعلی پیروں اور تعویذ فروشوں کے نرغے میں آکر مسلمان ایسے امور کو انجام دینے لگ جاتا ہے جو معاشرے میں بٹوارے کا سبب بنتے ہیں۔ کچھ لوگ لا علمی کی بنیاد پر اس کا دفاع شروع کر دیتے ہیں اور کچھ تعصب کی بنا پر سرے سے تصوف اور صوفیاء کو ہی غلط کہنا شروع کر دیتے ہیں۔ جبکہ اسلام درسِ اعتدال دیتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ﴾(190) ترجمہ: "میانہ روی اختیار کرو یہ ہی تقوی کے زیادہ قریب ہے"۔

189۔ سورۃ ال عمران: 3/159

فصل چہارم

غیر مسلم این۔جی،اوز اور دیگر لبرل تنظیمات کا رجحان

تعارف:

این جی او انگریزی میں Non Government Organization کا مخفف ہے۔اردو زبان میں اِس کو"غیر سرکاری تنظیم" کے ساتھ موسوم کیا جاتا ہے۔یا اس سے مراد غیر سرکاری تنظیم (این جی او) ایک غیر منفعتی گروپ ہے جو آزادانہ طور پر کام کرتا ہے۔غیر سرکاری تنظیمیں، جن کو بعض اوقات سول سوسائٹیاں کہا جاتا ہے ، معاشرتی یا سیاسی مقصد جیسے انسانیت پسندی کے اسباب یا ماحول کی خدمت کے لئے کمیونٹی ، قومی اور بین الاقوامی سطح پر منظم کیا جاتا ہے۔"این جی او" کی مختلف ترجمانی ہوتی ہے ، عام طور پر یہ اصطلاح غیر منافع بخش، نجی تنظیموں کو شامل کرنے کے لئے استعال کی جاتی ہے جو سرکاری کنٹرول سے باہر کام کرتے ہیں۔کچھ این.جی اوز بنیادی طور پر رضاکاروں پر انحصار کرتی ہیں اور دیگر غیر سرکاری ملازمین کی مدد کرتے ہیں۔ان تنظمیوں کے مقاصد کے مطابق تقسیم کی جاسکتی ہے جیسا کہ عالمی بینک نے غیر سرکاری تنظیموں کے دو وسیع گروپس کی نشاندہی کی ہے۔

"Operational NGOs, which focus on the design and implementation of development projects .Advocacy NGOs, which defend or promote a specific cause and seek to influence public policy."

یعنی آپریشنل این.جی اوز، جو ترقیاتی منصوبوں کے ڈیزائن اور ان پر عمل درآمد پر توجہ دیتی ہیں جبکہ دوسرے وہ جو کسی خاص مقصد کا دفاع کرتی ہیں یا اس کی تشہیر کرتی ہیں اور عوامی پالیسی پر اثر انداز ہونے کی کوشش کرتی ہیں اسی لئے اس قسم کی تنظم کو دفاعی این.جی اوز بھی کہا جاتا ہے۔(191)

کچھ این.جی اوز بیک وقت دونوں زمرے میں آسکتی ہیں۔ این.جی اوز کی مثالوں میں وہ لوگ شامل ہیں جو انسانی حقوق کی حمایت کرتے ہیں، صحت میں بہتری لیتے ہیں یا سیاسی شرکت کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں کیونکہ ان کے اجزاء ترکیبی میں کسی بھی ریاست کے ایسے افراد ہوتے ہیں جن کا تعلق سرکاری اداروں سے نہیں ہوتا۔یہ سولیین میں رہتے ہوئے اپنے کام کو جاری رکھتے ہیں اس لیے ان کو اس نام سے بھی بسا اوقات موسوم کر دیا جاتا ہے۔

191۔https://www.investopedia.com/ask/answers/13/what-is-non-government-organization.asp last update: Updated Jan 18, 2021.

"world ngo day" کے عنوان سے اِن تنظیمات کا عالمی سطح پر ایک دن خاص ہے۔ جس میں مخصوص انداز میں ۲۷ فروری کو تقریبات کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ اس کا مقصد اِن این۔جی۔اوز کی حوصلہ افزائی کرنا اور ان کے کام کو سراہنا ہوتا ہے۔ اس دن کو خاص طور پر غیر سرکاری تنظیموں کے ساتھ منسلک کرنے کی ابتداء ۲۷ فروری ۲۰۱۴ء کو ہوئی۔(192) اس کا افتتاح کرتے ہوئے میزبانی کے فرائض "فن لینڈ(193)" کے وزیر آف بین الاقوامی ڈویلپمنٹ نے انجام دیے۔ اس طرح ابتداءً این۔جی۔اوز کے اس ڈھانچے کو عالمی سطح پر لانے میں ۱۲ ممالک شامل تھے۔(194)

موجودہ دور میں رفاہ عامہ اور سماجی خدمات و معاشرتی فلاح و بہبود ایک عمومی عنوان کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ کوئی بھی ریاست جب اپنے لیے فلاحی ریاست کا تصور پیش کرنا چاہتی ہے تو اس میں بنیادی اہمیت سماج میں بسنے والے انسانوں کی فلاح و بہبود کے لیے کی گئی سرگرمیوں کو حاصل ہوتی ہے۔ جن سرگرمیوں کا تعلق براہ راست حیاتِ انسانی سے ہوتا ہے۔ انسان کی تمام بنیادی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے رفاہ عامہ کے اقدامات کیے جاتے ہیں۔

یہ بھی ایک قابلِ غور امر ہے کہ دنیامیں تقریباً تمام ہی ممالک میں کسی قدر غربت و افلاس، جہالت، حقوق کی پامالی اور عزت وناموس کی بے قدری جیسے مسائل مرورِ زمانہ کے باعث افراطِ آبادی سے بڑھتے جا رہے ہیں۔ جہاں ایک طرف ان مسائل کا مکمل حل کرنا ناگزیر ہے وہیں اس حقیقت سے انکار کرنا بھی درجہ امکانات سے باہر ہے کہ حکومت وقت اِن کا تدارک اپنے جمیع تر وسائل کو بروئے کار لا کر بھی نہیں کر سکتی۔ ایسے حالات میں کسی غیر سرکاری تنظیم کا قیام عمل میں لانا ایک خیر سگالی کا پیغام ہی ثابت ہوتا ہے۔

یہ تنظیمات (جن کو " این۔جی۔اوز " کے نام سے جانا جاتا ہے) اپنی وساطت سے کچھ متوّل شخصیات کے تعاون سے افرادِ معاشرہ کی خدمات کا علم بلند کرتی ہیں۔ کچھ این۔جی۔اوز ایسی بھی سرگرم عمل ہوتی ہیں جو بین

192۔https://worldngoday.org

193۔ فن لینڈ براعظم یورپ کے شمال میں واقع ہے۔ اس کی کل آبادی 55 لاکھ ہے جن میں سے 2 لاکھ افراد غیر ملکی ہیں۔ اس کے جنوب میں خلیج فن لینڈ (سوؤمِن لاھتی)، شمال میں ناروے (نوریا)، مشرق میں روس (وینایا) اور مغرب میں سمندر اور سوئیڈن (رو وَتسی) موجود ہیں۔ (برٹانکا/ فن لینڈ)

194۔ ایضاً

الاقوامی سطح پر قائم کی جاتی ہیں تا کہ ایسے ممالک جو معیشت کے لحاظ سے مستحکم ہیں وہ اُن ممالک کی امداد میں پیش رفت کر سکیں جو معاشی پسماندگی کا شکار ہیں۔

انسانی حقوق، صحت، تعلیم، صفائی اور دیگر رفاہ عامہ کے اہم امور کے متعلق ان کی خدمات کی اہمیت سے کوئی بھی باشعور شخص انکار نہیں کر سکتا۔ بالخصوص اسلام میں تو باقاعدہ حکم دیا گیا ہے کہ نیکی کے کام میں معاونت کرو جیسا کہ سورہ مائدہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى﴾(195)

ترجمہ: "اور معاونت کرو نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں میں"۔

اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ افراد کے درمیان باہمی محبت، ایک دوسرے سے تعاون، ایثار و ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبات معاشرے میں معاشی ترقی، امن و سکون اور سیاسی استحکام کے لئے نہایت ضروری ہے۔ لیکن اِن این۔جی۔اوز کا ایک دوسرا رُخ بھی معاشرے میں موجود ہے جو اپنے تعصبانہ، غیر معمولی آزادانہ اور سیاسی رویے کی وجہ سے باقاعدہ ایک ناسور بن چکی ہیں۔ کیونکہ نیکی اس وقت تک تو نیکی متصور ہوتی ہے جب تک اس کا مطمع نظر فلاح انسانیت ہو لیکن جب اس میں بیرونی ایجنڈوں کی اور سازشوں کی آمیزیش ہونے لگ جائے تو وہ نیکی ایک عذاب کی صورت اختیار کر لیتی ہے اور اپنی افادیت سے مکمل معاشرے کے افراد کو محروم کر دیتی ہے۔

عصرِ حاضر میں غیر مسلم این۔جی۔اوز بڑی تیزی سے اسلامی ممالک میں فروغ پا رہی ہیں۔ خاص طور پر ہمارے وطنِ عزیز اسلامی جمہوریہ پاکستان میں غیر مسلم کے ساتھ ساتھ کچھ ایسی لبرل تنظیمات بھی اپنے منفی پروپیگنڈے کے تحت کر رہی ہیں جن سے پاکستانی باشندوں کے اسلامی تشخص کے ساتھ ساتھ حصولِ وطن کے تمام مقاصد بھی مجروح ہو رہے ہیں۔ ذیل کی سطور میں اِن این۔جی۔اوز کے اہداف، ترجیحات اور مقاصد کو ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ معاشرے پر ان کے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں ان کو بھی کسی قدر ذکر کیا جائے گا۔

غیر مسلم اور غیر مقامی لبرل این۔جی۔اوز، تنظیمات کے اغراض و مقاصد

ملکِ پاکستان میں این۔جی۔اوز کا جال وسیع و عریض پیمانے پر پھیلا ہوا ہے۔ جن میں کچھ تو خالصتاً مذہبی رجحان رکھنے والی این۔جی۔اوز ہیں مثلاً مدارسِ دینیہ (ان میں غرباء و امراء کے بچوں اور بچیوں کو فری تعلیم

195۔ سورۃ المائدہ:5/2

،رہائش، مفت نصابی لٹریچر کی فراہمی، کھانے کا مکمل انتظام اور دیگر سہولیات یکساں طور پر فراہم کی جاتی ہیں۔ جن کا مقصد محض دینی و مذہبی تربیت کے ماحول میں رکھ کر بچے کو دین سے ہم آہنگ کرنا ہوتا ہے تاکہ وہ معاشرے میں اپنا کردار مذہبی راہنما کے طور پر ادا کر سکے) اور کچھ مذہبی اور دنیاوی امتزاج قائم رکھنے کی خواہاں ہیں۔ یہ افرادِ معاشرہ کو دین کے ساتھ ساتھ دنیاوی علوم و فنون سے بھی آراستہ کرنے کی تگ و دو کرتی ہیں مثلاً الخدمت فاؤنڈیشن(196)(اس کے تحت مختلف رفاہی ادارے ذیلی طور پر کام کرتے ہیں مثلاً آغوش ویلفیئر ٹرسٹ(یتیم خانہ) اور الخدمت ہسپتال وغیرہ اس میں معاشرے کے پسے ہوئے طبقے سے تعلق رکھنے والے یتیم کی کفالت کے فریضے کو کو احسن انداز سے ادا کیا جاتا ہے) اور ان جیسے کئی ایسے ادارے جو کہ سرکاری سطح سے ہٹ کر ایک منظم انداز سے ملک کے کمزور اور ضعیف طبقے کی خدمت کا فریضہ مختلف انداز سے انجام دے رہے ہیں۔

جبکہ بعض لبرلز مثلا آغا خان رورل سپورٹ پروگرام(AKRSP) جیسی تنظیمات ہیں۔ جو مکمل آزادانہ سوچ رکھنے والے افراد کی تنظیمات ہیں۔ ان تنظیمات کے اور غیر مسلم این۔جی۔اوز کے بنیادی اغراض و مقاصد ملتے جلتے ہیں۔

جن مقاصد کو ڈھال بنا کر وہ کسی معاشرے پر اثر انداز ہوتی ہیں وہ درج ذیل ہیں:

i. بچوں کو مکمل تحفظات فراہم کرنے کے لیے اقدامات کرنا۔ (تا کہ کسی بچے کے حقوق سلب نہ ہوں)
ii. نوجوانوں کو روز گار کے مواقع فراہم کرنا (تا کہ کوئی بے روز گاری کی وجہ سے خود کشی ہی کرے)
iii. معذوروں کی نگہداشت کرنا۔ (ان سے احساس کمتری کا خاتمہ کر کے ان کو معاشرے کا فرد بنانا)
iv. تفریحی پروگرام (جن کے ذریعے معاشرے میں خوشیاں بانٹی جا سکیں)
v. جہالت کو مٹاتے ہوئے تعلیم کو فروغ دینا۔ (بالخصوص تعلیمِ بالغاں کا قیام)
vi. جیلوں میں قیدیوں کے مکمل حقوق کو یقینی بنانا
vii. سماجی پیشہ ورانہ تربیت سے بھکاریوں کی تعداد میں کمی لانا
viii. منشیات اور دیگر جرائم کا سدِباب کرنا (جس سے معاشرے میں امن و امان کی فضا پیدا ہو سکے)
ix. ضعیف العمر بالخصوص ریٹائرڈ افراد کو وظائف اور دیگر سہولیاتِ زندگی فراہم کرنا

196۔ یہ ادارہ پاکستان کی معروف سیاسی و مذہبی جماعت، جماعت اسلامی کے زیر انتظام ۱۹۹۲ء میں اس نام سے رجسٹرڈ ہوا۔ جس کا صدر دفتر لاہور شہر کے جوہر ٹاؤن میں واقع ہے(www.wikiwand.com/ur/الخدمت_فاؤنڈیشن۔)

x. عورتوں کے حقوق کی پاسداری کرنا

xi. آلودگی کے خلاف حکمتِ عملی اپنانا اور معاشرے کو گندگی سے محفوظ کرنا

xii. اقلیتوں کے معاشی و معاشرتی حقوق کا تحفظ کرنا

xiii. یتیم خانوں کو قائم کرنے کا اہتمام کرنا

xiv. معاشی و سلامتی ترقی کے پروگرام بنانا

xv. نفسیاتی و طبعی امراض کی روک تھام کے لیے طبی سہولتوں کے ساتھ کیمپ لگانا

این۔جی۔اوز کی خدمات غیر اسلامی ممالک میں تو انتہائی قابل رشک ہوتی ہیں۔ کیونکہ ان ممالک میں جن مقاصد کو لے کر کوئی بھی این۔جی۔او معاشرے میں قدم رکھتی ہے وہ انہی اغراض کے تحت اسی حدود میں کام کرنے کی پابند ہوتی ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ان کو جہاں اسی سماج کے لوگ فنڈنگ کرتے ہیں، وہیں حکومت ان کے ساتھ کسی حد تک تعاون بھی کرتی ہے اور جب بھی کوئی معاونت کرتا ہے تو پھر وہ اپنے مقاصد کے لیے بھی استعمال کرتا ہے اور پھر یورپین ممالک کا جانچ پڑتال کا سسٹم بھی دیگر ممالک سے بالخصوص ایسے ممالک سے جو کہ ترقی پذیر ہیں بہت بہتر ہے۔ لیکن جب ان کا رخ اسلامی ممالک کی طرف ہوتا ہے تو ان کے اصل مقاصد پیچھے رہ جاتے ہیں اور فنڈنگ کرنے والے ممالک کے اپنے مقاصد ترجیح پا جاتے ہیں۔ اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے موسیٰ خان" ناؤکی سوزوکی" کی شہرہ آفاق کتاب Inside Ngos سے ایک اقتباس نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"Donors attempt to select an appropriate ngo to fund, they are advised to understand what funding means for ngo's and how ngo's deal with donors. How over understanding ngo's real intensions is difficult, because they necessity of funding is the singular most important reality ngo's expend significant effort in seeking funds and may even change their mission for the sake of getting funds. Thus donors should understand that ngo's proposal or reports do not necessarily represent the mission of ngo's."(197)

ترجمہ: معاونین فنڈ کے لیے مناسب این۔جی۔اوز کا انتخاب کرتے ہیں، پھر ان کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ این۔جی۔اوز کو فنڈنگ کرنے کا مطلب کیا ہے اور این۔جی۔اوز کا معاونین کے ساتھ کیسا رویہ ہوتا ہے۔ تاہم این جی اوز کے

197۔ جلال زئی، موسیٰ خان، این۔جی۔اوز اور قومی سلامتی کے تقاضے، فیروز سنز لاہور، ۱۹۹۹ء ص، ۲۹،۲۸

حقیقی اداروں کو سمجھنا خاصا مشکل ہے۔ کیونکہ فنڈز کی فراہمی کی سب سے اہم حقیقت یہ ہے کہ فنڈ کی تلاش میں این۔جی۔اوز کو کافی محنت کرنی پڑھتی ہے۔ ممکن ہے کہ حصولِ فنڈ کے لیے وہ اپنے مشن مین بھی تبدیلی لے آئیں۔اس لیے معاونین کو یہ سمجھنا چاہیے کہ این۔جی۔اوز کی تجاویز یا رپورٹس ضروری نہیں کہ ان کے مشن کی نمائندگی کریں۔

اس سے یہ بات صحیح طرح سے مترشح ہوتی ہے کہ فلاحی و رفاہی کاموں کا لیبل لگا کر سماج میں ابھرنے والی یہ این جی اوز در حقیقت تعاون کرنے والوں کی آماجگاہ ہوتی ہیں اور ان کی خوشنودی کی خاطر اپنے اصل مقاصد کو پسِ پشت ڈال دیتی ہیں۔ان کی مثال بھی ایسی ہو جاتی ہے جیسے کوئی شراب کی بوتل پر شہد کا نام لگا کر مارکیٹ میں لے آئے وہ دیکھنے والے کو تو شہد معلوم ہو گا لیکن حقیقت اس کے بر عکس ہوتی ہے۔بعینہ ان این۔جی۔اوز کی حقیقت ان کے ظاہری مقاصد سے اکثر و بیشتر یکسر الگ ہوتی ہے۔یعنی لیبل تو انتہائی نشو نما کا ہوتا ہے لیکن اغراض و مقاصد انتہائی غیر اخلاقی اور غیر انسانی ہوتے ہیں۔

غیر مقامی اور دیگر لبرل این۔جی۔اوز تنظیمات کے اثرات

ترقی یافتہ ریاستوں کی فنڈنگ اور مدد کرنے والی خفیہ ایجنسیز کی معاونت سے چلنے والی این۔جی۔اوز اپنے ان امدادی مقاصد کے ذریعے (جن کا ذکر ما قبل کی سطور میں ہوا ہے) کچھ مذہبی، جغرافیائی، اقتصادی اور معاشرتی اہداف بھی رکھتی ہیں۔ان کا رجحان اور میلان بھی عمومی طور پر ان ہی اہداف کی جانب ہوتا ہے کیونکہ یہ ایک فطری تقاضا ہے کہ جب بھی کوئی کسی کو مدد کرتا ہے تو وقت آنے پر وہ اپنی خواہش کو بھی پورا کروانے کا خواہاں ہوتا ہے۔اسی طرح جو غیر مسلم ممالک ان این جی اوز سے تعاون کرتے ہیں تو وہ اپنی ثقافت اور اقدار و روایات کا سکہ بھی رائج کرنے کی تگ و دو کرتے ہیں۔

اگر ان کا مقصد انسانی حقوق کی ہی پاسداری ہوتا تو ان کو کبھی بھی اپنے اہداف کے تعین میں اسلام متصادم اصولوں کا سہارا نہ لینا پڑھتا۔کیونکہ اسلام نے حقوقِ انسانی کا تصور آج سے کئی صدیاں پہلے دیا جن کا خلاصہ اور لب لباب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مشہور و معروف خطبہ حجۃ الوداع میں اپنے عظیم صحابہ اکرامؓ کے سامنے پیش فرمایا۔اگر حقیقت پر پڑی آزاد خیال کی گرد ہٹا کر دیکھا جائے تو آج کی یورپین تنظیموں کے اس تصورِ حقوق سے وہ تصور کہیں عمدہ ہے جو فقط کاغذ کی سفیدی کو رنگین کرنے کی حد تک نہ تھا بلکہ عملی طور پر بھی قلب و اذہان پر ثبت کیا گیا۔(198) ان کے اشارات پر جہاں غیر مسلم این۔جی۔اوز چلتی نظر آتی ہیں، وہاں ہی مغرب سے

198۔ نور حیات خان، ڈاکٹر، عصر حاضر اور بین المذاہب ہم آہنگی، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد، ص،235

حد درجہ مرغوب کچھ نام نہاد لبرل تنظیمیں بھی ان کی اندھی پیروی کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ان ہر دو طرح کی این جی اوز کے لیے منفی اثرات ثبت کرنے کے لیے جولان گاہ ایسے مسلم ممالک ہوتے ہیں جن کا شمار تیسری دنیا کے ممالک میں ہوتا ہے۔(199)

پاکستان بھی ان ہی ترقی پذیر ممالک میں سے ایک ملک ہے۔ جہاں اپنے طریقہ کار اور کارکردگی کی بنیاد پر ایسی این جی اوز یا تنظیمیں ایک متنازعہ صورت اختیار کرتی جارہی ہیں۔ جن کی بابت سنجیدہ اور خالصتاً اسلامی سوچ کے حامل افراد کی اِن شکایتوں میں روز بروز اضافہ ہوتا جارہا ہے کہ ان اِنھوں نے رفاعہ عامہ جیسے عظیم منصب اور خدمت کو محض ایک سائن بورڈ اور اپنی ڈھال کے طور پر استعمال کرنے کا وطیرہ اپنا رکھا ہے۔ جس کے پسِ پردہ وہ بجائے معاشرے کے پسماندہ افراد کی فلاح و بہبود کے امور میں توجہ دینے کے،ان میں فکری انتشار اور ذہنی انار کی پیدا کرکے اِن کو مسلم سوسائٹی کی بنیادی قدروں کو مٹا دینے پر آمادہ کر رہے ہیں۔ جو اعتراضات اِن غیر سرکاری تنظیمات کے منفی رجحانات کی بنیاد پر مسلم امہ کی جانب سے وارد ہوتے ہیں ان کو ذکر کرنے کے بعد ان کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے:

- پہلا اعتراض: بین الاقوامی ادارے اور عالمی استعماری قوتیں ان این جی اوز کے ذریعے اپنے افراد بطورِ جاسوس بھیجتے ہیں جبکہ یہ تنظیمیں اُن جاسوسوں کے لیے باقاعدہ کمین گاہ کی حیثیت سے کام کرتی ہیں۔
- دوسرا اعتراض: یہ تنظیمیں ہر ریاست سے وابستہ افراد کی ذہن سازی اُن کی مذہبی اقدار، معاشرتی و معاشی روایات اور کلچر کے خلاف کرتی ہیں، کیونکہ اِن کا مقصد مغربی طرزِ زندگی کے لیے راہ ہموار کرنا ہوتا ہے۔ مثلاً اسلام کے وضع کردہ معاملات نکاح وطلاق ،اسلامی قوانینِ وراثت اور حدود و تعزیرات کی پاکستان میں مخالفت ان این جی اوز کی طرف سے زیادہ کی جارہی ہے۔ اس طرح یہ ہمارے معاشرے میں رفاہ عامہ کے امور سرانجام دینے کے بجائے اسلامی تہذیب وتمدن، ثقافت و روایات کے مخالف ماحول پیدا کرنے کے لیے سرگرم ہیں۔
- تیسرا اعتراض: کچھ این جی اوز کی سرگرمیاں ملکی و قومی مفاد کے مکمل طور پر منافی ہیں۔ مثال کے طور پر پاکستان کی ایٹمی پالیسیوں کی مخالفت کرنا، پاک فوج کا حجم کم کرنے کا مطالبہ کرنا اور کشمیر کے مسئلہ پر قومی و ملت کے موقف کو تنقید کا نشانہ بنانا ان کا بنیادی ایجنڈا ہے۔

199۔ عمر فاروق، ڈاکٹر، این جی اوز کی سرگرمیاں اور پاکستانی وحدت کو لاحق خطرات، http://ahrar.org.pk تاریخ موجود نہیں ہے البتہ بوقت ضرورت مذکورہ لنک کھول کر استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

- چوتھا اعتراض: یہ ہے کہ ان تنظیموں کو اپنے تشہیر کردہ مقدس عنوان کی وجہ سے ملکی وبیرونی طور پر مخیر شخصیات اور عالمی اداروں کی جانب سے کثیر تعداد میں مالی معاونت ہوتی ہے۔لیکن اُن کی خوشنودی کی خاطر ان کے مقاصد اور عمل میں بیّن تضاد پایا جاتا ہے۔(200)

جائزہ:

پہلے اعتراض کو اگر دیکھا جائے تو اس کی حقانیت ہم پر اُس وقت واضح ہوتی ہے جب ہم اُس خبر کو دیکھتے ہیں جس کی تفصیل بیان کرینگے جو ایک نجی اخبار ایکسپریس نیوز میں ۷ اکتوبر ۲۰۱۸ء کو چھپی تھی۔(201)

غیر ملکی این۔جی۔اوز کے ملک جاسوسی کے اقدامات

اس خبر کے مطابق ملک پاکستان سے ۱۸ غیر سرکاری تنظیموں کو جاسوسی کے سنگین الزام کی بنیاد پر ملک بدر کر دیا گیا تھا۔جن میں ۹ این ۔جی۔ اوز امریکہ سے،۳ برطانیہ سے،۲ ہالینڈ سے تعلق رکھنے والی تھیں ۔جبکہ اٹلی، آئرلینڈ، سوئٹزرلینڈ اور ڈنمارک[202] کی بھی ایک ایک این جی او تھی۔اِن کے بارے میں یہ منکشف ہوا کہ یہ رفاہ عامہ کی اوٹ میں ملک دشمن کاروائیوں میں ملوث تھیں۔فاٹا میں اہلکاروں کی نقل وحرکت کی جبکہ افغانستان کے بارڈر پر فورسز کی تعیناتی کی جاسوسی کے عمل میں ملوث پائی گئیں۔ان این جی اوز کے قبیح امور میں ملک دشمن قوتوں کے لیے مواد جمع کرنا، بلوچستان کی عوام میں پاکستان سے دشمنی کی فضا قائم کرنا اور حساس علاقوں میں اپنے دفاتر قائم کرنا بھی ہے تاکہ یہ ہر طرح کی معلومات غیر ملکی ایجنسیوں کو دے سکیں۔(203)

دوسرے اور تیسرے اعتراض کا اگر محاکمہ کیا جائے تو بھی اس حقیقت سے آشنائی حاصل ہوتی ہے کہ جب مسلمانوں نے اوّل لمحہ میں یہ تصور کرنا شروع کردیا کہ دین کا تعلق تو محض قلبی ہے، تو انھوں نے ابتداً مغرب کی زبان اور وضع، خراش وتراش کو اپنایا اور جوں ہی مسلمانوں نے اپنی اس حقیقی روحانیت کو اپنے ہاتھوں مسلنا شروع کیا تو مسلمان مغرب کی چمک اور مادی ترقی سے مرغوب ہونے لگا۔ایسے میں انگریز نے جب دیکھا کہ اب یہ اپنی اسلامی

---

200. http://zahidrashdi.org/1033 ،date 24-Oct-2000.

201۔https://www.express.pk/story/1368385/1/ date, 07-Oct-2018.

202۔ ڈنمارک ، انگریزی: Denmark، سرکاری نام جمہوریہ ڈنمارک شمالی یورپ کے ایک ملک کا نام ہے اس کے شمال میں سویڈن اور ناروے اور جنوب میں جرمنی، مشرق میں بحیرہ بالٹک اور مغرب میں بحیرہ شمالی واقع ہے (britannica.com)

203۔ایکسپریس نیوز، سٹوری، 7اکتوبر 2018۔

شناخت کھو کر ہمارے رنگ میں ڈھلتے جا رہے ہیں تو اس نے اپنی مشنری کو استعمال میں لاتے ہوئے مزید مذہبی اقدار، رسم و رواج اور معاملات و اخلاقیات کو مسمار کرنے کا پروپیگنڈا کرنا شروع کر دیا۔

معاشرتی و سماجی اقدار کے انہدام پر مبنی تاثرات

اس کی ایک روشن مثال ہمارے ملک پاکستان میں اے۔ آر۔ وائی ڈیجیٹل چینل پر نشر ہونے والا مشہور ڈرامہ سیریل "میرے پاس تم ہو"(204) ہے۔ گو کہ اس کے لکھاری خلیل الرحمان قمر(ر205) نے اس کے مقاصد کو نکھارتے ہوئے مختلف مقامات پر وضاحت دی لیکن ناظرین میں کچھ منفی تاثرات اور منفی پروگراموں نے خاصیشہرت پائی جو کہ سراسر اسلام مخالف ہیں۔ جس کی کچھ جھلکیاں ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

مرد و خواتین کی مخلوط محافل اور رقص و سرور کا اہتمام کرنا، بیوی کا قناعت پسندی سے انحراف کرنا اور شوہر پر طعن و تشنیع کے ذریعے اضافی نفسیاتی بوجھ ڈالنا، شوہر سے جھوٹ کا سہارا لے کر غیر شوہر سے تعلقات قائم کر کے ناجائز زندگی بسر کرنا، کم وسائل کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے اس مقدس رشتے کو چھوڑ دینا جس کو اسلام نے احصان کا نام دیا، خواہشِ نفسانی کے اکسانے پر اولاد تک چھوڑ دینا، بعد از طلاق بدونِ عدت غیر محرم کے ساتھ رہنا اور ایسے بول "اگر مرد کے لیے معافی ہے، تو عورت کے لیے معافی کیوں نہیں؟" یا پھر "نکاح میں تو طلاق ہوتی ہے، پر محبت میں طلاق نہیں ہے" جن سے اسلامی اقدار و تعلیمات مجروح ہوتی ہیں۔

ملت اسلامیہ میں میڈیا کا اس طرح بے دریغ اسلامی روایات اور اقدار کو پامال کرنا اور یوں شتر بے مہار کی طرح تعلیماتِ اسلامیہ کی دھجیاں بکھیرنا انسان کے خلیفۃ اللہ ہونے کا عملی انکار ہے۔ کیونکہ یہ قانون دنیا ہے کہ یہاں کوئی بھی خلیفہ اپنے مالک اور حاکم کی مرضی کے خلاف کوئی فیصلہ صادر نہیں کرتا(206)۔

پھر کیوں کر ممکن ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ایسے ڈرامے اور پروگرام نشر کیے جائیں جو اسلامی معاشرت کو پامال کرتے ہوں۔ ایسے سیریلز جب نشر ہونے لگ جائیں تو اہل حل و عقد اور اربابِ اختیار کی ذمے داری

204۔ اس ڈرامے کی پہلی قسط ۱۷ اگست ۲۰۱۹ء کو نشر کی گئی۔ ۲۴ اقساط پر مشتمل اس ڈرامے کے ڈاریکٹر ندیم بیگ اور ڈرامہ نویس خلیل الرحمان قمر ہیں

205۔ خلیل الرحمان قمر پاکستانی ڈراما نگار ہیں 16 دسمبر 1962 کو لاہور میں پیدا ہوئے 1995 سے اب تک بہت سارے ڈرامے لکھ چکے ہیں۔ س

206۔ نور حیات خان، ڈاکٹر، عصر حاضر اور بین المذاہب ہم آہنگی، ص،608

میں اضافہ ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے معاشرے کو ایک مثالی سمت پر گامزن کرنے کے لیے اپنا کردار ادا کریں تاکہ ابتدائی چنگاری سے شہر کے جلنے کو محفوظ بنایا جاسکے۔(207)

اس سلسلہ کی دوسری مثال لبرل ازم کی عکاسی کرنے والی ایسے تنظیمات ہیں جنھوں نے انسانی حقوق، بالخصوص نسوانی حقوق و تحفظات جیسے نعرے اور ان کو ڈھال بنا کر معاشرے میں فاشی و عریانی کو فروغ دیتے ہوئے مسلم معاشرے کی عورت کے سر سے ڈوپٹہ چھین لیا، پردہ کو ایک مہمہ بنا کر یہ تصور عام کر دیا کہ ترقی کی راہ میں یہ ایک رکاوٹ ہے، جب کہ پردہ عورت کی پہچان اور اس کی زینت ہے۔

نجی اداروں میں قوم کے بچوں کا مستقبل مغربی طرز کا بنانے میں پیش رفت کرتے ہوئے، وہاں ڈانس اور میوزک کی کلاسز کا انتظام کیا جانے لگا، پردہ دار خاتون کو ڈیمو کے ذریعہ رد کیا جانے لگا، اسلامی تعلیمات پر مبنی نصاب کو تبدیل کرنے کی بھرپور کاوششیں بروئے کار لانا، جہاد کو فساد اور دہشت گردی سے تعبیر کرتے ہوئے نصاب سے جہادی آیات اور دیگر مواد کو خارج کرنا اورامتِ مسلمہ کو اس سے متنفر کرنا، کشمیر کے عنوان پر حقوق انسانی کے تمام نعروں کو خاکِ پا سمجھ کر روند ڈالنا اور مخالفت کے انبار لگا دینا یہ سب ان مغرب زدہ این۔جی۔اوز کے وہ منفی اثرات ہیں جو آج ملک پاکستان پر ایک آفت بن کر برس رہے ہیں۔

لیکن اِن کا پرچار کرنے میں آج کے دور میں سرفہرست کچھ خواتین کا نام آتا ہے۔ لبرل ازم کا پرچار کرنے والی ان تنظیمات کے معاشرے پر جو منفی اثرات مرتب ہو رہے ہیں، وہ ان خواتین کی مختلف گفتگو سے مکمل مترشح اور واضح ہوتے ہیں ۔سوشل میڈیا پر ایسی بہت ساری ویڈیوز اور انٹرویوز موجود ہیں جن سے نہ صرف اعلیٰ تعلیم یافتہ بلکہ ایک سطحی ذہن رکھنے والے کے لیے بھی غیر ملکی ایجنڈے کو اِن سے سمجھنے میں کوئی دقت کا سامنا نہیں کرنا پڑھتا ہے۔

لبرل ازم کے ملک دشمنی پر مبنی منفی تاثرات

ایک ٹیلی ویژن پروگرام (شاہدنامہ)میں شاہد مسعود(208)کی میزبانی میں سینئر تجزیہ نگار زید حامد(209)اورایسے خاتون کے درمیان گفتگو ہوئی اور اس گفتگو میں انہوں نے ملک دشمنی پر سیر حاصل گفتگو کر

207۔ایضا،ص،610

208۔پورانام ڈاکٹر شاہد مسعود خان ہے 1967ء کو پاکستان کے سب سے بڑے شہر کراچی میں پیدا ہوئے۔ آپ پاکستان کے نامور صحافیوں اور تجزیہ نگاروں میں شمار ہوتے ہیں۔(https://www.pakpedia.pk/dr-shahid-masood-khan/)

Date: 01 Nov 2017۔

کے اسلامی جمہوریہ پاکستان کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے کی مکمل جسارت کی ۔ان کی مکمل گفتگو کے خاص پہلو حسب نمونہ پیش کیے جاتے ہیں:

1. زاہد حامد نے جب افواج پاکستان اور ملک پاکستان کی بنیادی ایجینسی آئی۔ایس۔ آئی کی تحسین کی تو جواب میں پروگرام میں موجود خاتون نے تضحیک آمیز وریہ اپناتے ہوئے غافل ہونے کاالزام لگادیا۔
2. بانی پاکستان محمد علی جناحؒ (جن کی شب وروز کی ان تھک کاوششوں کے نتیجہ میں ہمیں اللہ رب العزت نے وطن عزیز بطور نعمت عطاکیا) کے بارے میں جواب دیتے ہوئے ایک سنگین الزام لگایا کہ قائداعظم ایک سیکولر انسان تھے اور وہ سیکولر ریاست بناناچاہتے تھے۔
3. شاعر مشرق علامہ محمد اقبالؒ (210) کی تمام تر خدمات پر پر اپنے تعصب کے پردے ڈالتے ہوئے کہنے لگیں کہ پاکستان کے قیام میں علامہ اقبال کا کوئی کردار نہیں ہے۔
4. غیر ملکی اشارات پر چلتے ہوئے اور ان کے مذموم نظریات کو پاکستان کی عوام پر مسلط کرتے ہوئے کشمیر (جو پاکستان کی شاہ رگ ہے) سے مکمل لاتعلقی کا اعلان کرتے ہوئے اظہار برہمی کیا۔
5. اساسِ پاکستان جو محرک بنا قیامِ وطن عزیز کے لیے اور جس کی بنیاد پر امت مسلمہ نے کثیر تعداد میں قربانیاں دیں ہیں، جس کو نظریہ پاکستان کے نام سے جاناجاتاہے۔اس نظریہ پاکستان کی اٹل حقیقت کاانکار کرتے ہوئے لب کشائی کی کہ یہ نظریہ قائداعظم کے مرنے کے بعد وجود میں آیاہے اور اس کے انہدام کادعوٰی کرتے ہوئے کہنے لگیں کہ اب یہ غیر متعلقہ ہوگیاہے۔

برصغیر پاک و ہند میں جب الگ ریاست کا تصور ۱۹۳۰ء کے خطبہ (211) الہ باد (212) میں علامہ محمد اقبالؒ نے پیش کیاتو اس کے بعد ہر مسلمان جو ملک پاکستان کے قیام کا حامی تھا اس نے یہ ہی نعرہ بلند کیا کہ

209۔ آپ کا مکمل نام سید زید زمان حامد ہے۔ آپ کا شمار دفاعی تجزیہ کاروں میں ہوتا ہے۔۱۴ مارچ ۱۹۶۴ء کو پیدا ہوئے، راولپنڈی کے رہائشی ہیں۔ آپ سیاسی مبصر ، مصنف اور کالم نگار ہیں ۔ ملکی دفاع میں آپ ایک بے باک اور نڈر صفت تجزیہ کار ہیں۔((https://dbpedia.org/page/Zaid_Hamid

210۔ ڈاکٹر سر علامہ محمد اقبال (ولادت: 9 نومبر 1877ء - وفات: 21 اپریل 1938ء) بیسویں صدی کے ایک معروف شاعر، مصنف، قانون دان، سیاستدان اور تحریک پاکستان کی اہم ترین شخصیات میں سے ایک تھے۔ اردو اور فارسی میں شاعری کرتے تھے اور یہی ان کی بنیادی وجہ شہرت ہے۔(https://www.britannica.com/biography/Muhammad-Iqbal)۔

211۔ 1930ء کو مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس الہ آباد میں منعقد ہوا۔ اس کی صدارت ڈاکٹر سر محمد اقبال نے کی۔ انہوں نے اپنے صدارتی خطبے میں بڑی وضاحت سے ہندوستان کے حالات، مسلمانوں کی مشکلات، ان کے مستقبل اور مسلمانان ہند کی منزل کی نشان

پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ۔ اس نعرے کی حقیقت کو مسخ کرتے ہوئے بولیں کہ یہ نعرہ ۱۹۶۰ء میں ایجاد ہوا اور یہ محض خرافات ہے۔

6. کسی بھی ملک کے لئے آئین و دستور ایک بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ ملک پاکستان کے آہین کی توہین کرتے ہوئے پروگرام میں موجود خاتون نے آہین کے آرٹیکل ۶۲ اور ۶۳ کو بھی اسلام دشمنی کی بنیاد پر خرافات سے تعبیر کیا۔ کیونکہ یہ آرٹیکل مشتمل ہیں اس بات پر کہ ملک پاکستان میں پارلیمینٹ یا قومی اسمبلی کا حصہ بننے کے لیے یا حکمران بننے کے لیے کسی فرد کے بھی ضروری ہے کہ وہ دو قومی نظریے پر یقین رکھتا ہو، حکمران عملی طور پر بھی مسلمان ہو اور خائن نہ ہو۔(213)

تحفظ نسواں کے نام پر مادر پدر آزادی کا تاثر

8 مارچ کو ہر سال ملک پاکستان میں بھی خواتین کے عالمی دن کا انعقاد ان تنظیمات کے ذریعے ہوتا ہے۔ جس کے ذریعہ سے اس ملک میں یہ اثرات خواتین کے ذہن میں منقش کیے جاتے ہیں کہ وہ مرد کی ماتحتی میں نہیں ہیں اور نہ ہی مرد امور خانہ داری میں اُن پر بطور حاکم ہیں۔ عورت جب چاہے، جہاں چاہے اور جس کے ساتھ جانا چاہے، وہ مکمل آزادی کا حق رکھتی ہے۔ اس کے کسی فیصلہ میں نہ باپ کو روکنے کا حق حاصل ہے نہ بھائی کو پوچھنے کا حق ہے، نہ بیٹے کو حقِ استفسار ہے اور نہ ہی خاوند کسی طور پر حقِ ملکیت رکھتا ہے۔ نکاح کو فقط ایک قید اور حبس بے جا کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ جبکہ طلاق کے جارے میں یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ اِس کے بعد بھی عورت آزاد اور خوش رہ سکتی ہے، امور خانہ داری میں عورت گھر گھرستی کے کاموں کی پابند نہیں ہے۔

ان جیسی تعلیمات کے لیے کچھ سلوگنز بنا کر میڈیا کے ذریعہ سے عوام کو آگاہی دی جاتی ہے مثلاً "اپنا موزہ خود ڈھونڈو، بستر خود گرم کر لو، میرا جسم میری مرضی، میں طلاق یافتہ ہوں پر خوش ہوں، میری بہن مرضی اس کی اپنی" وغیرہ۔ اِن کے بھانک نتائج میں سے جو سب سے بڑا مسئلہ معاشرے میں آیا وہ فحاشی و عریانی کا ایک سیلاب امڈ

دہی کی۔ کانگرس جس طرح ماضی میں مسلمانوں کے وجود سے انکاری ہوئی تھی اس سے انکار ممکن نہیں تھا۔ ان دنوں لندن میں گول میز کانفرنس ہو رہی تھی لیکن علامہ اقبال گاندھی کی ہٹ دھرمی کے پیش نظر جانتے تھے کہ کوئی بھی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلے گا اور مسلمانوں کی منزل ایک علیحدہ مملکت ہی ہے۔ ریاض احمد چوہدری کالم 22-اپریل 2020۔ (dailypakistan.pk/columns/134490)

212۔ بھارت کی ریاست اتر پردیش کا ایک قدیم شہر ہے۔ گنگا و جمنا کے سنگم پر آباد ہے۔ جو (بنارس) کے تقریبا 65 65 میل (100 کلو میٹر) شمال مغرب میں واقع ہے۔۔(https://www.britannica.com/place/Prayagraj)

213۔ شاہد مسعود، اینکر، شاہد نامہ، نشر، ایکسپریس نیوز، 25 اگست 2011ء

کر آ گیا جو مختلف شوشل میڈیا اور ایپس کے ذریعہ سے ہماری خواتین کو مغرب کے اس گندے پروپیگنڈے کی نظر کرتا جارہاہے۔ جس کی جھلکیاں ۸مارچ ۲۰۲۰ء کو ہونے والی ریلیوں میں دیکھی جاسکتی ہیں۔اس بنیاد پر معاشرے میں ایسی انارکی پھیلی کہ آج سال کے اندر اندر طلاق واقع ہو جاتی ہے اور عورت ہمیشہ کے لیے مطلقہ کا ایک نشان ماتھے پے لگا کر اپنی راحت کی زندگی سے محروم نظر آتی ہے۔

این۔جی۔اوز کے مقاصد اور رجحانات میں تضاد

اس اعتراض کی بنیادیں بھی مضبوط نظر آنے لگتی ہیں جب ہم دیکھتے ہیں کہ قیام پاکستان کے ساتھ ہی غیر سرکاری تنظیم کا قیام عمل میں لانے کا ارادہ پاکستان کی پہلی خاتونِ اول،وزیر اعظم لیاقت علی خان(214) کی زوجہ بیگم رعنا لیاقت علی(215)نے کیا۔۱۴اگست ۱۹۴۷ء کو اسلامی جمہوریہ پاکستان آزاد ہوا تو فروری ۱۹۴۹ء میں انھوں نے ایک این۔جی۔او کا سنگِ میل "APWA" کے نام سے رکھا(216)۔اِس کا اوّل مقصد خواتین کو معاشرتی تحفظ فراہم کرنا قرار پایا۔جیسا کہ اس کے نام سے بھی واضح ہے۔کیونکہ یہ لفظ "all pakistan women's association" کا مخفف ہے جس کا معنیٰ ہی اس کے مقصد پر روشنی ڈالتا ہے۔

قیام کے وقت اس تنظیم کو بھی بین الاقوامی طور پر خاصی معاونت حاصل تھی۔غیر ملکی فنڈز آہستہ آہستہ اپنا رنگ دکھانے لگے اور سیر و تفریح کی دعوتوں کا ایک لامتناہی سلسلہ بھی جاری ہو گیا، دیگر افراد نے بھی اس کو ایک منافع بخش کاروبار تصور کرتے ہوئے اِس بحرِ بے کراں میں چھلانگ لگا دی۔ لیکن وقت کے ساتھ ساتھ واضح ہو تا جارہا ہے کہ اس کا رجحان بھی اپنے مقاصد سے کامل طور پر ہٹ چکا ہے۔

214۔لیاقت علی خان پاکستان کے پہلے وزیر اعظم تھے۔ آپ ہندوستان کے علاقے کرنال میں پیدا ہوئے اور آکسفورڈ یونیورسٹی سے قانون کی ڈگری لی اور 1922ء میں انگلینڈ بار میں شمولیت اختیار کی۔ 1923ء میں ہندوستان واپس آئے اور مسلم لیگ میں شامل ہوئے۔ 1936ء میں آپ مسلم لیگ کے سیکرٹری جنرل بنے۔ آپ قائد اعظم محمد علی جناح کے دست راست تھے اور 16 اکتوبر 1951ء کو راولپنڈی میں قتل کر دیئے گئے۔(https://www.britannica.com/biography/Liaquat-Ali-Khan)

215۔آپ ۱۳ فروری ۱۹۰۵ء کو انڈیا کے شہر آلموڑا میں پیدا ہوئیں اور ۱۳ جون ۱۹۹۰ء کو پاکستان کے شہر کراچی میں فوت ہوئیں۔ آپ نے بطور سفیر ہالینڈ اور اٹلی میں خدمات ادا کیں اور بعد ازاں اپکی تعیناتی سندھ میں بطورِ گورنر کے ہوئی۔ مزید تفصیلات کے لیے رجوع فرمائیں(https://aalmiakhbar.com/archives/14618) Date: 13 Feb 2020۔

216۔ https://pakngos.com.pk/ngo/all-pakistan-women%27s-association-%28apwa%29

اب یہ این۔جی۔او بھی ان لبرل این۔جی۔او کے لیے پیش خیمہ ثابت ہو رہی ہے جنھوں نے اسلامی معاشرے کی ایک مسلم خاتون کو خاص طور پر دیہی زندگی گزارنے والی عورت کو بھی آزادی کا ایک مزیّن نعرہ تھما کر ایسا جھانسا دیا کہ آج وہ شرم وحیا کی تمام حدیں عبور کرنے لگی، اس کو خاندان کی عزت و آبرو فقط شی عبث معلوم ہونے لگی، خاوند اس کو ایک حابس کے روپ میں دکھایا جانے لگا۔ جس پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر اشتیاق احمد یوں رقمطراز ہوتے ہیں:

"اس نے خواتین کی فلاح و بہبود کے نام پر خواتین کو بے حیائی کی راہ پر لگا دیا اور انگریزی تہذیب و تمدن کو فروغ دیا"(217)

الغرض ان غیر مسلم این.جی اوز اور لبرل تنظیمات میں جب بھی کسی این.جی او کا یا تنظیم کا جائزہ لیا جائے تو ابتداء میں اس کے مقاصد سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ معاشرے میں پسنے والے غریب طبقے کے لیے خاص طور پر مسیحا ہے۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ واضح ہوتا جاتا ہے کہ یہ مقاصد صرف دکھانے کی حد تک ہی ہیں۔ اصل میں اس کے اہداف مقاصد سے جدا ہیں۔ معاشرے میں انارکی پھیلانا، جاسوسی کے قبیح افعال ان این.جی اوز کے حقائق میں شامل ہیں۔ اردو زبان کی ایک کہاوت مشہور ہے کہ "ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور اور کھانے کے اور" یہ بھی اس ہی کہاوت کی مصداق ہیں۔

ان کی ان مذموم کاوشوں کی بنیاد پر آج معاشرے میں سرگرم مثبت امور انجام دینے والی تنظیمیں بھی بدنامی کا شکار ہو رہی ہیں۔ کیونکہ لوگوں کا اعتماد این.جی او کے نام سے اٹھتا جا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کے ملک پاکستان میں ہزاروں کی تعداد میں دینی مدارس ملک کے غریب اور نادار بچوں اور بچیوں کو فری تعلیم و تربیت کا عمدہ ماحول قائم کیے ہوئے ہیں، اسی طرح کئی ادارے ہیں جو یتیم لڑکوں اور لڑکیوں کی کفالت کرتے ہیں لیکن وہ اپنے نام کے ساتھ رفاہی ادارے یا مدرسہ ہی لکھتے ہیں۔ این.جی او یعنی غیر سرکاری تنظیم لکھنے سے وہ اجتناب اسی بنیاد پر کرتے ہیں کیونکہ این جی اوز کا کردار معاشرے میں مثبت کے مقابلے میں منفی زیادہ ہے۔

217۔ گوندل، ڈاکٹر اشتیاق احمد، پاکستان میں اسلام اور لبرل ازم کی کشمکش، شیخ زید اسلامک سینٹر، پنجاب یونیورسٹی لاہور، ص، ۱۳۲

فصل پنجم: جامعات کا لبرل ماحول

تعارف:

بلاشبہ علم معرفت، شرافت و تکریم اور دونوں جہانوں کی سعادت سے ہمکنار ہونے کا ایک نادر اور لا ثانی ذریعہ ہے۔ اسی کی بدولت ہی بنی نوعِ انسان نے کئی سنگلاخ وادیوں کو، بے آب و گیاہ جنگلات کو، چٹیل اور ویران میدانوں کو اور بنجر زمینوں کو شادابی سے نوازا ہے۔ زمینوں، دریاؤں اور سمندروں کی گہرائیوں سے بے شمار ذخائر ،معدنیات اور قیمتی موتی نکالے ہیں۔ بلکہ اگر مختصر تعبیر کیا جائے تو بڑے وثوق سے یہ دعوٰی کیا جاسکتا ہے کہ علم ہی کی بنیاد پر دنیا میں تمام رونما ہونے والے ایسے کارنامے ہیں جو عقل انسانی کو حیران کر دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے تحصیل علم پر زور دیتے ہوئے اِس کے کثیر فوائد ذکر فرمائے۔

اسلام کی سب سے پہلی وحی جب حضرت جبرائیلؑ لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو وہ علم ہی کے متعلق تھی جس کی ابتداء ہی لفظ "اقرأ" سے ہے۔ اللہ رب العزت نے معاشرے میں کفر و شرک کی تاریکیوں میں مبتلا افراد کو اپنے پہلے حکم سے ہی یہ درس دیا کہ پڑھنے سے ہی تم کامیابی کی راہوں پر گامزن ہو سکتے ہو۔ جہالت کبھی تمھیں صراطِ مستقیم کا راہی نہیں بنائے گی۔ اللہ نے اپنی لا ریب کتابِ مقدس میں بھی اس حقیقت کو بیان فرمایا کہ عالم و جاہل زندگی کہ کسی موڑ میں بھی یکساں نہیں ہوسکتے۔ جس طرح قرآن مجید میں ایک جگہ فرمایا کہ جاہل اور عالم برابر نہیں ہوسکتے۔ (مفہوم آیت)

اللہ سبحانہ وتعالی نے عالم کی عظمت اور قدر و منزلت کو بیان فرمایا اور اپنے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی یہ اعلان کروا دیا کہ علم رکھنے والا اور جاہل کبھی برابر نہیں ہو سکتا۔ اِس طرح دیگر کئی مقامات پر علم کی اہمیت کو شریعتِ اسلامیہ میں بیان کیا گیا۔ جیسا کہ یہ بات بھی روشن چراغ کی مثل ہے کہ دنیا دار السبب ہے۔ یہاں ہر چیز کسی نہ کسی سبب کی احتیاجی اپنے دامن میں سمیٹی ہوئی ہے۔ اسی طرح حصول علم کے من جملہ اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے کہ اِس کے لیے ایک سازگار ماحول ہو، جس میں رہتے ہوئے انسان اپنے علوم کی منازل کو احسن انداز میں عبور کر سکے۔ جامعات کا وجود بھی ایسے ہی ماحول کو یقینی بنانے کے لیے سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

معاشرے میں جامعات کا بنیادی کردار

انسان میں یہ ایک فطری مادہ اللہ رب العالمین نے ودیعت کر رکھا ہے کہ وہ ہر چیز کی جستجو اور تتبع میں اپنے اوقات کو صرف کرتا رہتا ہے۔اُس کا ہمیشہ سے مطمع نظر یہی رہا ہے کہ کس طرح سے وہ کائنات منسوب ہر چیز کی اصل اور حقیقت کو معلوم کر لے۔ ابتدائی تعلیم جب انسان اپنی ماں کی گود سے حاصل کرتا ہے تو وہ انسانوں کی شکل و صورت کی حد تک پہچان سیکھتا ہے یا الفاظ فقط اپنے منہ سے ادا کرنے سیکھ جاتا ہے۔ابھی تک اس کو یہ نہیں معلوم ہوتا کہ الفاظ کا تلفظ کیا ہے اور کس موقع پر کیا کہنا ہے اور کیا جملہ ادا کرنا ہے۔ایسے ہی وہ لکھنے کی قوت سے بھی مکمل عاری ہوتا ہے۔ پھر معاشرے سے آشنا کروانے کے لیے والدین اس کو دینی و دنیاوی تعلیم دلوانے کے لیے معلم کی صحبت میں پیش کرتے ہیں۔ بنیادی تعلیم کے لیے جہاں دینی مدارس کا قیام پاکستان میں ہے وہیں پرائمری سکولوں کو بھی منظم کیا گیا۔

جب بچہ پانچ سال تعلیمی ماحول سے وابستہ رہ جاتا ہے، تو اس کو مڈل سکولوں میں تعلیم دی جاتی ہے۔ ثانوی تعلیم کے لیے اس کو ہائی سکول میں منتقل کیا جاتا ہے۔ جب اس کی بنیاد اِن دس سالوں میں پختہ ہو جاتی ہے تو پھر اعلیٰ ثانوی تعلیم کے لیے مستقبل کا یہ روشن ستارہ کالج کا انتخاب کرتا ہے۔ یہاں سے جب یہ ایک عظیم اور کامیاب فردِ معاشرہ بننے کی اُمنگ اپنے وجود میں سمولیتا ہے تو اپنے اُس فطری ذوق یعنی جستجو اور تتبع کے لیے جامعات کی طرف رجوع کرتا ہے۔

جامعہ کے لیے انگریزی زبان میں لفظ یونیورسٹی استعمال ہوتا ہے۔ جامعہ کے بنیادی اہداف میں سب سے خاص مقام یہ ہے کہ یہ افراد کو تحقیق کی راہوں سے گزارتے ہوئے نئی منازل سے متعارف کرواتی ہے۔ کسی بھی ترقی یافتہ ملک کے لیے جامعات کا قیام ریڑھ کی ہڈی کی مثل ہوتا ہے۔اِن کی افادیت کا منہ بولتا ثبوت ان کا روشن کردار ہے۔(218)

جس کے بنیادی مقاصد میں نئی معلومات سے روشناس کرانا، ماٰخذِ اصلیہ تک پہنچانا، توہم پرستی سے نجات دلانا، تعصب کی آگ کو بجھانا، صحیح اور غلط میں امتیاز کرنا، گہرے اور وسیع علوم کی فضا قائم کرنا، طلباء و طلبات کی فطری صلاحیت کو اُجاگر کرنا، ترقی کی راہوں کو ہموار کرنا، کائنات کے اسرار و رموز کی معرفت کروانا، مشکوک خیالات کا قلع قمع کرنا اور فیصلے کی قوت کو نکھارنا ہے۔ جامعات ان مقاصد کے حصول کے لیے تحقیق کا ایک وسیع ماحول فراہم کرتی ہیں۔ تحقیق ہی ان کے قیام کا بنیادی مقصد ہے۔

218۔ مسلم سجاد، سلیم منصور خالد، پاکستان میں جامعات کا کردار، ص،۹۹ شرکت پرنٹنگ پریس لاہور۔

جامعات کا لبرل ماحول

تعلیماتِ اسلامیہ کی نظر میں تعلیم صرف معلومات کے حصول کا نام ہی نہیں ہے بلکہ اس کا جزوِلا ینفک یعنی کبھی جدا نہ ہونے والا جزو عمل بھی ہے۔ دینِ اسلام ایک ایسا تعلیم و تربیت کا اعلیٰ نظام قائم کرنے کی تلقین کرتا ہے جو فقط تشنہ علم کو معلومات سے ہی سیرابی فراہم نہ کرے بلکہ اِس کی شخصیت اور آدمیت کو نکھارنے والی سیرت کی تعمیر بھی کرے۔ ہم جب اسلامی تعلیم کے مقاصد پر غور و فکر کرتے ہیں تو ہمیں واشگاف انداز میں واضح ہوتی نظر آتی ہے کہ اسلام علم کے دامن میں سمیٹتے ہوئے ایک ایسا فرد تیار کرتا ہے جو اپنی زندگی کے بنیادی مقاصد کو بھی پاتے ہوئے فرمانبرداری کے معنیٰ کو لے کر مسلمان کہلاتا ہے۔ وہ کُل حیات خالقِ کائنات کی رضا کے مطابق تمام اوامر و نواہی پر عمل پیرا ہو کر گزارتا ہے۔

عقائد و نظریات اور عبادات میں خود کو مستغرق رکھتے ہوئے بھی وہ خود کو رہبانیت کی طرف نہیں لے کر جاتا، بلکہ معاشرے میں اقتصادیات اور معیشت کے تمام پہلوؤں کو اور اسی طرح اخلاقیات اور معاملات کے پیشِ نظر وہ ایک پُر عزم، فعال اور متحرک زندگی بسر کرتا ہے۔ بالفاظ دیگر وہ دین و دنیا کے امتزاج کو اسلام کے سکھائے ہوئے اصولوں پر پرکھ کر ایک کامیاب فرد کی شکل میں معاشرے میں ابھرتا ہے۔ اِس طرز کی تعمیر صرف اس وقت ہی ممکن بنائی جاسکتی ہے، جب تعلیم کے مفہوم کو وسعت دیتے ہوئے تحصیلِ علم کے ساتھ تعمیرِ سیرت کو بھی لازم قرار دیا جائے۔ ایسی تربیت خاص طور پر جو مبنی ہو کردار سازی پر اور انسانیت پر مبنی تخلیقی تحقیق بھی تعلیم کے عنوان میں داخل ہو۔(219)

اسی طرح علوم دینیہ میں مہارت رکھنے والا دنیاوی علوم میں کوئی خاص معرفت حاصل نہیں کر پاتا۔ یوں ایک اسلامی معاشرے کو کامل افراد نہیں مل پاتے۔ مغربیت کی ہمیشہ سے مسلم معاشروں کی بابت یہی کوشش رہی ہے کہ کس طرح ان کو اپنے رنگ میں ہی مکمل طور پر ڈھال لیا جائے اور انھوں نے اس تناظر میں جامعات کے ماحول کو بھی اپنی پیروی پر لگاتے ہوئے لبرل ازم میں تبدیل کرنے کی ٹھان لی۔ اِس مقصد کے لیے انھوں نے سب سے پہلا جو نعرہ بلند کیا وہ یہ کہ عورت کو بھی تعلیم کا حق دیا جائے، تعلیم صرف مرد ہی کے مرہونِ منت نہیں ہونی چاہیے۔ جبکہ اسلام نے ۱۴ صدیاں پہلے ہی عورت کی تعلیم کی اہمیت بیان کر دی تھی۔ پھر ایک قدم مزید آگے بڑھتے

219۔ محمد شعیب اللہ خان، مفتی، عصری تعلیم گاہوں کے نصاب، ماہنامہ دارالعلوم، شمارہ7، جلد: 89 ، جمادی الاول، جمادی الثانی 1426ہجری مطابق جولائی 2005ء

ہوئے انھوں نے مخلوط نصاب کو رائج کیا اور پھر مخلوط تعلیمی نظام کو جامعات میں پروان چڑھانے کے درپہ ہو گئے۔ (220)

ایسے عورت کو تعلیم کے بہانے اور ترقی کے سہانے خواب دکھانے کے نام پر انسان کو پھر سے تنزلی کا شکار بنایا جارہاہے۔ اور سادہ لوح انسان ایک بار پھر سے تعلیم کی تلاش میں نکل کر حقیقت میں جاہلیت سے دوچار ہونے لگ گئے۔

1۔ اسلامی تعلیمات میں تعلیم نسواں کی اہمیت

عورت معاشرے کی بنیادی اکائی ہے خاندان اور خاندان کے وجود میں میں جتنی اہمیت مرد کو ہے اتنی ہی اہمیت عورت کو بھی ہے۔ ان میں سے جب ایک کی بھی نفی کر دی جائے تو خاندان کا قیام درجہ امکانات سے باہر ہو جاتا ہے۔ یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ افرادِ ملت کو اپنی ثقافت اور تہذیب سے مکمل آگاہی دلانے میں اور شمائل جمیلہ اور خصائل فاضلہ سے آراستہ کرانے میں خواتین کا کردار اِس ملت میں مرکزی اور اساسی ہوتا ہے۔ اس لیے ابتداء سے ہی دینِ اسلام نے مردوں کے لیے جس طرح تعلیم کی راہوں کو ہموار کیا ہے اور ان کو ہر طرح کے اسباب علم سے مستفید ہونے کی آزادی دی ہے، بعینہ دین حنیف میں نسواں کی تعلیم کو بھی لازم قرار دیا ہے۔ اِن کی صنف کو مدِ نظر رکھتے ہوئے جن جن علوم کی معاشرے میں انکو ضرورت ہے اور جن کے حصول میں ان کی عصمت دری کا اندیشہ نہ ہو اسلام نے عورت کیلئے جائز قرار دیا ہے۔

اسلام میں آغازِ تعلیم نزول قرآن سے ہوا ہے اور پڑھنے کا حکم مرد و عورت کو یکساں دیا گیا ہے۔ اسلامی تعلیم میں ایسے بے شمار واقعات ہیں جو عورت کی تعلیم پر دلالت کرتے ہیں۔ من جملہ یہ کہ حضرت عمرؓ کو اگر اسلام سے اللہ نے نوازا تو سبب عورت کی تعلیم بنا۔ ایسے ہی مسجد نبوی میں جہاں صفۃ الرجال تھا، وہاں ہی صفۃ النساء بھی تھا۔ جہاں عورتیں تعلیم حاصل کیا کرتی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات سے علم کی کس قدر پذیرائی ہوئی ہے، چند ایک ملاحظہ کیجئے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

" وَرَجُلٌ لَہ اَمَۃٌ، فَأَدَّبَہَا فَأَحسَنَ تَأدِیبَہَا، وَعَلَّمَہَا، فَأَحْسَنَ تَعْلِیْمَہَا، ثُمَّ اَعْتَقَہَا، فَتَزَوَّجَہَا، فَلَہ أَجْرَانِ "(221)

220۔ ایضا

221۔ محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب العلم، باب تعلیم الرجل امتہ واہلہ، ج1، حدیث نمبر 97۔

ترجمہ: اور ایسا آدمی جس کی ایک باندی ہو، پس وہ اس کی اچھی تربیت کرے، اچھی تعلیم دلوائے، پھر اس کو آزاد کر دے، پس اس سے شادی کرلے تو اس کے لیے دو اجر ہیں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بھی ذاتی طور پر خواتین کی تعلیم و تربیت کا خصوصی اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ عورتوں کی حصولِ علم پر مبنی خواہش جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے رکھی گئی تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے باقاعدہ طور پر ایک دن مقرر لیا تھا جس میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو شریعت کی تعلیم اور اوامر و نواہی بتلاتے تھے۔ چنانچہ دورِ پیغمبر کے ایک جیّد صحابی حضرت سیدنا ابو سعید خدری ؓ کی روایت ہے:

"قَالَتْ النِّسَاءُ لِلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "غَلَبْنَ عَلَيکَ الرِّجَالُ، فَاجْعَلْ لَّنَا يَوْمًا مِنْ نَفْسِکَ، فَوَعَدهُنَّ يَوْماً لَقِيَهُنَّ فِيْهِ، فَوَعَظَهنَّ، وَأَمَرَهنَّ "(222)۔

ترجمہ: "عورتوں نے کہا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ آپ کے پاس مردوں کا ہجوم رہتا ہے، ہمارے لیے بھی ایک دن نکالیں اپنی طرف سے (جس میں ہمیں بھی وعظ و نصیحت کر سکیں) تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن سے وعدہ کیا جس میں ان سے ملیں گے پس ان کو (دین) کا وعظ دیں گے اور اوامر بتلاہیں گے"۔

2۔ لبرل ازم کی سازش اور ہمارا نظامِ تعلیم

لبرل ازم کے آزادانہ نظریات میں مخلوط تعلیمی نظام کو رائج کرنے میں ہی ترقی کے تمام اسرار و رموز مضمر ہیں۔ جسے انگریزی میں Co-Education سے موسوم کیا گیا ہے۔ یہ نظام تعلیم مغربی معاشرے سے درآمد کیا گیا ہے۔ جو کہ دراصل مشرقی خاتونِ کو بھی تعلیم کے نام پر مغربی معاشرے کی مانند نفسانی حوس سے لبریز نگاہوں کے لئے لذت اندوزی اور لطف و سرور کا سامان بنانے کی ایک ہمہ گیر اور مذموم سازش ہے۔

اِس گھناؤنے نظام کی بنیادیں قائم کرنے میں محض دنیاوی بہکاوے دیتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ اِس سے مقابلے کی فضاء پیدا ہوتی ہے، لڑکا لڑکی ایک دوسرے سے بڑھ کر تعلیمی سرگرمیوں میں قدم رکھتے ہیں، اِس نظام میں مخلوط رہنے کی بنا پر ہر جنس مخالف جنس کے تمام تر نظریات سے کامل واقفیت حاصل کر کے معاشرے میں عمدہ کردار ادا کر سکتی ہے۔ اور اِن میں سوچ کی وسعت پیدا ہوتی ہے۔

جبکہ در حقیقت اِن نام نہاد سنہرے اور روشن خیالات کے پس پردہ مشرقی اقدار کو پامال کرتے ہوئے، یہاں کی عورت کو مغربی طرزِ زندگی کے مطابق معاشرے کی للچائی نظروں کی زینت بنانا ہے۔ بالخصوص اسلامی خاتون جو اسلام کی تعلیمات پر قائم رہتے ہوئے پوری زندگی اپنی شرم و حیا کے مطابق گزارتی ہے، دنیا کے ہر میدان میں بھی

222۔ صحیح بخاری، محمد بن اسماعیل، کتاب العلم، باب ہل یجعل للنساء یوما علی حدۃ فی العلم ج:۱، حدیث نمبر 101۔

جب قدم رکھتی ہے تو اسلام کے اصولوں کو اپنے پاؤں تلے نہیں روندتی اور دنیا کے ہر شعبے میں اسلام کا پرچار کرتی ہوئی جب نظر آتی ہے تو مغرب زدہ لوگوں کو (جن کو امداد ہی اِس قبیح مقصد کے لیے ہوتی ہے کے اسلامی عورت کی بھی چادر اِس کے سر سے اُتارنے کے اسباب پیدا کیے جاہیں، اِس کی عصمت وپاکیزگی کو تار تار کیا جائے) یہ بات نہ ہضم ہوئی۔ ایسے میں اُنھوں نے مخلوط نظام کا دعوٰی کرتے ہوئے ہمارے اسلامی جمہوریہ پاکستان کو بھی مخلوط نظام تعلیم رائج کرنے کی سازش میں لپیٹنا شروع کر دیا ہے۔(223)

اس تعلیم میں بھی وہ عورت جو اپنے دین پر کاربند رہتے ہوئے کام کرتی نظر آتی ہے، تو مغربی دنیا اور اس سے متاثر دنیا میں ایسی عورت کے لیے کوئی جگہ میسر نہیں ہوتی۔ لہذا عورت کی تعلیم محض بہانہ ہے۔ اصل مقصود حوس و نفس کی غلامی اور انسانی عزت و تکریم کو یرغمال کرنا ہے۔

3۔ مخلوط نظامِ تعلیم کا جائزہ

مخلوط نظامِ تعلیم کا اگر بغور جائزہ لیا جائے تو دو پہلو اِس نظام میں ایسے ہیں جو کہ قابلِ توجہ اور سنجیدگی سے غور طلب ہیں۔

ا- بنین وبنات التعلیمی نصاب ایک ہی ہونا چاہیے یا جُدا جُدا؟

۲- تعلیمی ماحول میں اختلاط ہو یعنی نشست وبرخاست ایک ساتھ ہو، ایک ہی کمرہ جماعت میں ہو یا علیحدہ علیحدہ ہو؟

نصابِ تعلیم میں اگرچہ کچھ ایسے امور بھی ہیں جو مرد و خواتین کے لحاظ سے اشتراکی حیثیت کے حامل ہیں۔ ان مضامین کا نصاب تو بلا کراہت یکساں رکھنا ہی بہتر ہے۔ مثال کے طور پر تاریخ، جغرافیہ، زبان وادب، جنرل سائنس ریاضی،، معلوماتِ عامہ اور سماجی علوم وغیرہ۔ جبکہ بعض مضامین ایسے بھی ہیں جن کی تعلیم دیتے ہوئے مردوں اور عورتوں کے درمیان نصاب مین فرق کرنا لازم ہو گا۔ مثلاً علم طب ایک ایسا مضمون ہے جس کا تعلق جسمِ انسانی سے ہے۔(224)

معاشرے سے وابستہ ایک سادہ لوح انسان بھی اس حقیقت سے مکمل واقفیت رکھتا ہے کہ اللہ رب العزت نے مرد و عورت کی ساخت میں فرق رکھا ہے۔ مرد کی جسامت عورت سے مختلف رکھی ہے اور عورت کی بناوٹ قدرت کے سانچے میں مرد سے جُدا ہے۔ ایسے ہی کچھ بیماریوں کا تعلق صرف مرد سے ہوتا ہے، جبکہ عورت کو وہ وباء

223۔ندوی، سید آصف ،مخلوط نظام تعلیم، (http://urdu.watansamachar.com/Mixed-system-education) Date: 29 Oct 2018۔

224۔ایضا

نہیں لاحق ہوتی۔بعینہ علمِ طب کا خاصا حصہ صرف خواتین سے ہی بحث کرتا ہے۔مردوں کو اُن بیماریوں سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔

اسی لیے "امراضِ نسواں" کا مضمون زمانہ دراز سے ہی علم طب کا ایک مستقل عنوان رہا ہے۔یہ علم بنات کے لیے نہایت ہی اہم اور ضروری ہے۔جب یہ بات واضح ہو گئی کہ قدرت کی جانب سے ہی مرد و خواتین میں تخلیقی و ترکیبی لحاظ سے ایک فرق رکھا ہے، دونوں کے اعضاء کی بناوٹ میں فرق، جسمانی قوت و طاقت میں فرق، اِن کے مزاج و مذاق میں فرق، یہاں تک کہ دونوں کی ذاتی پسند و ناپسند میں بھی فرق رکھا ہے۔ایسے ہی نسل کی افزائش اور تربیتِ اولاد میں بھی ہر ایک کے کردار کو مختلف حیثیت حاصل ہے، تو لامحالہ اقرار کرنا پڑے گا کہ کہ معاشرے میں ان کے فرائض اور ذمہ داریاں بھی ایک دوسرے سے الگ ہوں۔انہی جُداگانہ ذمہ داریوں کی بنیاد پر ضروری ہے کہ دونوں کے تعلیم و تربیت کے مضامین بھی مختلف ہوں۔(225)

تعلیمی نصاب میں اگر دونوں کے اِس فطری اختلاف کو نظر انداز کیا جائے اور یکساں تعلیمی نصاب تمام شعبوں میں رائج کیا جائے، تو جہاں انسانی معاشرے پر اس کے مضر اثرات مرتب ہونگے وہاں ہی یہ نظام عورت سے اُس کا عورت پن چھین لینے کا بھی ایک مذموم اور انتہائی اقدام واقع ہو گا۔ایسے ہی جب مردوں کو خواتین کے پوشیدہ امراض و اعضاء سے وقفیت کامل طور پر بذریعہِ تعلیم دی جائے گی تو وہ بھی اپنی تمام تر صلاحیت فطری ذوق کی بنیاد پر وہیں خرچ کر دیں گے۔کیونکہ علم کے حصول کے بعد اگلا مرحلہ عمل کا ہوتا ہے۔جب عملی زندگی میں مرد و عورت جنس مخالف کی جانب اپنے میلانات کو ظاہر کرتے جاہیں گے تو عین ممکن ہے کہ زنا کا قبیح فعل معاشرے میں ایک سیلاب کی طرح اُمڈ کر آجائے۔لہٰذا اِس پیر فتن دور میں خاص کر صنفِ نازک کی ناموس کی حفاظت اور فطری نزاکت کے پیشِ نظر اس کو وہی نصاب پڑھانا چاہیے جو اسے نسوانیت کے زمرہ میں ہی مقید رکھے اور مردوں کے لیے بھی ایسا ہی نصاب ہو جو اُن سے انکی صفتِ قوامیت نہ چھینے۔ہمارے جامعات کی در و دیوار میں جب سے لبرل ازم کی صداہیں بلند ہونے لگی ہیں اور ماحول کو مغربی طرز پر لے جانے کی کوششیں کی جارہی ہیں تب سے ہی مخلوط نظام تعلیم کا ڈنڈورا پیٹا جارہا ہے۔اِس کے بھیانک اور گندے اثرات عمومی طور پر خواتین کی عملی زندگی پر منقش ہوتے ہیں۔جب وہ اپنے فطری تشخص کی حفاظت نہیں کر پاتی اور یہ مخلوط تعلیم اسے زن کی سوچ سے منتقل کرتے ہوئے نازن بنا دیتی ہے۔(226)

225۔ قاسمی، نایاب حسن، اسلام میں تعلیم نسواں اور موجودہ مخلوط نظام تعلیم، ماہانامہ دارالعلوم، شمارہ 2، شیخ الہند اکیڈمی دارالعلوم دیوبند، ص،9

226۔ایضا

یہ ہی مغرب سے متاثرہ لوگوں کی سیاہ کاری، خود غرضی اور شکم پروری ہے کہ انھوں نے خاندان کی ایک بنیادی اکائی یعنی عورت سے جہاں "حقِ مادری" وصول کرنے کا عزم کیا، وہاں ہی "فرائضِ پدری" کے حقوق بھی ادا کرنے کے لئے ان کو بیچ چوراہے کے لا کھڑا کیا ہے۔ جب اپنی ذمہ داری کا بوجھ انھوں نے عورتوں پر لادنے کا عزم کر لیا، تو مخلوط تعلیم کا ایک ایسا نظام وضع کیا، جس میں خواتین کو مردوں کے مکمل مشابہ بنانے کی پوری طاقت موجود ہو۔ چنانچہ اقبال رح کہتے ہیں:

"جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن
کہتے ہیں اسی علم کو اربابِ نظر موت
بیگانہ رہے دیں سے اگر مدرسۂ زن
ہے عشق و محبت کے لیے علم و ہنر موت"(227)

مخلوط تعلیم کا دوسرا پہلو

طلباء و طلبات کی مشترک تعلیمی درس گاہ ہے۔ اسلام میں ابتدائی عمر کے بچوں کے لیے، جس عمر میں بچے اپنے تمام تر صنفی جذبات سے مبراء و خالی الذہن ہوتے ہیں۔ اُن میں کسی قسم کے جنسی و نفسانی فسادات پر مبنی احساسات جنم نہیں لیتے، مخلوططرزِ تعلیم کی گنجائش موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تقریباًسات یا آٹھ سال کی عمر کے طلباء و طلبات کے لیے ابتدائی طور پر نصاب تعلیم اور ماحول دینی مدارس میں بھی یکساں رکھا جاتا ہے۔ اسلامی تعلیمات سے تضاد مخلوط تعلیمی نظام میں اُس وقت پیدا ہوتا ہے، جب بچے عمر کے اُس حصے میں قدم رکھتے ہیں جہاں جنسی شعور اُن میں انگڑائی لینے لگتا ہے۔ اُن میں جوانی کے اثرات طلاطم خیز موجوں کی صورت میں اُبھرنے لگتے ہیں۔ کلی طور پر اگرچہ نہ سہی لیکن ایک حد تک بھی اگر اِن میں ایسے احساسات پیدا ہو جاہیں اور صنفی جذبات کی اِن کو پہچان ہو جائے، تو مخلوط تعلیم کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کسی نے آگ اور بارود کو ایک جگہ جمع کر دیا ہو۔

آج جبکہ مشرق سے لے کر مغرب تک اور جنوب سے لے کر شمال تک اِس مخلوط تعلیمی نظام کی تباہ کاریاں، فحش و عریانی کی داستانیں اور اس کے سبب ہر قسم کی زیاں کاریاں ظاہر ہو چکی ہیں۔ ایسے میں مسلم ممالک اور بالخصوص مملکتِ پاکستان کے حکمرانوں کو اس کا سدّباب کرنے کے لیے اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔ جادو وہ جو سر چڑھ کے بولے، اس مثل کو مدِ نظر رکھتے ہوئے آج جب ہم اہل مغرب کے افسانے سنتے ہیں تو ہمیں اسلام کی

227۔ ضرب کلیم، محمد اقبال، ص ۹۱۱

روشن تعلیمات اور عمدہ اصول معاشرت مزید نکھرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ چنانچہ عالم اسلام کے عظیم مفکر مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ(228)

فرانس کے ایک ماہرِ عمرانیات "Paul Bureau" کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس نے اپنی کتاب Towards Moral Bankruptcy میں لکھا ہے کہ:

"فرانس کے طبقہِ متوسط کی تعلیم یافتہ خواتین، جو کسی شعبے میں ڈیوٹی انجام دیتی ہیں، ان کے لیے یہ کوئی امرِ تعجب نہیں ہے کہ وہ کسی اجنبی لڑکے سے مانوس ہو جائیں۔ ابتدا میں تو معاشرے کے اس طرزِ تعلق کو معیوب تصور کیا گیا، لیکن اب یہ سلسلہِ تعلق اونچے طبقے کے افراد میں بھی رائج ہو گیا ہے۔ اجتماعی زندگی میں اب اس نے وہی مقام حاصل کر لیا ہے جو مقام کبھی نکاح کا تھا۔"(229)

امریکہ کی درسگاہوں کے حالات بیان کرتے ہوئے نوجوانوں کے متعلق جج (Ben Lindsey) (230)، اپنی کتاب (Revolt Of Modern Youth) میں لکھتا ہے کہ:

"امریکہ میں زیر تعلیم ہائی اسکول کی لڑکیاں کم از کم ۴۵ فیصد ایسی ہیں جو کہ سکولوں سے فارغ ہونے سے قبل ہی خراب ہو چکی ہوتی ہیں۔ جبکہ بعد کے تعلیمی درجات میں اوسطاً اس سے کافی زیادہ ہیں۔ لڑکوں سے لڑکیاں خود ایسی امور پر فورس کرتی ہیں، جن کے ذیعہ سے وہ تفریحی مشاغل کو اپنا سکیں۔ اور ایسے ہیجانات کی طرف رجحان لڑکیوں میں لڑکوں کی بنسبت کہیں زیادہ ہوتا ہیں۔ اگرچہ زنانہ فطرت ایسے منفی اقدامات پر فریب کاری کے ذریعہ سے پردے ڈالتی رہتی ہے۔"(231)

228۔ سید ابو اعلیٰ مودودی ۲۵ ستمبر، ۱۹۰۳ء کو انڈیا کے علاقے اورنگ آباد میں پیدا ہوئے۔ آپ ایک نامور اسلامی جرنلسٹ، مؤرخ اور مذہبی اسکالر ہیں۔ آپ کی وفات ۲۲ ستمبر ،۱۹۷۹ء کو امریکہ کے دارالخلافہ نیویارک کے نواحی علاقہ بفیلو میں ہوئی۔(britannica.com -Ala-Mawdudi)

229۔ پردہ، سید ابوالاعلیٰ، مودودی،، ص:۶۶۔

230۔Ben Lindsey کا اصل نام Benjamin Barr Lindsey ہے۔ جس کو Denver کی عدالت برائے جرائم اطفال کا صدر ہونے کی حیثیت سے امریکہ کے نوجوانوں کی حالت سے واقفیت حاصل کرنے کے بہت زیادہ مواقع ملے۔ ۲۵ نومبر ۱۸۶۹ء میں پیدائش ہوئی اور ۷۳ سال کی عمر میں ۲۶ مارچ ۱۹۴۳ء کو وفات پائی۔(britannica.com)

231۔ نظام الدین اسیر ادروی، مولانا، افکارِ عالم فکر اسلامی کی روشنی میں، شیخ الہند اکیڈمی، دارالعلوم دیوبند، ۱۴۲۹ھ، ج،۱ص،۲۲۶۔

انگلینڈ کے ایک سماجی کارکن اپنی تحقیقی رپورٹ میں وہاں کے ماحول کا مطالعاتی جائزہ پیش کرتے ہوئے مخلوط درسگاہوں کی صنفی آوارگی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"سکول میں چودہ، پندرہ برس کے لڑکے اور لڑکیاں عمومی طور پر موانعِ حمل چیزیں اپنے بیگوں میں اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔ تاکہ نہ جانے کب اور کہاں اِن کی ضرورت پیش آجائے۔ اس معاملہ میں اپنے والدین سے کہیں بڑھ کر وہ ہوشیار ہیں۔"(232)

ان فساد زدہ اور تباہ شدہ ماحول کی بنیاد پر آج مغربی مفکرین بھی اس بات پر بہت ہی پریشان ہیں کہ اس قسم کے ماحول سے کب چھٹکارا مل جائے۔ جس نے ہمارے معاشرے کے ستونوں کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔

مغربی آلودگی سے صرفِ نظر کرتے ہوئے خود مشرق کی حالتِ زار پر نظر دوڑائیں تو یہاں بھی لبرل ماحول کی بنیاد پر بہت سے تعلیمی فسادات اور خطرات ہمارے جامعات کو لاحق ہو رہے ہیں۔

جامعات میں لبرل ماحول کے مذہبی، معاشرتی اور تعلیمی نقصانات

آزادی کے علمبردار اس ماحول کے جہاں ملک پاکستان کی ثقافت، سماجی اقدار، مذہبی تعلیمات، علاقائی رسم و رواج پر گہرے اثرات مرتب ہوئے ہیں، وہیں یونیورسٹی کے تعلیمی ماحول میں بھی کئی نقصانات مشاہدے میں آئے ہیں۔ جن کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے:

1۔ مذہبی سوچ کا خاتمہ

اللہ تعالیٰ نے مرد و خواتین کے لیے جہاں تخلیقی فرق روا رکھا ہے، وہیں اپنے نظامِ معاشرت میں دونوں اجناس کے طور طریقے میں فرق کو بھی اسلامی تعلیمات کی صورت میں انسانوں تک بہم پہنچانے کا انتظام فرمایا ہے۔ نظامِ الٰہی میں تعلیم کی اجازت جیسے مردوں کو ہے، ویسے ہی عورتوں کو بھی ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

" وَرَجُلٌ لَہٗ اَمَۃٌ، فَأَدَّبَہَا فَأَحْسَنَ تَأْدِیْبَہَا، وَعَلَّمَہَا، فَأَحْسَنَ تَعْلِیْمَہَا، ثُمَّ اَعْتَقَہَا، فَتَزَوَّجَہَا، فَلَہٗ أَجْرَانِ "(233)

ترجمہ: اور ایسا آدمی جس کی ایک باندی ہو، پس وہ اس کی اچھی تربیت کرے، اچھی تعلیم دلوائے، پھر اس کو آزاد کر دے، پس اس سے شادی کرلے تو اس کے لیے دو اجر ہیں۔

232۔ ایضاً، ص، ۲۲۹

233۔ محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری،، کتاب العلم، باب تعلیم الرجل امتہ واہلہ، ج:۱، حدیث 97۔

لیکن خواتین کے لیے ایسی تعلیم کی اجازت اسلام میں نہیں ہے جس سے ان کا وقار اور عفت و پاکدامی پر انگلیاں اٹھانے کا موقع مل سکے۔ مخلوط نظامِ تعلیم میں پردے کے حکم کی دھجیاں عمومی طور پر بکھیر دی جاتی ہیں۔ ایسے ہی مرد اپنے کردار قوامیت سے عاری ہو جاتا ہے۔ آزادی کی یہ فضا نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں پر دین بیزاری کے خاصے اثرات منقش کر رہی ہے۔

2۔ جنسی رجحانات کا بڑھنا

لبرل ماحول میں رہتے ہوئے جب طلباء و طلبات کے آپس میں میل ملاپ کے مواقع زیادہ ہوتے ہیں تو ان میں جنسی رجحانات میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ جنسِ مخالف میں مجلسِ واحد سے اس میلانات کا بڑھ جانا ایک فطری امر ہے۔ اسی لیے شریعتِ اسلامیہ میں نماز جیسی بنیادی عبادت کی تعلیمات دیتے ہوئے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

خَيْرُ صُفُوفِ الرِّجَالِ أَوَّلُهَا وَشَرُّهَا آخِرُهَا وَخَيْرُ صُفُوفِ النِّسَاءِ آخِرُهَا وَشَرُّهَا أَوَّلُهَا(234)

ترجمہ: مردوں کی صفوں میں بہترین صف پہلی ہے اور بری صف آخری ہے، اور عورتوں میں بہتریں صف آخری ہے اور بری صف پہلی ہے۔

اس حدیثِ مبارکہ کے ذریعہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ مرد اور عورت کی صفوں میں مساواتِ صوری نہیں قائم کی جائے گی۔ کیونکہ نماز ایک فرض عبادت ہے۔ اس میں جب کوئی جنس مخالف ساتھ ہو تو رجحان اللہ کی طرف سے ہٹ جانے کا قوی اندیشہ موجود ہے۔ جب عبادت بھی اس فطری رجحان سے انسان کو نہیں روک سکتی تو کیسے ممکن ہے کہ انسان غیر عبادت میں جبکہ اس کے دل و دماغ میں آزادی کا چرچا بھی ہو تو وہ اس رجحان سے بچ پائے۔

3۔ خاندانی نظام کا درہم برہم ہونا

کسی بھی معاشرے کی تشکیل میں بنیادی کردار خاندانی نظام کا ہوتا ہے۔ بغیر خاندان کے افرد کی کثرت کا امکانی وجود تو رہ سکتا ہے، مگر ایک مہذب معاشرتی زندگی کا فقدان لازمی امر ٹھہرتا ہے۔ جامعات کے آزادانہ ماحول میں جب لڑکے لڑکیاں آپس میں ملتے ہیں تو تعلقات کی ابتداء گروہی مطالعہ سے ہوتی ہے۔ آہستہ آہستہ دوستی کی منازل طے کرتے ہوئے یہ قبیح رشتہ بہت سے حرام امور کو جائے قرار بخشتا ہے۔ جن میں زنا سرِفہرست ہے۔ ایسے ہی کئی معزز گھروں کی لڑکیاں جہاں اپنی شرم و حیا کو تار تار کرتی ہوئیں، دینی و سماجی اقدار کو روندتی ہوئیں اپنے

234۔ القشیری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، ابوالحسن، کتاب الصلوٰہ، باب دار احیاءالتراث العربی، ج،۱، ص،۳۲۷

بھائیوں، والدین اور دیگر افرادِ برادری کے سروں کو ہمیشہ کے لیے جھکاتی ہوئیں راہِ فرار اختیار کر لیتی ہیں تو وہیں لڑکے بھی اس معاملے میں پیچھے نہیں رہتے جو سرعام خواتین کی عزت داؤ پر لگانے پر تلے ہیں لیکن افسوس ایسے لڑکوں یہ سوچ کبھی نہیں آتی کہ اس کے گھر میں بھی عزت دار خواتین موجود ہیں۔

4۔شرح طلاق میں غیر معمولی نمو

جامعات میں تعلیم حاصل کرنے والی لڑکیوں میں جہاں کنواری ہیں، وہیں ایک کثیر تعداد شادی شدہ خواتین کی بھی ہے۔ لبرل ازم کا نعرہ بلند کرنے کا ایک بنیادی مقصد یہ بھی ہے کہ ان خواتین کو آزادی کا علم تھما کر اپنے خاوندوں سے بیزار کیا جائے۔ ایسے میں جب ان کا اختلاط غیر مردوں سے ہوتا ہے تو وہ اپنی چرب زبانی سے ان کے دماغ پر ایسے چھا جاتے ہیں جس کی بنیاد پر گھریلو ناچاکیوں کی راہ ہموار ہو جاتی ہے۔ بعد ازاں یہ دوڑ خلع یا طلاق کے عنوان پر جا کے رکتی ہے۔(235)

5۔معیارِ تعلیم میں گراوٹ

یہ ایک مسلمہ قانون ہے کہ کوئی بھی کام جب تک کامل یکسوئی سے اور توجہ سے انجام نہ دیا جائے تو وہ

یہ ایک مسلمہ قانون ہے کہ کوئی بھی کام جب تک کامل یکسوئی سے اور توجہ سے انجام نہ دیا جائے تو وہ
معیاری حد کو نہیں چھو پاتا۔ کسی بھی امر کو بامِ عروج بخشنے کے لیے اُس کی جانب مکمل طور پر قلب واذہان کو متوجہ کرنا لازم ہوتا ہے۔ مرد وخواتین کا جہاں اختلاط پایا جائے وہاں ترجیحات اصل مقصد سے ہٹ کر جنسِ مخالف کی طرف ہو جاتی ہیں اور دونوں اجناس میں سے ہر ایک کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ کس طرح میں جاذبِ نظر بن جاؤں۔ اِس کی ایک واضح دلیل معاشرے میں نت نئے فیشن اور کاسمیٹکس کا فروغ پانا ہے۔ اللہ رب العالمین نے فرمایا:

فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَاۗءَ رَكَّبَكَ(236)

ترجمہ: "جس صورت میں (اللہ نے) چاہا تجھے جوڑ دیا"

اِس آیتِ مبارکہ میں اللہ کی مشیت کا ذکر ہے کہ جس طرح اُس نے چاہا اسی طرح مرد وخواتین کی تخلیق کی ہے۔ لیکن آج ہر ایک دوسرے کے لیے منظورِ نظر بننے کی اس دوڑ میں اس مشیتِ باری تعالیٰ کو بھی نظر انداز کرتا چلا جاتا ہے۔ مرد داڑھی منڈوا رہے ہیں اور خواتین بالوں کی خراش تراش مردوں کی طرح کرنے پہ لگی ہیں۔ جب

235۔ آصف ندوی، سید، مخلوط نظام تعلیم، http://urdu.watansamachar.com/Mixed-system.education 29 اکتوبر 2018۔

236۔ سورۃ الانفطار 82/08

تمام تر رجحان مقصدِ اصلی یعنی خالصتاً تعلیمی سر گرمیوں کی جانب سے ہٹ گئے تو آج یہی سبب بنا ہے کہ ہمارا تعلیمی معیارِ تمام تر توجہات نہ ملنے کی بنیاد پر گراوٹ کا شکار ہے۔

6۔ قومی زبان سے انحراف

کسی بھی قوم کی پہچان میں اس کی مادری زبان ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔پاکستان کی مادری زبان اردو ہے۔ہندوستان میں اردو ہندی کا جھگڑا تو آج بھی ہماری کتبِ تواریخ کا ایک واضح عنوان ہے۔لیکن لبرل ازم کی وباء نے ایک طرف اس بنیادی داعیہ کو مفلوج کر کے رکھ دیا ہے۔دوسری طرف مخلوط تعلیم اور تیسری طرف انگریزی زبان نے دوسری قباحتوں کے ساتھ تعلیم پر بھی بہت اثرات مرتب کیے ہیں۔

لیکن المیہ یہ ہے کہ پہلے ہندوٗ کو اردو سے اختلاف تھا اور آج اردو کو ملکِ پاکستان میں قائم تعلیمی اداروں میں ثانوی حیثیت میں رکھا جاتا ہے ۔پرائمری سکولوں سے لے کر جامعات تک انگریزی پر کامل توجہ کی جانے لگی ہے۔جبکہ اپنی مادری زبان کے صحیح رسم الخط کو بھی فراموش کر بیٹھے۔اس رسم الخط کی مشابہت قرآنی رسم الخط سے ہونے کی وجہ سے کافر سیخ پا ہوتا تھا۔آج لبرل ازم کی زد میں آنے والے ہمارے جامعات میں بھی عمومی محاضرات (لیکچرز)، تفویضِ کار (اسائنمنٹس)اور روزمرہ کی گفتگو انگریزی زبان میں ہی کرنے کو ترجیح دی جارہی ہے۔اس کا یہ نقصان ہوا کہ اردو ادب سے نوجوانانِ پاکستان دور ہوتے جارہے ہیں۔

جس سے نہ صرف خود اعتمادی کا جنازہ نکلتا ہے،بلکہ تعلیم اور علم میں گہرائی کا بھی جنازہ نکلتاہے۔سطحیت،لاعلمی اور جاہلیت کا دور دورہ ہے۔ساتھ ہی اخلاق و کردار میں پستی آگئی ہے۔آج کا پورا معاشرہ اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

خلاصہ ِباب

کسی بھی ملک کے افراد کی تعمیر اسی صورت ممکن ہے جب ان کو زیور تعلیم سے صحیح معنوں میں آراستہ کیا جائے اور معیاری تعلیم کے لیے نصابِ تعلیم کا معیاری ہونا لازم ہے۔نصاب تعلیم کے معیاری ہونے کے لیے ضروری ہے کہ نصاب ان مقاصد سے مکمل طور پر ہم آہنگ ہو سکے جو اس معاشرے کے تعلیمی مقاصد ہیں۔اسی وجہ سے اسلام نے جہاں تعلیم کا تصور دیا ہے وہاں ہی ساتھ میں تعلیم کے مقاصد کو بھی بیان فرمایا۔لیکن ہمارے نصاب تعلیم میں تعلیم کے اسلامی مقاصد کا کسی قدر فقدان پایا جاتا ہے۔نصاب میں دین و دنیا کی تفریق کو غیر معمولی طور پر ملحوظ رکھا گیا ہے۔

اسی طرح ہمارے تعلیمی ماحول میں بچوں کی تربیت کا بھی کماحقہ خیال نہیں رکھا جارہا۔ طلباء تعلیم حاصل کرنے کے لیے عمدہ ماحول کا انتخاب کرتے ہیں لیکن مغربیت سے متاثرہ ان اداروں میں بچوں کی مذہبی واخلاقی تربیت صحیح انداز میں نہیں ہو پاتی۔ جس کی وجہ سے وہ معاشرے میں معیاری افراد تصور نہیں کیے جاسکتے۔ دین بیزاری ان میں زیادہ ہوتی جاتی ہے جس کی وجہ سے لبرل ازم کی راہ ہموار ہوتی ہے۔

ہمارے جامعات میں لبرل ماحول کی افزائش کا ایک محرک مروجہ ذرائع ابلاغ کا نظام بھی ہے۔ اسلام نے ذرائع ابلاغ کے لیے بھی مقاصد متعیّن فرمائے ہیں لیکن عصرِ حاضر میں ان مقاصد سے ہمارا ابلاغ کا نظام عاری ہے۔ جھوٹ اور مبالغہ آرائی پر مبنی خبریں اور اسلامی تعلیمات سے مبرا ہو کر فحاشی و عریانی پر مبنی پروگرامز کی وجہ سے قوم کی اصلاح کے بجائے ان کو اسلام سے دور کیا جارہا ہے۔ اس کے علاوہ بد قسمتی سے قیام پاکستان کے ساتھ ہی کچھ بیرونی طاقتوں نے اپنے ایسے ہتھکنڈے استعمال کرنے شروع کر دئے تھے، جن کی بدولت وہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کو ایک اسلامی ریاست بننے سے روک سکیں اور اس کو ایک سیکولر اسٹیٹ باور کروائیں۔ ان مذموم عناصر میں سے ایک عنصر غیر مسلم اور لبرل این جی اوز کا قیام ہے۔ ان این جی اوز نے ابتداء تو اپنے پنجے گاڑھنے کے لیے بہت اعلیٰ مقاصد کو متعارف کروایا لیکن پس پردہ پاکستان کے ہر شعبے پر اپنے کئی منفی نقوش ثبت کر دیئے۔

ان تمام محرکات اور اسباب کی بنا پر ہمارے جامعات کا ماحول لبرل ازم کی قبیح فضاء کا اثر قبول کرنے لگ گیا ہے۔ جس کا نقصان یہ ہوا کہ نہ استاد کی اور تعلیم کی قدر باقی رہی اور نہ ہی طلباء و طلبات اپنے تعلیمی مقاصد کو حاصل کرنے میں کامیاب ہونے لگے۔ جنسی بے راہ روی، معیاری تعلیم کا فقدان اور خاندانی نظام کا انہدام اس لبرل ماحول کی وجہ سے بڑھنے لگا ہے

باب سوئم

پاکستانی جامعات میں لبرل ازم کا سدباب تعلیمات اسلامی کی روشنی میں

فصل اول: نصابِ تعلیم میں مقاصدِ تعلیم پر توجہ

فصل دوئم: تعلیم میں تربیت کا اہتمام

فصل سوئم: ذرائع ابلاغ میں مقاصدِ ابلاغ پر توجہ

فصل چہارم: لادینی اور غیر سرکاری تنظیمات پر پابندی کی ضرورت

فصل پنجم: اسلامی تنظیمات کی حوصلہ افزائی

فصل اول

نصابِ تعلیم میں مقاصدِ تعلیم پر توجہ

نصابِ تعلیم کو تعلیمی نظام میں ایک اہم مقام حاصل ہے اور بہترین اور معیاری نصابِ تعلیم وہ ہوتا ہے، جو ان تمام امور پر مشتمل ہو، جن کو پڑھنے کے بعد طلباء دینی اور دنیاوی مقاصد اور ضروریات کو پورا کرنے کے قابل ہو جائیں،اسی لئے ملک کے جامعات میں اسلامی تربیت کے ساتھ ساتھ مقاصد تعلیم پر توجہ دیناایک مہذب معاشرے کے لئے ضروری سمجھی جاتی ہے۔اسلامی ریاست ہونے کے ناطے ہمارے نوجوانوں کے لئے اس بات کی آگاہی بھی ضروری ہے کہ ان میں غیر اسلامی نظریات اور فکر کے روک تھام کیلئے ان عناصر کا احاطہ کیاجائے جو ہمارے نوجوانوں کے لئے قابل تقلید ہیں ان میں مثلا ذرائع ابلاغ کے اسلامی مقاصد کا فقدان اور غیر مقامی تنظیموں کے افکار وغیرہ شامل ہیں۔

نصابِ تعلیم کو تعلیمی نظام میں ایک اہم مقام حاصل ہے اور بہترین اور معیاری نصابِ تعلیم وہ ہوتا ہے، جو ان تمام امور پر مشتمل ہو، جن کو پڑھنے کے بعد طلباء دینی اور دنیاوی مقاصد اور ضروریات کو پورا کرنے کے قابل ہو جائیں،وہ امور جن پر معیاری نصابِ تعلیم کو مشتمل ہوناچاہیے،ان میں سے چند امور کا ذکر مندرجہ ذیل ہے۔

- نصاب تعلیم کا پاکستانی تناظر میں تیار کرنا
- نصاب تعلیم میں عصری علوم کے مضامین دور جدید کے تقاضوں کے مطابق ہو۔
- نصاب تعلیم مختلف جماعتوں کے طلباء کی ذہنی استعداد کے مطابق ہوناچاہیے۔
- ملک کے تمام تعلیمی اداروں میں یکساں نصابِ تعلیم ہوناچاہیے۔

نصاب تعلیم کا پاکستانی تناظر میں تیار کرنا

چونکہ ہم مسلمان ہیں، اور ایک اسلامی مملکت کے باشندے ہیں، لہذا ضروری ہے کہ ہمارا نصابِ تعلیم بھی اسلامی اصول و قواعد کے مطابق ہو، یعنی ہمارے نصابِ تعلیم میں علومِ اسلامیہ یہ کو اہم مقام اور مرتبہ حاصل ہو، لہذا ان کو بھی شامل کرناچاہیے۔

اسلام میں میں تعلیم کے لئے جو نصاب مقرر کیا گیا ہے ہے۔اس کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

﴿هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۗ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۙ﴾(237)

ترجمہ: "وہ ذات جس امی لوگوں میں ایک رسول ان میں سے بھیجا، جو ان (کے سامنے) اس کی آیات تلاوت کرتا ہے، اور ان کا تزکیہ کرتا ہے، اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے، اور اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے

مذکورہ بالا آیتِ مبارکہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اللہ تعالی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جن علوم سے اس امت کو منور کرنے کے لیے مبعوث فرمایا وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ تعلیم القرآن وحدیث 2۔ تزکیہ نفس

1۔ تعلیم القرآن وحدیث

مسلمانوں کے نصابِ تعلیم کا ایک اہم مضمون قرآن مجید کی تعلیم ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے منصبِ رسالت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ﴾(238)

ترجمہ: اور وہ رسول ان کو کتاب یعنی قرآن پاک کی تعلیم دے گا۔

قرآن پاک کی تعلیم سے مراد قرآن پاک میں بیان کئے گئے، احکام وارشادات اور ہدایات کی تعلیم دینا ہے ،یعنی قرآن مجید کے معانی ومفاہیم امت کو سمجھانا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذمہ داری ہے۔اسی کو اصطلاح میں تفسیر کہا جاتا ہے۔

لفظ تفسیر سے مراد عام طور پر قرآن مجید کی تشریح ووضاحت ہوتی ہے، البتہ امام زرکشی نے علم تفسیر کی تعریف اس انداز میں بیان کی ہے کہ جس میں تمام تر حکمت ودانش کو شامل کیا ہے:

''هُوَ عِلْمٌ يُعْرَفُ بِهِ فَهْمُ كِتَابُ اللهِ الْمُنْزِلُ عَلٰى نَبِيِّهِ مُحَمَّدُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهِ وَسَلَّمْ وَبَيَانُ اِسْتِخْرَاجِ اَحْكَامٍ وَحِكْمَتِهٖ(239)

ترجمہ: "تفسیر ایسا علم ہے، جس کی مدد سے اللہ رب العزت کی اس اس کتاب کے معانی ومفاہیم کی سمجھ حاصل کی جاتی ہے، جو اس کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی گئی ہے، اور اس نازل شدہ کتاب کے احکام و حِکَم سے سے اس علم میں بحث کی جاتی ہے" ۔

237۔ سورۃ الجمعۃ:62/2

238۔ سورۃ الجمعۃ:62/2

239۔ الذرکشی، محمد بن عبد اللہ، البرہان فی علوم القرآن طبع اول، دار احیاء بالکتب العربیہ، 1376ھ، ج1، ص13

یہ بات بھی حقیقت پر مبنی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی ترقی کا واحد ذریعہ اللہ تعالی کی ان تعلیمات پر عمل کرنا ہے، جن کو قرآن مجید میں وضاحت سے بیان کیا گیا ہے، اور اس بات کا بھی انکار ممکن نہیں ہے کہ اللہ رب العزت کی نازل کی گئی ان تعلیمات یعنی قرآن مجید پر عمل اس وقت تک نہیں کیا جاسکتا، جب تک قرآن مجید کی تفسیر کا علم حاصل نہ کیا جائے۔

مندرجہ بالا سطور سے یہ بات معلوم ہوئی کہ تفسیر کا علم حاصل کرنا بہت ضروری ہے، اور عصرِ حاضر میں میں میں اس علم میں مہارت حاصل کرنے کی اور بھی زیادہ ضرورت ہے، کیونکہ ہمارے اکابرین کے مبارک دور کے مسلمانوں کو عربی زبان میں جو مہارت حاصل تھی، عصر حاضر کے مسلمانوں کو عربی زبان میں اتنی مہارت حاصل نہیں ہے، لہذا ہمارے تعلیمی اداروں کے نصابِ تعلیم میں تفسیر قرآن کا ایک مضمون ضروری شامل کرنا چاہیے۔

قرآن مجید میں امت مسلمہ کے لیے جس تعلیمی نصاب ذکر کیا گیا ہے، اس میں ایک اہم مضمون حدیث کا علم ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاصدِ نبوت کو ذکر کرتے ہوئے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا۔

﴿وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ﴾(240)

ترجمہ: وہ (رسول) ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دے گا۔

اس آیت مبارکہ سے اس بات کا علم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امت کو کتاب یعنی قرآن مجید اور حکمت کی تعلیم دیں گے، اس آیت مبارکہ میں "حکمت کی تعلیم" سے مراد حدیث کا علم ہے۔

حدیث سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال اور تقریرات ہیں۔ اقوال سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زبان سے نکلے ہوئے الفاظ و کلمات ہیں، اور افعال سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک اعضاء سے ظاہر شدہ اعمال ہیں، اور تقریر سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں میں صحابی نے کچھ عمل کیا، یا کوئی بات کہی، اور آپ علیہ السلام نے اس عمل کو دیکھنے کے بعد یا اس بات کو سننے کے بعد خاموشی اختیار فرمائی، منع نہیں کیا، تو یہ سمجھا جائے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عمل یا اس بات کی تصدیق کر دی ہے، ہے اس تصدیق کو تقریر کہا جاتا ہے۔(241)

240۔ سورۃ الجمعۃ:62/2

241 Khatm e nbuwat.org۔ علم حدیث، تاریخ حدیث م ضرورت حدیث مئی 22, 2015۔241.

اسلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے، اور قرآن مجید کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اہم اور بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔

جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿ وَ مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ ﴾(242)

ترجمہ: "اور جو رسول تمہیں دے (تعلیم کی صورت میں) تو وہ لے لو اور جس بات سے منع کرے (یعنی روکے) تو اس سے باز رہو"۔

تعلیم الرسول احادیث و فرامین کو توجہ نہ دینا علم و عرفان کے بڑے چشمے کو ضائع کرنے کے مترادف ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ لَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ﴾(243)

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ کی فرماں برداری کرو، اور رسول کی فرمانبرداری کرو، اور اپنے اعمال ضائع نہ کرو۔

اسی طرح احادیث پاک میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو حفظ یعنی یاد کرنے اور پھر اس کی آگے تبلیغ کرنے والے کے بارے میں بشارت سناتے ہوئے ارشاد ہے:

"نَضَّرَ اللَّهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا حَدِيثًا فَحَفِظَهُ حَتَّى يُبَلِّغَهُ غَيْرَه۔"(244)

ترجمہ: سرسبز و شاداب رکھے اللہ اس شخص کو، جس نے ہم سے کوئی حدیث سنی، اس کو یاد کیا، یہاں تک کہ اس کو دوسروں تک پہنچا دیا۔

مندرجہ بالا آیتِ مبارکہ اور حدیثِ پاک سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اسلام میں حدیث کا علم حاصل کرنا، اور پھر اس کی آگے تبلیغ کرنا بڑی اہمیت و فضیلت والا کام ہے، لہذا عصرِ حاضر میں تعلیمی اداروں کے نصاب میں احادیث کے علم کو بھی نصاب میں شامل کرنا چاہیے۔

2۔ تزکیہ نفس

قرآن مجید میں مسلمانوں کے لیے جو نصاب مقرر کیا گیا ہے، اس میں ایک مضمون تزکیہ نفس ہے۔ جس پر

242۔ سورۃ الحشر: 59/7

243۔ محمد: 47/33

244۔ محمد بن عیسیٰ، سنن ترمذی، ابواب العلم، باب ماجاء فی الحث علیٰ تبلیغ السماع، حدیث نمبر: 2656، ج4، ص330

گزشتہ صفحات میں تعلیم کے ساتھ تربیت کے تناظر میں بات ہوئی ہے۔جیسا کہ اللہ رب العزت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبوت کے مقاصد و مناصب کو ذکر کرتے ہوئے، ارشاد فرمایا:﴿ وَ يُزَكِّيهِمْ ﴾(245)

ترجمہ:اور وہ(رسول)ان کا تزکیہ کرے گا۔(یعنی تربیت کرے گا اور عملی زندگی کو سنوارے گا)

اسلام نے تزکیہ نفس یعنی انسان کو برائیوں سے پاک کرنے کی بھی بڑی اہمیت بیان کی ہے، جس کی مختصر وضاحت مندرجہ ذیل ہے۔

اللہ رب العزت نے انسان کے وجود کو روح اور جسم سے بنایا ہے، اور ان دونوں کی خصوصیات وصفات بھی الگ الگ ہیں، اللہ تعالی نے انسان کے جسم کو مٹی سے بنایا، اور مٹی میں گمراہی، ضلالت، حیوانیت، شیطانیت اور سرکشی جیسی صفات موجود ہیں، اسی وجہ سے نفس یعنی جسم انسان کو ان برائیوں کی طرف دعوت دیتا ہے ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

﴿اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ ﴾(246)

ترجمہ:بے شک نفس برائیوں کا حکم دتا ہے۔

جسم کے ساتھ ساتھ اللہ رب العزت نے انسان کو روح بھی عطا کی ہے، جو نیکی اور گناہ میں تمیز اور انسانی جسم کے تطہیر وصفائی کا تقاضہ کرتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔

﴿فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰىهَا ﴾(247)

ترجمہ:پس اس(اللہ تعالی)نے اس(انسان)کے اندر برائی اور اچھائی دونوں کا شعور پیدا کر دیا ہے

اس آیت مبارکہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالی نے انسان کے اندر اچھائی اور برائی دونوں کی طرف میلانات رکھ دیے ہیں، اسی وجہ سے ان دونوں کے درمیان ٹکراؤ جاری رہتا ہے، لہذا جب نیکی کا میلان بدی پر غالب ہو جاتی ہے، تو انسان نیک اعمال سرانجام دیتا ہے، اور جب برائی کا میلان نیکی پر غالب آجاتا ہے، تو انسانی جسم سے برائی اور گناہ کا صادر ہوتی ہیں۔

لہذا اسلام مسلمانوں کو ایسی تعلیمات کی طرف بلاتا ہے، جن سے تزکیہ نفس یعنی نفس گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے اور روح کو تقویت ملتی ہے، لہذا تعلیمی اداروں کے نصاب تعلیم میں تزکیہ نفس کا ایک مضمون بھی نصابِ تعلیم میں شامل کرنا ضروری ہے۔

245۔ سورۃ الجمعۃ:62/2

246۔ سورۃ یوسف:12/53

247۔ سورۃ الشمس:91/8

➢ نصاب تعلیم میں عصری علوم کے مضامین دور جدید کے تقاضوں سے ہم آہنگی

یہ بات حقیقت پر مبنی ہے کہ تعلیمی اداروں کا سارا نصاب اسلامی علوم کے مطابق بنانا ممکن نہیں، بلکہ موجودہ دور میں دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم کی بھی بڑی اہمیت اور ضرورت ہے ،اور اسلام نے بھی مسلمانوں کو عصری تعلیم کو حاصل کرنے سے منع نہیں فرمایاہے،بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ دنیاوی علوم حاصل کرنے کی اسلام میں اجازت ہے،جیسا کہ صحیح مسلم میں روایت ہے۔

"أَنَّ النَّبِيَّ مَرَّ بِقَوْمٍ يُلَقِّحُونَ، فَقَالَ: لَوْ لَمْ تَفْعَلُوا لَصَلُحَ قَالَ: فَخَرَجَ شِيصًا، فَمَرَّ بِهِم فَقَالَ: «مَا لِنَخْلِكُمْ؟ قَالُوا: قُلْتَ كَذَا وَكَذَا، قَالَ :أَنْتُمْ أَعْلَمُ بِأَمْرِ دُنْيَاكُمْ"(248)

ترجمہ:"بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک ایسی قوم کے پاس سے ہوا،جو کھجوروں کو گابھ لگارہے تھے،تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا،اگر تم اس طرح نہ کرو،تو بھی ٹھیک ہو گا،(تو انہوں کھجوروں کو اسی طرح چھوڑ دیا) تو اس سال کھجوریں اچھی پیدا نہیں ہوئی،توکچھ دنوں کے بعد آپ علیہ السلام کا ان کے پاس سے پھر گزر ہوا،تو آپصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمہاری کھجوریں، کیسی ہوئیں،تو انہوں نے جواب دیا کہ آپ نے اس طرح فرمایا تھا،(یعنی ہم نے آپ کے ارشاد پر عمل کیا،تو کھجوریں اچھی نہیں ہوئیں) تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم اپنے دنیاوی معاملات کو بہتر جانتے ہو"

اس حدیث پاک سے یہ بات معلوم ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گویا کہ ان کو اس بات کی اجازت دے دی کہ وہ اپنے دنیاوی تجربات اور علم کے مطابق اپنی فصل کو کاشت اور ان کا خیال رکھیں۔

لہذا اس حدیث پاک سے یہ بات بھی معلوم ہو گئی کہ دنیاوی علوم کا حصول بھی جائز ہے،کیونکہ اگر دنیاوی علوم جائز نہ ہوتے،تو نبی علیہ الصلاۃ والسلام ان کو منع فرمادیتے تھے،اور ان کو یہ کہہ کر اجازت نہ دیتے کہ تم دنیا کے معاملات کو کو بہتر جاننے والے ہو۔

لیکن اسلام نے دنیاوی علم کو حاصل کرنے کے جواز کے لیے یہ شرط ضرور لگائی ہے کہ وہ علم ہے، ایسا ہو، جس کا دنیا یا آخرت میں کوئی فائدہ ہو،یعنی اس کی وجہ سے اسلام اور مسلمانوں کو ترقی، غلبہ اور استحکام وغیرہ حاصل ہو ،یعنی جس میں مشغول ہونے کی وجہ سے وقت کا ضیاع اور اسلامی عقائد م کوئی بگاڑ پیدا نہ ہو، کیونکہ اسلام مسلمانوں کو ہر اس کام سے منع کرتا ہے، جو لغو اور بے کار ہوتا ہے، اسی لیے تو اللہ تعالی نے قرآن مجید میں مومنین کی صفات کو ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

﴿وَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ﴾

248۔ مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب وجوب امتثال۔۔۔، حدیث نمبر۔141(2363)،ج4،ص1836

ترجمہ: ایمان والے وہ لوگ ہیں، جو بیہودہ لغو کاموں سے سے اعراض کرتے ہیں۔

اس آیت مبارکہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اہل ایمان لغو اور بے کار باتوں سے اجتناب کرتے ہیں، اور لغو بات سے مراد ہر وہ بات اور کام ہے، جس کا دنیاوی یا دینی کوئی فائدہ نہ ہو۔

مندرجہ بالا وضاحت سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اسلام میں اس علم کو حاصل کرنے کی اجازت ہے، جس کا دنیاوی یا دینی فائدہ ہو، اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ عصری تعلیم کے اس دنیا میں بے شمار فوائد ہیں لیکن اس کے ضروری ہے کہ وہ اسلام اور شریعت کے خلاف نہ ہوں

فصل دوئم: تعلیم میں تربیت کا اہتمام

اسلام یہ چاہتاہے کہ مسلمان طلباء کی تعلیم کے ذریعے ایسی تربیت کی جائے، کہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کے متعلق تمام احکام و معاملات کو جان جان کر ان پر عمل کریں، تاکہ ایک بہترین اور مثالی معاشرہ وجود میں آسکے، لیکن بدقسمتی سے موجودہ دور میں تعلیمی اداروں میں تربیت کا فقدان ہے، جس کی وجہ سے طلباء کی بہترین تربیت نہیں کی جارہے،اور دن بدن ہمارا معاشرہ ترقی کے بجائے تنزلی کی طرف جارہا ہے، کیونکہ تعلیم سے جو تربیت متوقع ہوتی ہے، ہمارے تعلیمی ادارے ان توقعات پر پورا نہیں اتر رہے ہیں، عصر حاضر میں تعلیم و تربیت کے فقدان کی کچھ وجوہات ہیں، جن میں سے چند کا ذکر مندرجہ ذیل میں فائدے سے خالی نہ ہوگا:

عصر حاضر کے تعلیمی نظام میں اسلامی نظام تربیت کے فقدان کی وجوہات

عصر حاضر کے تعلیمی نظام میں اسلامی نظام تربیت کے فقدان کی بہت سی وجوہات ہیں، جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ اسلامی نظام تربیت کا فقدان

2۔ تعلیمی اداروں کے اساتذہ کا منفی کردار

3۔ بچوں کی بلاوجہ مارپیٹ اور حد سے زیادہ سختی کرنا

4۔ نصاب کا قومی زبان میں نہ ہونا

1۔ اسلامی نظام تربیت کا فقدان

اسلام یہ چاہتاہے کہ اس دنیامیں انسان اللہ تعالی کے احکامات اور فرامین کے مطابق زندگی بسر کرے، یعنی اسلام کا مقصد یہ ہے، ہر انسان حقوق اللہ کو ادا کرنے کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی کا بھی اہتمام کرے، کیونکہ انسان کی زندگی کا ایک بنیادی عنصر حقوق العباد یعنی معاشرے میں ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ تعلقات ہیں، اور اس کے بارے میں اسلام مسلمانوں کی یہ تربیت کرتا ہے کہ انسان آپس میں اچھے اخلاق و آداب کے ساتھ پیش آئیں، تاکہ ایک بہترین اور خوشگوار معاشرہ وجود میں آسکے۔(249)

اسلام کا یہ مقصد اس وقت پایہ تکمیل تک پہنچے گا، جب ہمارے تعلیمی اداروں میں اسلام کے مطابق طلباء کو تعلیم و تربیت دی جائے گی۔

249۔ پاکستان میں جامعات کا کردار، ص،۱۸

لیکن موجودہ دور میں یہ دیکھا گیا ہے کہ تعلیمی اداروں میں اسلامی نظام تربیت کا فقدان ہے، کیونکہ عصرِ حاضر میں عصری تعلیمی اداروں میں عموماً بچوں کو صرف اتنی اسلامی تعلیم و تربیت دی جاتی ہے، جس میں وہ صرف مندرجہ ذیل باتیں عموماً سیکھ پاتے ہیں۔

1۔ناظرہ قرآن پاک

2۔اسلامیات کے مضمون میں کچھ دینی باتیں(مثلاً توحید، رسالت، اخلاقیات اور اہم اسلامی شخصیات وغیرہ کے بارے میں کچھ معلومات)

3۔اسمبلی میں کچھ اچھی دینی باتیں(مثلاً نماز، نماز جنازہ، کلمے دعائے قنوت اور دعائیں وغیرہ)

جبکہ اسلام نے جو تعلیمات دی ہیں، اور جو تربیت امت کی دی ہے، وہ بہت زیادہ ہے، کیونکہ بحیثیتِ مسلمان ہماری زندگی کا ہر عمل اور ہر کام چاہے، اس کا تعلق معاشرت کے ساتھ ہو، سیاست کے ساتھ ہو، معیشت کے ساتھ ہو یا تعلیم کے ساتھ ہو، اسلام کے مطابق ہونا ضروری ہے۔

حالانکہ ہمارے تعلیمی اداروں میں صرف چند اسلامی امور کی تعلیم دی جاتی ہے، جس کی وجہ سے طلباء کی دینی، معاشی اور سماجی و معاشرتی تربیت نہیں ہو پاتی ہے۔(250)

مندرجہ بالا سطور سے یہ بات واضح ہوگئی کہ موجودہ دور میں تعلیمی اداروں میں اسلامی تربیتی نظام کا فقدان ہے، جس کی وجہ سے ہمارے تعلیمی اداروں سے فارغ ہونے والے طلباء تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود تربیت یافتہ نہیں ہوتے، اور عملی زندگی میں ان کے اندر اسلامی تربیت، اخلاقِ حسنہ اور معاشرتی اقدار کی کمی ہوتی ہے۔اس کی وجہ خود مربّین اور اساتذہ اکرام کی تربیت میں کمی ہے۔اس سلسلہ میں اساتذہ ٹریننگ کی ضرورت ہے۔ تاکہ نونہالان اور معمارانِ قوم کو صحیح تربیت سے گزارا جائے۔

2۔تعلیمی اداروں کے اساتذہ کا منفی کردار

اسلام میں تربیت کا پہلا اور اہم وسیلہ معلم ہے، اور معلم ایک ایسا پیشہ ہے، جو انبیاء علیہم الصلوۃ وسلام کا ہوا کرتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اساتذہ کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ امت کے نوجوان طلباء کی بہترین رہنمائی فرمائیں، اور انہیں سیدھا راستہ دکھائیں، یہ بات حقیقت پر مبنی ہے کہ تعلیمی ادارے کی کامیابی کا سارا دارو مدار علمی ذوق رکھنے والے محنتی اساتذہ پر ہوتا ہے، کیونکہ وہی طلباء کے اندر علمی اور فکری ذوق پیدا کرتے ہیں، ان کی اخلاقی تربیت کرتے ہیں، انہیں آخلاقِ حسنہ سے آراستہ کرتے ہیں ہیں، اچھی اور خیر کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے میں

250۔ایضا

استاد کا کردار بہت اہم ہے، ماں کی گود کے بعد انسان کی اخلاقی تربیت کے لیے کسی بھی معاشرے کی اہم ترین شخصیت استاد ہے، اسی لیے استاد میں ذمہ داری کا احساس اور دیانت داری کا ہونا نہایت ضروری ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

" أَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ"(251)

ترجمہ: تم میں سے ہر آدمی نگہبان ہے، اور اس سے اس کی نگہبانی کے بارے میں سوال کیا

اس حدیث پاک سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر انسان کے ذمہ جو ذمہ داری عائد ہے، قیامت کے دن اس سے اس ذمہ داری کے بارے میں سوال ہوگ، اساتذہ کرام کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ طلباء کی بہترین تربیت کریں، اور ان سے اس ذمہ داری کے بارے میں قیامت کے دن اللہ رب العزت پوچھیں گے۔

دوسری بات یہ ہے کہ استاد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نائب اور خلیفہ ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مقام پر فرمایا:

إِنَّمَا بُعِثْتُ لأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الأَخْلاَقِ(252)

ترجمہ: "بے شک میں بھیجا گیا ہو تا کہ مکارم اخلاق کو تام کر دوں"

لیکن موجودہ دور میں یہ دیکھا گیا ہے کہ اساتذہ کرام اپنی ذمہ داریوں سے غفلت برتتے ہیں، وہ صرف معلومات کی حد تک طلباء کو تعلیم دیتے ہیں، اور طلبہ کی اخلاقی و دینی تربیت نہیں کرتے، اسی وجہ سے تعلیم حاصل کرنے کے باوجود طلباء کی شخصیت میں وہ خصوصیاوصفات نظر نہیں آتیں، جو اسلامی نظامِ تربیت کا اصل مقصد ہے

اسی طرح موجودہ دور میں کچھ اساتذہ کرام اپنے برے اخلاق و کردار کی وجہ سے بھی طلباء کی تربیت برا اثر ڈالتے ہیں، جس کی چند مثالیں مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ تعلیمی اداروں کے اندر وہی اساتذہ طلباء کے سامنے سگرٹ نوشی کرتے ہیں، جو تدریس کے دوران طلباء کو سگرٹ نوشی اور تمباکو نوشی وغیرہ سے منع کرتے ہیں۔

2۔ تعلیمی اداروں کے وہی اساتذہ طلباء کو انتقاماً نمبر کم دیتے ہیں، یا پیسے لے کر کسی کے نمبر بڑھا دیتے ہیں، یا انتقاماً کسی کو فیل کر دیتے ہیں، جو دریس کے دوران طلباء کو سمجھاتے ہیں کہ کسی انسان کے ساتھ انتقاماً ظلم و زیادتی نہیں کرنی چاہیے، اور رشوت لینا حرام و ناجائز کام ہے۔

251۔ سلیمان ، سنن ابی داود، كِتَاب الْخَرَاجِ وَالْإِمَارَةِ وَالْفَيْءِ، باب مَا يَلْزَمُ الإِمَامَ مِنْ حَقِّ الرَّعِيَّةِ، حدیث نمبر 2928۔

252۔ البیھقی، ابو بکر احمد بن حسین، السنن الکبریٰ للبیھقی، ج،10، ص192

3۔ تعلیمی اداروں کے اندر وہی اساتذہ طلباء کے سامنے فحش کلامی کرتے ہیں، جو تدریس کے دوران طلباء کو فحش کلامی سے منع کرتے ہیں۔(253)

اسی طرح آج کل کے تعلیمی اداروں میں اساتذہ کرام صرف ایک محدود اور مخصوص کورس طلباء کو پڑھاتے ہیں، اور وہ طلباء کی دیگر معاشرتی و تعلیمی میں سرگرمیوں میں کوئی دلچسپی نہیں لیتے، اور نہ ہی اس بارے میں ان کی تعلیم وتربیت کرتے ہیں، یہاں تک کہ تعلیمی ادارے سے باہر تو طالب علم اور استاد کے درمیان کوئی رشتہ اور واسطہ ہی نظر نہیں آتا۔لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ بچوں کی تعلیم وتربیت کے لیے معلمین کی اچھی تعلیم وتربیت کی جائے تاکہ ایک اچھااور صالح معاشرہ تشکیل دیا جاسکے۔

اس کے علاوہ موجودہ دور میں طلباء کی تربیت سے محرومی کی ایک وجہ یہ ہے کہ تعلیمی اداروں میں پڑھانے والے کچھ اساتذہ بچوں کو حد سے زیادہ مارتے ہیں، یہاں تک کہ کچھ اداروں میں کے بارے میں یہ معلومات بھی ملی ہیں کہ استاد کے مارنے کی وجہ سے طالب علم زخمی ہو کر ہسپتال میں داخل ہو گیا، یا طالب علم استاد کی مار کی وجہ سے مر گیا۔ بسااوقات بلاوجہ سختی بچے کو تعلیم وتربیت سے محروم کر دیتی ہے، اور اس کی وجہ سے بہت سارے طلباء وہ اپنے تعلیمی اسباق سمجھنے اور ان سے تربیت حاصل کرنے کے بجائے، استاد کے مارنے کے ڈر کی وجہ سے صرف رٹا لگا کر یاد کرتے ہیں، اس کی وجہ سے طالب علم کو سبق تو یاد ہو جاتا ہے، لیکن وہ سبق کو سمجھ نہیں پتا، جس کی وجہ سے اسباق سے حاصل ہونے والی تربیت بھی بچے کو حاصل نہیں ہو پاتی، اور بعض اوقات بلاوجہ سختی کی وجہ سے طالب علم تعلیم چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں، جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم دی ہے کہ ہم مسلمانوں کے لیے آسانیاں پیدا کریں، ان کے ساتھ سختی کا معاملہ نہ کریں، لوگوں میں خوشیاں بانٹنے والے بن جائیں، اور ان میں نفرتیں پیدا نہ کریں، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

" يَسِّرُوا وَلاَ تُعَسِّرُوا ، وَبَشِّرُوا ، وَلاَ تُنَفِّرُوا"(254)

ترجمہ: آسانی پیدا کرو اور سختی نہ کرو، لوگوں کو خوشخبری سناؤ اور ان کو متنفر نہ کرو۔

ضروری نہیں ہے کہ معاشرے کا ہر فرد استاد، ڈاکٹر، انجینئر یا پروفیسر ہو۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ وہ ایک اچھا انسان ہو۔ دوسروں کے لیے فائدے مند ہو۔ مثبت سوچ و فکر کا مالک ہو اور تب ہی ممکن ہو سکے گا جب استاد بچوں کو محبت و شفقت سے تعلیم وتربیت سے ہمکنار کرے۔

253۔ نظام تعلیم کی اسلامی تشکیل جدید (تقاریر کل پاکستان تعلیمی کانفرنس)، ص، 42

254۔ صحیح بخاری، کتاب العلم، باب ماکان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یتخولھم بالموعظۃ والعلم کی لاینفرو، حدیث نمبر۔69۔

3۔ تعلیمی نصاب کا قومی زبان میں نہ ہونا

عصرِ حاضر میں تعلیمی اداروں سے تعلیم و تربیت حاصل نہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہماری تعلیمی اداروں کا نصاب قومی زبان میں نہیں ہے، بلکہ زیادہ تر نصاب انگریزی زبان میں ہے، یہاں تک کہ اگر کوئی آدمی میں اسلامیات، عربی، اردو اور پشتو یا اس کے علاوہ کسی اور مضمون میں ایم اے، ایم فل یا پی ایچ ڈی کرنا چاہتا ہے، تو اس کے لیے بھی انگریزی کے ان مشکل مراحل سے گزرنا ضروری ہوتا ہے، یعنی ہمارے تعلیمی اداروں میں زیادہ تر نصاب انگریزی پر مشتمل ہے، اور انگریزی پر ہی توجہ دی جاتی ہے، اور یہ بات حقیقت پر مبنی ہے کہ جس زبان کو تعلیمی اداروں میں ترجیح حاصل ہو گی، اسی زبان کے بولنے والوں کے تعلیم و تربیت کے اثرات ان تعلیمی اداروں میں پڑھنے والے طلباء پر ہوں گے۔(255)

لہذا اگر ہمارے تعلیمی اداروں میں غیر مسلم (انگریزوں) زبان کو ترجیح اور فوقیت حاصل ہو گی، تو ان تعلیمی اداروں میں پڑھنے والے طلباء کے اندر اسلامی تربیت پیدا نہیں ہو سکتی ہے، بلکہ ان پر غیر مسلموں کی تعلیم و تربیت کا اثر ہو گا۔

نیز نہ صرف یہ کہ تعلیم کی شرح فیصد کم رہے گی، بلکہ تعلیم کو معاشرے میں جب ضیّق اور مشکل سمجھا جائے گا تو اس کی طرف توجہ کم ہو گی۔ لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ تعلیم کو عام کرنے کے لیے اس کو مادری زبان میں دینے پر ابھارا جائے تا کہ تعلیم کے اثرات، حصول اور نتائج کو حاصل کیا جا سکے۔

اسلام میں تربیت سے مراد صرف انسان کے ظاہر کی اصلاح نہیں ہے، بلکہ اسلام میں تربیت سے مراد انسان کی ظاہری اور باطنی دونوں اقسام کے اعمال کی اصلاح ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر صرف انسان کے ظاہری اعمال کی اصلاح ہو جائے، لیکن اس کے باطنی اعمال یعنی اس کی خواہشات اور فکر و نظر کی اصلاح نہ ہو، تو اسلام میں اس کو تربیت نہیں کہا جاتا، بس خلاصہ کلام یہ ہے کہ اسلام نے انسانیت کو جو تربیتی نظام دیا ہے، اس کے ذریعے ظاہری اور باطنی دونوں اقسام کے اعمال کی اصلاح ہوتی ہے، اور یہ بات بھی حقیقت پر مبنی ہے کہ انسان اور انسانی معاشرے کی فلاح کے لیے انسان کے ظاہری اور باطنی اعمال کی اصلاح و تربیت نہایت ضروری ہے، اسی لیے اسلام نے تعلیم و تربیت کے کچھ اصول و طریقہ کار بتائیں ہیں، جن میں سے چند ایک کا ذکر مندرجہ ذیل ہے۔

1۔ تعلیم میں اسلامی تربیت کا اہتمام۔

2۔ اساتذہ کی ذمہ داری

255۔ www.jamaatwomen.org غزالہ عزیز، ذریعہ تعلیم اردو اور نظام تعلیم یکساں ہونا چاہیے تاریخ 18 فروری 2019۔

3۔ مخلوط نظامِ تعلیم

4۔ تعلیمی اداروں سے نقل، سفارش اور رشوت کا خاتمہ۔

1۔ تعلیم میں تربیت کا اہتمام

اسلام یہ چاہتا ہے کہ اس دنیا میں انسان اللہ تعالی کے احکامات اور فرامین کے مطابق زندگی بسر کرے، یعنی اسلام کا مقصد یہ ہے، ہر انسان حقوق اللہ کو ادا کرنے کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی کا بھی اہتمام کرے، کیونکہ انسان کی زندگی کا ایک بنیادی عنصر حقوق العباد یعنی معاشرے میں ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ تعلقات ہیں، اور اس کے بارے میں اسلام مسلمانوں کی یہ تربیت کرتا ہے کہ انسان آپس میں اچھے اخلاق و آداب کے ساتھ پیش آئیں، تاکہ ایک بہترین اور خوشگوار معاشرہ وجود میں آسکے۔(256)

اسلام کا یہ مقصد اس وقت پایہ تکمیل تک پہنچے گا، جب ہمارے تعلیمی اداروں میں اسلام کے مطابق طلباء کو تعلیم و تربیت دی جائے گی۔

لیکن موجودہ دور میں یہ دیکھا گیا ہے کہ تعلیمی اداروں میں اسلامی نظام تربیت کا فقدان ہے، کیونکہ عصرِ حاضر میں عصری تعلیمی اداروں میں عموماً بچوں کو صرف اتنی اسلامی تعلیم و تربیت دی جاتی ہے، جس میں وہ صرف مندرجہ ذیل باتیں عموماً سیکھ پاتے ہیں۔

1۔ناظرہ قرآن پاک

2۔اسلامیات کے مضمون میں کچھ دینی باتیں(مثلاً توحید، رسالت، اخلاقیات اور اہم اسلامی شخصیات وغیرہ کے بارے میں کچھ معلومات)

3۔اسمبلی میں کچھ اچھی دینی باتیں(مثلاً نماز، نماز جنازہ، کلمے دعائے قنوت اور دعائیں وغیرہ)

جبکہ اسلام نے جو تعلیمات دی ہیں، اور جو تربیت امت کی دی ہے، وہ بہت زیادہ ہے، کیونکہ بحیثیتِ مسلمان ہماری زندگی کا ہر عمل اور ہر کام چاہے، اس کا تعلق معاشرت کے ساتھ ہو، سیاست کے ساتھ ہو، معیشت کے ساتھ ہو یا تعلیم کے ساتھ ہو، اسلام کے مطابق ہونا ضروری ہے۔ ہمارے تعلیمی اداروں میں صرف چند اسلامی امور کی تعلیم دی جاتی ہے، جس کی وجہ سے طلباء کی دینی، معاشی اور سماجی و معاشرتی تربیت نہیں ہو پاتی ہے۔(257)

256۔پاکستان میں جامعات کا کردار، ص،۱۸

257۔ایضا

2۔ اساتذہ کی ذمہ داری

تعلیم و تربیت کا فریضہ سرانجام دینا، انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا کام ہے، اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مقام پر اپنے منصب اور پیشے کو ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

" إِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا "(258)

ترجمہ: بیشک مجھے معلم بنا کر مبعوث کیا گیا ہے۔

یعنی اس حدیثِ پاک سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد انسانیت کی تربیت تھی، یہی وجہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری وقت تھا، تو آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے کوئی مال اور دولت اپنے وراثت میں نہیں چھوڑا، بلکہ تعلیم و تربیت کو ہی اپنی وراثت میں امت کے لیے چھوڑا، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ شَيْئَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُمَا: كِتَابَ اللَّهِ وَسُنَّتِي (259)

ترجمہ: اے لوگو میں تمہارے پاس وہ (دو) چیزیں چھوڑ رہا ہوں اگر ان کو تھامے رکھو گے (عمل کروگے)، تو گمراہ نہیں ہوگے، کتاب اللہ اور اس کے نبی کی سنت.

لہذا اس امت کے وہ لوگ جو اس عظیم پیشے سے وابستہ ہیں، یعنی جو اس امت کے معلم اور مربی ہیں، ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس عظیم پیشے کو اسلامی تعلیمات کے مطابق استعمال کریں، اور اس امت کی اپنی استطاعت اور طاقت کے مطابق خدمت کریں، عصرِ حاضر میں وہ لوگ جو اس عظیم پیشے کے ساتھ وابستہ ہیں، انہیں چاہیے کہ وہ مندرجہ ذیل امور پر عمل کریں تاکہ موجودہ دور میں اساتذہ کا جو منفی کردار ہے، وہ ختم ہو جائے، اور طلبہ کے مثبت طریقے سے تعلیم و تربیت ہو سکے۔

اساتذہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ تمام طلبہ کے ساتھ مساوات اور برابری کا سلوک کریں، طلبہ کے درمیان فرق نہ کریں، یعنی وہ اس بات کا مظاہرہ نہ کریں کہ کسی طالب علم پر ان کی توجہ اور محنت حد سے زیادہ ہو، اور کسی طالب علم کو وہ حقارت کی نظر سے دیکھیں، یا اس کو نظر انداز کریں، کیونکہ اس طرح کرنے سے طلباء پر غلط اثر پڑتا ہے، اور وہ احساس کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں، اور بہت سارے طلباء اساتذہ کے ان غلط رویوں کی وجہ سے اپنی تعلیمی سرگرمیاں آگے بڑھا نہیں پاتے۔

258۔ محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، افتتاح الکتاب فی الایمان، باب فضل العلماء ولحث علی طلب العلم، حدیث نمبر۔ 229، ج1، ص83۔

259۔ الحاکم محمد بن عبد اللہ، المستدرک للحاکم، حدیث نمبر۔318، ج1، ص171

اسلام میں تربیت کا پہلا اور اہم وسیلہ معلم ہے، اور معلم ایک ایسا پیشہ ہے، جو انبیاء علیہم الصلوۃ وسلام کا ہوا کرتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اساتذہ کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ امت کے نوجوان طلباء کی بہترین رہنمائی فرمائیں، اور انہیں سیدھا راستہ دکھائیں، یہ بات حقیقت پر مبنی ہے کہ تعلیمی ادارے کی کامیابی کا سارا دارو مدار علمی ذوق رکھنے والے محنتی اساتذہ پر ہوتا ہے، کیونکہ وہی طلباء کے اندر علمی اور فکری ذوق پیدا کرتے ہیں، ان کی اخلاقی تربیت کرتے ہیں، انہیں اخلاقِ حسنہ سے آراستہ کرتے ہیں ہیں، اچھی اور خیر کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے میں استاد کا کردار بہت اہم ہے، ماں کی گود کے بعد انسان کی اخلاقی تربیت کے لیے کسی بھی معاشرے کی اہم ترین شخصیت استاد ہے، اسی لیے استاد میں ذمہ داری کا احساس اور دیانت داری کا ہونا نہایت ضروری ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

" أَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ"(260)

ترجمہ: تم میں سے ہر آدمی نگہبان ہے، اور اس سے اس کی نگہبانی کے بارے میں سوال کیا

اس حدیث پاک سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر انسان کے ذمہ جو ذمہ داری عائد ہے، قیامت کے دن اس سے اس ذمہ داری کے بارے میں سوال ہوگ، اساتذہ کرام کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ طلباء کی بہترین تربیت کریں، اور ان سے اس ذمہ داری کے بارے میں قیامت کے دن اللہ رب العزت پوچھیں گے۔

دوسری بات یہ ہے کہ استاد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نائب اور خلیفہ ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مقام پر فرمایا:

إِنَّمَا بُعِثْتُ لأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الأَخْلاَقِ(261)

ترجمہ: "بے شک میں بھیجا گیا ہوتا کہ مکارم اخلاق کو تام کردوں"

لیکن موجودہ دور میں یہ دیکھا گیا ہے کہ اساتذہ کرام اپنی ذمہ داریوں سے غفلت برتتے ہیں، وہ صرف معلومات کی حد تک طلباء کو تعلیم دیتے ہیں، اور طلبہ کی اخلاقی و دینی تربیت نہیں کرتے، اسی وجہ سے تعلیم حاصل کرنے کے باوجود طلباء کی شخصیت میں وہ خصوصیاوصفات نظر نہیں آتیں، جو اسلامی نظام تربیت کا اصل مقصد ہے۔

3۔ مخلوط نظام تعلیم

اسلام نے تعلیم وتربیت کا جو نظام امت کو دیا ہے، اس نظام سے استفادہ اس وقت کیا جاسکتا ہے، جب تعلیمی اداروں میں لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے الگ تعلیم وتربیت کا انتظام ہو، کیونکہ اسلام میں مرد و خواتین کا اکٹھے جمع

260۔ سنن ابی داوَد، كِتَاب الْخَرَاجِ وَالْإِمَارَةِ وَالْفَيْءِ، باب مَا يَلْزَمُ الإِمَامَ مِنْ حَقِّ الرَّعِيَّةِ، حدیث نمبر 2928۔

261۔ ابو بکر احمد بن حسین، السنن الکبریٰ للبیھقی، البیھقی، ج،10، ص192

ہونا،ایک ساتھ رہنا اور ایک دوسرے کے ساتھ باتیں کرنا ممنوع اور حرام ہے ، کیونکہ اس طرح کرنے سے معاشرے کے اندر فساد اور فتنے کا خطرہ ہوتا ہے، یہ وہ عوامل ہے جن کی وجہ سے شہوانی جذبات کو طاقت ملتی ہے، اور معاشرے کے اندر فحاشی زنا عام ہو جاتا ہے ، اللہ تعالی نے قرآن مجید میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیثِ پاک میں مرد اور عورتوں کے ایک ساتھ جمع ہونے کو حرام قرار دیا ہے، جیسا کہ قرآن پاک میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے،

ترجمہ :اور جب تم ان (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں) سے کوئی چیز مانگو، تو ان سے پردے کے پیچھے سے مانگو، یہ عمل تمہارے اور ان کے دلوں کے لیے سب سے پاکیزہ ہے۔(262)

اللہ رب العزت نے اس آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں اور ان کے واسطے سے اس امت کی تمام عورتوں کو یہ حکم دیا ہے کہ اگر ان سے کوئی غیر محرم کوئی چیز مانگے، تو ضروری ہے کہ وہ پردے کے پیچھے سے مانگے، اس آیت مبارکہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اسلام میں مرد اور عورت کے اختلاط کا جائز ہونا، تو دور کی بات ہے، اسلام میں پردے کے اتنی تاکید بیان کی گئی ہے کہ اگر کوئی غیر محرم مرد کسی عورت سے کوئی چیز مانگتا ہے، تو اس صورت میں عورت کا پردے کے اندر رہنا ضروری ہے۔

اسی طرح ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سلم نماز پڑھ کر مسجد سے نکل رہے تھے، آپ علیہ السلام نے دیکھا کہ مسجد سے نکلنے والے مرد اور خواتین کا راستے میں میں اختلاط ہو رہا ہے، تو آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے خواتین کو حکم دیا۔

"اسْتَأْخِرْنَ ، فَإِنَّهُ لَيْسَ لَكُنَّ أَنْ تَحْقُقْنَ الطَّرِيقَ عَلَيْكُنَّ بِحَافَّاتِ الطَّرِيقِ فَكَانَتِ الْمَرْأَةُ تَلْتَصِقُ بِالْجِدَارِ حَتَّى إِنَّ ثَوْبَهَ لَيَتَعَلَّقُ بِالْجِدَارِ مِنْ لُصُوقِهَا بِهِ "(263)

ترجمہ :اے عورتوں تم پیچھے رہو، راستے کے درمیان چلنا، آپ کے لیے ناجائز ہے، راستے کے کنارے چلو، چنانچہ آپ علیہ السلام کے اس حکم کے بعد عورتیں (صحابیات) راستے کے کنارے دیوار کے ساتھ چلتی تھیں، یہاں تک کہ ان کے کپڑے دیوار کے ساتھ اٹک جاتے تھے۔

مذکورہ بالا آیتِ مبارکہ اور احادیثِ پاک سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلام میں مرد اور عورت کا اختلاط جائز نہیں۔

262۔ ایضا:53

263۔ سلیمان بن اشعث، سنن ابی داوٗد، ابواب السلام، باب في مشي النساء مع الرجال في لطريق، حديث نمبر، 5272،ج4، ص369

اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسلام میں صرف مردوں کو تعلیم حاصل کرنے کی اجازت ہے، یا صرف مردوں کو تعلیم دینے کی اہمیت تو ہے، لیکن عورتوں کو تعلیم حاصل کرنے کی اجازت نہیں، بلکہ اسلام میں جس طرح مردوں کو تعلیم حاصل کرنے کی اجازت دی گئی ہے، اسی طرح عورتوں کو بھی اجازت دی گئی ہے، اور تعلیم کے حاصل کرنے پر ان کی تعریف بھی بیان کی گئی ہے، جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہ نے انصار کی ان خواتین کی تعریف بیان کی، جو ان سے علم حاصل کیا کرتی تھیں۔

نِعْمَ النِّسَاءُ نِسَاءُ الأَنْصَارِ لَمْ يَكُنْ يَمْنَعُهُنَّ الْحَيَاءُ أَنْ يَّسأَلنَ عَنِ الدِّينِ وَ يَتَفَقَّهْنَ فِيهِ"(264)

ترجمہ: انصار کی عورتیں بہت اچھی ہیں، کیونکہ وہ دین کے کسی مسئلے کے پوچھنے یا اس کی سمجھ حاصل کرنے میں شرم و حیا نہیں کرتیں۔

اس روایت سے بات معلوم ہوتی ہے کہ اسلام نے عورتوں کو تعلیم حاصل کرنے کی اجازت دی ہے، یہی وجہ ہے کہ انصار کی عورتیں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے تعلیم حاصل کیا کرتی تھیں، البتہ اس تعلیم میں مخلوط سے بچا جائے یہ اسلامی تعلیمات کے منافی ہے بلکہ عورتوں کی تعلیم و تربیت کے لیے الگ تعلیمی ادارے ہوں، اور مردوں کی تعلیم و تربیت کے لیے الگ تعلیمی ادارے ہوں، یا عورتوں کی تعلیم و تربیت کا الگ وقت مقرر کیا جائے، اور مردوں کی تعلیم و تربیت کا الگ وقت مقرر کیا جائے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح صحابہ کرام کی تعلیم و تربیت کیا کرتے تھے، اسی طرح آپ علیہ الصلوۃ والسلام مختلف اوقات صحابیات کے لیے تعلیم و تربیت کا انتظام فرمایا، جیسا کہ حدیث میں ہے:

" أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وآله خَرَجَ وَمَعَهُ بِلاَلٌ فَظَنَّ انَّه لَم يَسمَعفَوَعَظَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ "(265)

ترجمہ: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ عورتوں کی صفوں کی طرف گئے، اور ان کے ساتھ حضرت بلال بھی تھے، کیونکہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام کا گمان یہ تھا کہ شاید عورتوں نے خطبہ نہیں سنا، تو آپ علیہ السلام نے ان کو نصیحت کی، اور صدقہ کرنے کا حکم دیا۔

اس روایت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسلام خواتین کی تعلیم کی اجازت دیتا ہے، لیکن اسلام میں اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ تعلیم و تربیت کے نام پر مرد اور عورت کا آپس میں اختلاط ہو، کیونکہ مخلوط تعلیمی نظام کی

264۔ حوالہ سابقہ، کتاب الطھارۃ، باب الاغتسال من الحیض، حدیث نمبر۔316، ج1، ص85

265۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب العلم، باب عظۃ الامام النساء۔۔، حدیث نمبر۔98، ج1، حدیث نمبر98۔

وجہ سے اسلامی تعلیم و تربیت نہیں ہوتی، بلکہ اس کی وجہ سے طلباء کے اذہان و اخلاق پر برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ ہمارے ملک میں کچھ ایسے لوگ ہیں، جو صرف اعلیٰ تعلیمی اداروں میں اپنی نوجوان بیٹیوں کو اس لیے داخل نہیں کرتے، کیونکہ وہاں پر مخلوط تعلیمی نظام ہوتا ہے، یعنی ملک کی بہت ساری بیٹیاں مخلوط تعلیمی نظام کی وجہ سے تعلیم سے محروم رہ جاتی ہیں، لہٰذا حکومت کو چاہیے کہ اعلیٰ تعلیمی اداروں میں مخلوط نظامِ تعلیم کو ختم کرکے طلباء اور طالبات کے لیے الگ الگ نظامِ تعلیم کا اہتمام کریں۔

مخلوط نظام تعلیم کا مسئلہ صرف اسلامی ریاست کا ہی نہیں ہے بلکہ اہل مغرب بھی اس کی قباحت کو بھانپ چکے ہیں۔ معاشرے میں جو انارکی اس نظام سے پھیلتی ہے اور جو فساد اس کی بنیاد پر پھیلتا ہے، وہ شاید ہی کسی اور نظام سے ھیلتا ہو۔ مغرب مفکرین اور رائٹر بھی اس مخلوط نظام تعلیم کے برے انجام کی بابت اپنی رائے دیتے رہتے ہیں۔ جب یہ واضح ہوگیا کہ جن کی تقلید میں اس نظام کو شروع کیا گیا وہ خود ہی کف افسوس مل رہے ہیں تو ہمیں اپنے تعلیم جیسے مقدس نظام سے مخلوطیت کی نجاست کو دور کرنے کی بھرپور کوشش کرکے اس کو اسلامی اصولوں سے ہم آہنگ کرنا چاہیے۔

➢ تعلیمی اداروں سے نقل، سفارش اور رشوت کا خاتمہ

موجودہ دور میں ہمارے تعلیمی اداروں میں سفارش، رشوت اور نقل جیسی برائیوں کی وبا عام ہے، جو بچوں کے تربیت پر برا اثر ڈالتی ہے، کیونکہ جب ایک بچے کو اس بات کا علم ہو کہ اگر وہ محنت نہ بھی کرے، تو امتحان میں نقل، سفارش یا رشوت دے کر اچھے نمبروں سے پاس ہو جائے گا، تو امتحانی شعبہ کے ان برے کاموں کی وجہ سے طلباء پر برے اثرات پڑتے ہے، جن میں کچھ اثرات مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ امتحانی عملے کے اس رویے کو دیکھ کر طلباء محنت نہیں کرتے۔

2۔ وہ طلباء جو دیانتداری اور ایمانداری سیکھنے آئے ہوتے ہیں، وہ امتحانی عملے کے اس برے رویے کی وجہ سے نقل، سفارش اور رشوت جیسی برائیوں کے عادی ہو جاتے ہیں۔

لہٰذا ضروری ہے کہ تعلیمی اداروں سے ان برے افعال اعمال کا خاتمہ کیا جائے، کیونکہ جس طرح اخلاقی طور پر یہ کام درست نہیں ہیں، اسی طرح اسلام میں بھی اس کی اجازت نہیں ہے کیونکہ نقل کرنا دھوکہ دینا ہے، اور اسلام میں کسی کو دھوکا دینے کی اجازت نہیں ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

"مَنْ غَشَّنَافَلَيْسَ مِنَّا"(266)

ترجمہ: جس نے ہم سے دھوکہ کیا، وہ ہم میں سے (یعنی میری امت میں سے) نہیں ہے۔

اسی طرح اسلام میں رشوت لینااور دینادونوں حرام اور جہنم میں لے جانے والے کام ہیں، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کاارشادہے۔" الرَّاشِي وَالْمُرْتَشِي كلاهما فِي النَّارِ " (267)

ترجمہ: رشوت دینے والا اور رشوت لینے والا دونوں آگ میں ہوں گے۔

اسی طرح اسلام میں ایسی سفارش کرنا ناجائز اور حرام ہے، جس کی وجہ سے کسی دوسرے کا نقصان اور اس کی حق تلفی ہوتی ہو، کیونکہ اسلام میں ایمان والوں کی یہ صفت بیان ہوئی ہے کہ وہ کسی کو نقصان یا تکلیف نہیں دیتے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

لَاضَرَرَ وَ لَا ضِرَارَ " (268)

ترجمہ: نہ اپنے آپ کو تکلیف و اذیت دینا جائز ہے اور نہ ہی کسی دوسرے کو تکلیف اور اذیت دینا جائز ہے ۔

الغرض:

ہمیں اپنا تعلیمی نظام مکمل تربیتی بنیادوں پر استوار کرنا ہو گا تاکہ جتنے بھی طلبہ و طلبات دینی وعصری تعلیم کی تحصیل کے بعد سندِ فراغت حاصل کریں تو وہ تعلیم کے ساتھ ساتھ زیورِ تربیت سے بھی مزیّن ہو کر معاشرے کو سنہری فضا فراہم کرنے کے اہل ہو سکیں۔ اگر ہمارے نظام تعلیم میں تربیت کا فقدان رہااور خاص طور پر مخلوطنظام تعلیمی ایسے ہی جاری رہاتو ملک پاکستان کی بنیادی اکائی جس کو خاندان سے تعبیر کیا جاتا ہے سخت مجروح ہو گا۔ جس کی وجہ سے لوگوں کا تعلیم سے اعتماد اٹھ جائے گا اور وہ خاندانی عزت و شرف کو محفوظ رکھنے کی خاطر تعلیم سے کترانے لگ جائیں گے۔ ایسے ہی ہمیں اپنے بچوں کے مستقبل کو سامنے رکھتے ہوئے تعلیمی اصلاحات کرنی چاہیں اور ایسے عناصر کی چھان بین کر کے ان کو نکالنا چاہیے جو خود غرضی اور نفس پرستی جیسے مذموم افعال کو ہوا دے رہے ہیں۔ تاکہ ملک پاکستان کے تمام بچے اور بچیاں صحیح معنوں میں علم کی نورانیت سے فیض یاب ہو سکیں۔ ہمارے معاشرے میں چند ایسے افراد کاوجود بھی اس شعبے کو داغ دار کرتا ہے جو خوفِ خدا سے عاری ہوتے ہوئے اپنی تمام ترصلاحیتیں رشوت اور اس جیسے

266۔ مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب الایمان، حدیث نمبر۔164(101)، ج1، ص99

267۔ البزاز، ابو بکر احمد بن عمر، مسند البزاز، طبع اول، مکتبۃ العلوم و الحکم المدینۃ المنورۃ، مسند عبد الرحمن بن عوف۔۔، حدیث نمبر۔1037، ج3، ص247

268۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید، سنن ابنِ ماجہ، کتاب الاَحکام، باب من بنی فی حقہ مایضر بجارہ، حدیث نمبر۔2340، ج2، ص784

دیگر ایسے امور پر صرف کرتے ہیں جو اسلام میں بھی حرام ہیں اور تعلیمی ساخت کو بھی کھوکھلا کرنے میں بنیادی کردار ادا کر رہے ہیں۔ ایسے اسباب کا سد باب انتہائی اہم اور ضروری ہے۔

فصل سوئم: ذرائع ابلاغ میں مقاصدِ ابلاغ پر توجہ

اسلام میں ذرائع ابلاغ (ٹی وی، ریڈیو اور انٹرنیٹ وغیرہ) کا استعمال ممنوعہ نہیں، بلکہ شریعت ذرائع ابلاغ کے ہر اس اقدام کی حوصلہ افزائی کرتا ہے، جو شریعت کے اصول کے مطابق، اور انسانی معاشرے کے لیے مفید ثابت ہو، اور ان اقدامات کی وجہ سے ذرائع ابلاغ کے اسلامی مقاصد (امر بالمعروف و نہی عن المنکر، انسانیت آ کی عزت کا فروغ، تحقیق پر مبنی معلومات کی تشہیر و اشاعت اور امتِ مسلمہ میں بھائی چارے کا فروغ کا حصول ہو تا ہوں، لیکن یہ بات حقیقت پر مبنی ہے کہ عصرِ حاضر میں ذرائعِ ابلاغ (میڈیا) کے ذریعے اسلامی مقاصد کے حصول میں کافی حد تک کمی آچکی ہے، جس کی وجہ سے ذرائع ابلاغ (میڈیا) کے ہمارے معاشرے پر اچھے اور مثبت اثرات مرتب نہیں ہو رہیں، بلکہ ذرائع ابلاغ (میڈیا) کا ہمارے معاشرے پر منفی اثر بڑھ رہا ہے، لہذا ذرائع ابلاغ کے اسلامی مقاصد کے حصول کے لیے کچھ اقدامات کی ضرورت ہے ذیل میں پہلے اسلامی ذرائع ابلاغ کا ذکر کیا جاتا ہے پھر ان مقاصد پر توجہ مبذول کروانے کی غرض سے چند اقدامات کا ذکر کیا جائے گا۔

مقاصدِ ذرائع ابلاغ کے اصول

ابلاغ کے حصول کے لیے اسلامی قوانین میں جو اصول متعیّن کیے ہیں، ان میں چند درج ذیل ہیں:

1۔ ذرائع ابلاغ (میڈیا) کے ذریعے فحاشی اور بے حیائی پھیلانے کا سد باب

2۔ ذرائع ابلاغ (میڈیا) کے پروگرامز و اشتہات کو غیر اسلامی عقائد و افعال سے پاک کرنا

3۔ ذرائع ابلاغ (میڈیا) کے پروگرامز اور اشتہارات میں سچائی اور صداقت کو یقینی بنانا

1۔ ذرائع ابلاغ (میڈیا) کے ذریعے فحاشی اور بے حیائی پھیلانے کا سد باب

اسلام مسلمانوں کو یہ حکم دیتا ہے کہ وہ باحیا اور پاکدامن رہیں، لیکن موجودہ دور میں ذرائع ابلاغ کے ذریعے مسلم معاشرے میں فحاشی اور بے حیائی کو عام کیا جارہا ہے، مثلا ذرائع ابلاغ (میڈیا) پر نشر ہونے والے صرف اشتہارات کا ہم جائزہ لیں، تو ان میں بھی مختلف تجارتی ادارے اور کمپنیاں اپنے تجارتی سامان کی اشاعت و تشہیر کے ساتھ ساتھ بے حیائی اور بے شرمی کو بھی عام کرتے ہیں، کیونکہ کہ ذرائع ابلاغ کے ذریعے نشر ہونے والے زیادہ اشتہارات (مثلا صابن کا اشتہار، کھانے پینے کی چیزوں کا اشتہار ار، رکپڑوں کا اشتہار، صرف کا اشتہار یا ان چیزوں کے علاوہ کوئی اور اشتہار ہو تو ان) میں تجارتی ادارے اپنے تجارتی سامان کی تشہیر نوجوان بے پردہ لڑکیوں کے ذریعے کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ ذرائع ابلاغ (میڈیا) پر موجودہ دور میں ایسے ڈرامے اور ایسی فلمیں نشر کی جاتی ہیں، جو بے

حیائی اور غیر اخلاقی افعال پر مبنی ہوتی ہیں، جن سے مسلمانوں کے اخلاق و کردار پر برا اثر پڑتا ہے، اور انہی ڈراموں کی وجہ سے مسلم معاشرے سے سے عت و عصمت اور حیا کا جنازہ ہی نکل گیا ہے، جبکہ ہم مسلمان ہیں، اور اسلام ہمیں یہ حکم دیتا ہے کہ ہم پاکدامنی کو اپنائیں، اور فحاشی و بے حیائی سے اجتناب کریں، کیونکہ ہم حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں، اور حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کی عزت و تکریم کے بارے میں اللہ تعالی قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں۔

﴿وَ لَقَدۡ کَرَّمۡنَا بَنِیۡۤ اٰدَمَ وَ حَمَلۡناهمۡ فِی الۡبَرِّ وَ الۡبَحۡرِ وَ رَزَقۡناهمۡ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَ فَضَّلۡناهمۡ عَلٰی کَثِیۡرٍ مِّمَّنۡ خَلَقۡنَا تَفۡضِیۡلًا ﴾

ترجمہ: اور تحقیق ہم نے آدم کی اولاد کو عزت بخشی ہے، اور اس کو خشکی اور تری میں سوار کیا ہے، اور ہم نے ان کو پاک اور صاف چیزوں سے رزق دیا ہے، اور اور ہم نے ان کو اپنی بہت ساری مخلوقات پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔(269)

اس آیت مبارکہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اللہ رب العزت نے بنی آدم کو بہت عزت عطا فرمائی ہے، اور دنیا کی تمام مخلوقات میں اس کو افضل اور بہترین بنایا ہے، تو اس فضیلت و عزت کا تقاضا یہ ہے کہ بنی آدم بے حیائی اور فحاشی سے اجتناب کر کے پاکدمنی کا راستہ اختیار کریں، کیونکہ اسی راستے میں عزت ہے، اور بے حیائی اور فحاشی کو اپنانے اور اس کو آگے پھیلانے میں دنیا اور آخرت کی رسوائی اور ذلت ہے، جیسا کہ قرآن پاک میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ یُحِبُّوۡنَ اَنۡ تشِیۡعَ الۡفَاحِشَۃُفِی الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴾ (270)

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جو ایمان والوں میں فحاشی پھیلانے کو پسند کرتے ہیں، دنیا اور آخرت میں ان کے لئے دردناک عذاب ہے

اسی طرح حیاء کی اہمیت کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

" إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْأُولَى :إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ، فَافعَل مَا شِئْتَ "(271)

269۔ سورۃ:70 /17

270۔ سورۃ النور 24/19

271۔ سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب الحیاء، حدیث نمبر۔4797، ج4، ص252

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سابقہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے ارشادات میں سے جو کچھ امتوں نے حاصل کیا ہے، ان میں سے ایک ارشاد یہ ہے کہ جب تم پاکدامنی اور حیا والا راستہ اختیار نہیں کرتے، تو پھر جو مرضی ہے، وہ کرو۔

قرآن پاک کی آیاتِ مبارکہ اور حدیثِ پاک سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اسلام میں حیا اور پاکدامنی کی بڑی اہمیت ہے، اور اسلام فحاشی اور بے حیائی سے اجتناب کرنے کا حکم دیتا ہے، لہذا ذرائع ابلاغ (میڈیا) کو اس بات کا پابند کیا جانا چاہئے کہ وہ اپنی تمام تر سرگرمیوں میں بے حیائی اور فحاشی کی ترویج و اشاعت نہیں کریں گے۔

2۔ ذرائع ابلاغ (میڈیا) کے پروگرامز و اشتہارات غیر اسلامی سے پاک ہونا

اسلام ہمیں یہ حکم دیتا ہے کہ ہم غیر اسلامی عقائد و افعال سے اجتناب کریں، لہذا جس طرح غیر اسلامی عقائد و افعال ناجائز اور حرام ہیں، اسی طرح ذرائع ابلاغ (میڈیا) کے ذریعے ان کی ترویج و اشاعت بھی ممنوع اور حرام ہے، کیونکہ ذرائع ابلاغ (میڈیا) کے ایسے پروگراموں اور اشتہارات کے ذریعے مسلم معاشرے میں رہنے والے افراد کے اخلاق پر برا اثر پڑتا ہے، لیکن عصرِ حاضر میں ذرائع ابلاغ پر کچھ ایسے پروگرامز اور اشتہارات کی نشر و اشاعت ہوتی ہے، جن میں غیر اسلامی میں عقائد و افعال کی تبلیغ کی جاتی ہے، مثلاً ذرائع ابلاغ پر نشر کیے جانے والے جعلی عاملوں اور پیروں کے پروگرامز و اشتہارات اور جادوگروں اور نجومیوں وغیرہ کے پروگرامز اور اشتہارات وقتاً فوقتاً نشر ہوتے ہیں، جن کے ذریعے غیر اسلامی عقائد کی ترویج ہوتی ہے۔

جبکہ اسلام میں ایسے پروگرامز کے نشر کرنے کی گنجائش نہیں ہے، کیونکہ عقیدہ مسلمانوں کی بہت بڑی دولت اور سرمایہ ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر کسی انسان کا عقیدہ درست نہ ہوا، تو اس کا ایمان بھی خطرے میں پڑ جائے گا، اسی لیے اسلام میں میں عقیدے کے درست ہونے پر بہت بہت تاکید کی گئی ہے، جیسا کہ قرآن پاک میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿يَآَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا﴾(272)

ترجمہ: "اے ایمان والو ایمان لانے کے بعد ثابت قدم رہو، اللہ، اس کے رسول، اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر نازل کی ہے، اور اس کتاب پر جو پہلے نازل کی گئی ہے، اور جس شخص نے اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور آخرت کے دن کا انکار کیا، تو وہ بہت دور کی گمراہی میں چلا گیا"

272۔ سورۃ النساء، 136 / 4

قرآن پاک کی اس آیت میں اللہ رب العزت نے عقائد کو ذکر فرمایا ہے، اور اس بات کی بھی تاکید فرمائی کہ مومن ایمان لانے کے بعد ان عقائد پر پختہ رہے، اور ساتھ یہ بھی تنبیہ فرمائی ہے کہ جو شخص ان عقائد میں سے کسی ایک عقیدے کا بھی انکار کرے گا، تو وہ شخص گمراہ یعنی کافر ہو جائے گا۔

اسی طرح عقیدہ توحید کی اہمیت میت کو ذکر کرتے ہوئے، اللہ تعالی قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں۔

ترجمہ: بے شک اللہ شرک کرنے کو معاف نہیں کرتا، اور اس کے علاوہ جس گناہ کو جس کے لیے چاہیں گے، معاف کر دیں گے۔(273)

قرآن مجید کی اس آیتِ مبارکہ میں اس بات کا ذکر ہے کہ قیامت والے دن مغفرت اور بخشش کا انحصار اور دارومدار عقیدہ توحید کے درست ہونے پر ہے، جس کا عقیدہ توحید درست ہو، اور اس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو، تو اللہ رب العزت اگر چاہیں، تو اس کے باقی سارے گناہ معاف فرما دیں گے، لیکن اگر کسی نے اپنے عقیدہ توحید کی حفاظت نہ کی ہو، اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کیا ہو، تو اللہ رب العزت شرک کے گناہ کو معاف نہیں فرمائیں گے۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقیدہ توحید کی اہمیت اور جادو کرنے کی ممانعت کے کے بارے میں ارشاد فرمایا:

"اجتَنبوا السَّبعَ الموبقاتِ قالوا يا رسولَ اللهِ وما هنَّ ؟ قال الشِّركُ باللهِ ، والسِّحرُ ، وقتلُ النَّفسِ الَّتي حرَّم اللهُ إلَّا بالحقِّ ، وأكلُ الرِّبا ، وأكلُ مالِ اليتيمِ ، والتَّولِّي يومَ الزَّحفِ- (274)

ترجمہ:" سات ہلاک کر دینے والے کاموں سے اجتناب کرو، صحابہؓ نے سوال کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ کام کون سے ہیں، ہیں تو آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک کرنا، جادو کرنا، کسی ایسے انسان کو قتل کرنا، جس کو قتل کرنا اللہ نے حرام قرار دیا ہو، مگر حق کے ساتھ (قتل کرنا جائز ہے) یتیم کا مال کھانا، سود کھانا، لڑائی والے دندورانِ لڑائی پیٹھ پھیر کر بھاگنا اور پاکدامن بے خبر مومن عورتوں پر تہمت لگانا"

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجومیوں کے پاس جانے کی قباحت کے بارے میں ارشاد فرمایا:

" مَنْ أَتَى عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ فَصَدَّقَه لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ أَرْبَعِينَ يَوْمًا "(275)

273۔ حوالہ سابقہ:48

274۔ مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب الایمان، مام بیان الکبائر، وأکبرھا، حدیث نمبر۔145۔(89)، ج1، ص92

275۔ حوالہ سابقہ، کتاب السلام، باب تحریم الکھانۃ واتیان الکھان، حدیث نمبر۔125۔(2230)، ج4، ص1751۔

ترجمہ: جو آدمی میں کسی نجومی کے پاس گیا، اور اس نے کسی چیز کے بارے میں اس سے سوال کیا، تو چالیس راتوں تک اس کی نمازیں قبول نہیں کی جائیں گی۔

مندرجہ بالا آیاتِ مبارکہ اور احادیثِ مبارکہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلام میں عقائد کی بڑی اہمیت ہے ،اور غیر اسلامی عقائد اور اسی طرح غیر اسلامی افعال (مثلاً جادو کران یا نجومیوں کے پاس جانے) کی کوئی گنجائش نہیں ہے، لہٰذا ذرائع ابلاغ کے ذریعے ایسے پروگرامز کے نشر کرنے پر پابندی لگائی جانی چاہیے، اور اس پر ایسے پروگرام نشر کیے جانے چاہیے، جو اسلامی عقائد اور افعال پر مبنی ہوں۔

3۔ذرائع ابلاغ (میڈیا) کے پروگرام اور اشتہارات میں صداقت کو یقینی بنانا

اسلام ہمیں اس بات کا حکم دیتا ہے کہ ہم مبالغہ آرائی اور جھوٹ سے اجتناب کریں، سچائی اور صداقت کو اختیار کریں، لیکن عصرِ حاضر میں ذرائع ابلاغ کے ذریعے مختلف پروگرامز اور اشتہارات میں میں سچائی اور صداقت کو چھوڑ کر جھوٹ اور مبالغہ آرائی سے کام لیا جاتا ہے، جس کی چند مثالیں مندرجہ ذیل ہیں:

جب کوئی ادارہ یا فیکٹری اپنے کسی تجارتی سامان مثلاً برتن کو صاف کرنے کے لئے ذرائع ابلاغ (میڈیا) پر کوئی پروگرامز یا اشتہار نشر کرتی ہے، تو اس پروگرامز یا اشتہار میں عوام کو کو یہ بتایا جاتا ہے کہ اس ادارے نے ایک ایسا کیمیکل یا صابن تیار کیا ہے جس کے چند قطروں یا تھوڑے سے صابن سے بہت سے برتن صاف کیے جاسکتے ہیں ،حالانکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا، اور ان پروگرامز یا اشتہارات میں جھوٹ پر مبنی مبالغہ آرائی سے کام لیا جاتا ہے۔

اسی طرح ذرائع ابلاغ (میڈیا) کے ذریعے نشر کیے جانے پروگرامز یا اشتہارات میں شیمپو بنانے والے ادارے اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ اس کے ذریعے خشکی مکمل کل ختم اور بال خوبصورت، لمبے اور گھنے ہو جائیں گے، حالانکہ حقیقت میں ایسا کچھ نہیں ہوتا، بلکہ ان پروگرامز اشتہارات میں جھوٹ اور مبارکہ آرائی سے کام لیا جاتا ہے، جبکہ اسلام اس بات کا حکم دیتا ہے کہ مسلمان ہر بات میں سچائی اختیار کریں، اور ہر معاملے (خواہ اس کا تعلق حقوق اللہ سے ہو یا حقوق العباد سے ہو) میں صداقت اور سچائی کو نہ چھوڑیں، کیونکہ قرآن و حدیث میں سچائی کو اپنانے کی اہمیت و تاکید اور جھوٹ سے سے بچنے کی بھی تاکید فرمائی گئی ہے، جیسا کہ قرآن پاک میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا﴾ [276]

ترجمہ: "اے ایمان والو اللہ سے ڈرو، اور سیدھی بات کہو"

276۔ سورۃ الاحزاب: 33/70

اس آیت مبارکہ میں ایمان والوں کو اللہ سے ڈرنے ،اور سیدھی بات یعنی سچی بات کہنے کا حکم دیا گیا ہے ،اسی طرح قرآن پاک کے ایک دوسری آیتِ مبارکہ میں اللہ رب العزت نے ایمان والوں کی مندرجہ ذیل صفات کو ذکر فرمائی ہیں۔

﴿اَلصّٰبِرِيْنَ وَ الصّٰدِقِيْنَ وَ الْقٰنِتِيْنَ وَ الْمُنْفِقِيْنَ وَ الْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ﴾(277)

ترجمہ:"وہ لوگ جو صبر کرنے والے، سچ بولنے والے، فرماں برداری کرنے والے، خرچ کرنے والے، اور سحری کے وقت استغفار کرنے والے ہیں"

اللہ رب العزت نے قرآن کریم کی اس آیت میں ایمان والوں کی چند صفات کا ذکر فرمایا ہے، اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ مومن صادق یعنی سچ بولنے والا ہوتا ہے۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ کی قباحت کو حدیثِ پاک میں ان الفاظ میں ذکر فرمایا:

" إِذَا كَذَبَ العَبْدُ تَبَاعَدَ عَنْهُ المَلَكُ مِيلًا مِنْ نَتْنِ مَا جَاءَ بِهِ"(278)

ترجمہ:" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب انسان جھوٹ بولتا ہے، تو فرشتہ اس جھوٹ کے بدبو کی وجہ سے میل دور چلا جاتا ہے" یہ حدیث حسن صحیح(279) ہے۔

اس حدیث پاک سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جس طرح دنیا کی مادی چیزوں میں بدبو یا خوشبو پائی جاتی ہے، اس طرح اچھے اور برے اعمال وکلمات میں بھی خوشبو اور بدبو پائی جاتی ہے، جن کو اس دنیا میں رہنے والے انسان محسوس نہیں کر سکتے، البتہ اللہ رب العزت کے فرشتے ان کو محسوس کرتے ہیں، اور جھوٹ بولنے کی بدبو اتنی زیادہ اور بری ہوتی ہے کہ جب کوئی بندہ جھوٹ بولتا ہے، تو اس جھوٹ کی وجہ سے جو بدبو پیدا ہوتی ہے، اس کی وجہ سے فرشتے ایک میل دور چلے جاتے ہیں، یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ اس جھوٹ کی بدبو کو ایک میل تک سونگھا اور محسوس کیا جا سکتا ہے۔

اسی طرح ایک دوسری حدیث پاک میں جھوٹ بولنے کے قباحت کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ذکر فرمایاہے۔"وَيْلٌ لِلذى يُحَدِّثُ فَيَكْذِبُ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ ، وَيْلٌ لَهُ وَيْلٌ لَهُ(280)

277۔ سورۃ آل عمران:17/3

278۔ محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، دار الغرب الاسلامی، 1998ء، حدیث نمبر۔1972، ج/3، ص416

279۔حدیث حسن صحیح علم حدیث کی ایک اصطلاح ہے۔ یہ حدیث حسن سے بالاتر اور حدیث صحیح سے کمتر شمار ہوتی ہے۔

280۔ احمد بن حنبل، مسند الامام احمد بن حنبل، مسند البصریین، حدیث بھز بن حکیم، حدیث نمبر۔20055، ج33، ص248

ترجمہ: "ہلاکت ہے، اس اس آدمی کے لئے، جو انسانوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولتے ہے، اس کے لیے ہلاکت ہے، ہلاکت ہے" اور یہ حدیث حسن (281) ہے۔

اس حدیث پاک سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اگر کوئی انسان کسی دوسر کو تکلیف و اذیت دینے کے لئے نہیں، بلکہ اس کو ہنسانے اور لطف اندوز کرنے کے لیے جھوٹ بولتا ہے، تو اس طرح جھوٹ بولنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اسلام میں سچ بولنے کی ترغیب دیتا ہے، اور جھوٹ اور مبالغہ آرائی سے منع کرتا ہے، لہذا جب جھوٹ بولنا ناجائز اور ممنوع ہے، تو ذرائع ابلاغ (میڈیا) پر جھوٹ اور مبالغہ آرائی پر مبنی پروگرامز کی نشر و اشاعت کرنے پر بھی پابندی لگانی چاہیے، اور ذرائع ابلاغ پر ایسے پروگرامز نشر کیے جانے چاہیے، جس میں تحقیق اور صداقت و سچائی پر مبنی باتیں بیان کی جاتی ہوں۔

281۔ علم حدیث میں اس سے مراد وہ حدیث ہے جس میں صحیح حدیث کی تمام شرائط پائی جاتی ہوں لیکن ضبط اور آگاہی کی کمی ہو۔

فصل چہارم

لادینی اور غیر سرکاری تنظیمات پر پابندی کی ضرورت

اللہ رب العزت نے کرہ ارض پر اپنی وحدانیت کے اظہار کے لیے اور فقط اپنی ہی بندگی کے لئے حضرتِ انسان کو اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا ہے۔ جب رب تعالیٰ نے انسانیت کی تخلیق کا کرہ کیا تو قدسیوں نے اپنی حسنِ عبادت و تقدیس کو پیش کرتے ہوئے اللہ کی بارگاہ میں سوالیہ انداز میں یہ خدشہ ظاہر کیا کہ اے اللہ ہم بھی تو تیری عبادت اور تقدیس کو بیان کرتے ہیں پھر ایسی مخلوق کو جو روحِ زمین کو خون کی ہولی سے رنگ دے اور فساد برپا کرنے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑے تحقیق کرنے کی کیا ضرورت پیش آسکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو میں علم رکھتا ہوں تم نہیں جانتے۔ مفہوم آیۃ

ابتداء میں حضرتِ آدمؑ کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور نسل انسانی کی افزائش کا سلسلہ بالآخر ان سے شروع ہوا۔ امتدادِ زمانہ کے سبب مختلف احوال سے انسانیت کا گزر ہوتا ہوا ایک امت اور گروہ کی صورت اختیار کر گیا۔ جب عقلِ انسانی میں بہتات ہوئی تو اختلاف کی راہیں کھلنے لگیں۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جب بھی کسی معاملہ میں اختلافی صورت رونما ہوتی ہے تو ہر دو فریقین میں سے حق بجانب ایک ہی فریق ہوتا ہے۔ جب یہ اختلاف شریعت کے اُن اصولوں سے ٹکرانے لگا جن پر انسانیت کی تخلیق کار فرما تھی تو اللہ رب العزت نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا سلسلہ جاری فرمایا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً ۫ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ ﴾(282)

ترجمہ: ”سب لوگ ایک ہی امت (کی شکل میں) تھے۔ (پھر جب وہ آپس میں اختلاف کرنے لگے) تو اللہ نے انبیاء کو (جنت کی) خوشخبری دینے والا اور (جہنم سے) ڈرانے والا (بنا کر) بھیجا“۔

ایک اور مقام پر قرآنِ مقدس میں تمام انبیاء کو مبعوث فرمانے کا مقصد بھی اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴾(283)

282۔ سورۃ البقرۃ، آیت 213

283۔ سورۃ الانبیاء 21/25

ترجمہ: "اور نہیں ہم نے بھیجا آپ سے پہلے کوئی رسول کہ جس کو یہ حکم نہ دیا ہو کہ میرے سواء کوئی معبود نہیں پس میری ہی عبادت کرو"۔

قیام پاکستان کے وقت مسلمانوں نے جس دو قومی نظریے پر الگ ریاست کا مطالبہ کیا، اُس کا بھی لب لباب یہ ہی تھا کہ اللہ تعالیٰ کو حاکم اعلیٰ اور اقتدارِ اعلیٰ کا مالک سمجھتے ہوئے ہم ہندوؤں سے الگ رہ کر اُس ذاتِ عالی کی عبادت کا فریضہ مکمل جوش و خروش سے ادا کر سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے جو نعرہ بلند کیا وہ تھا "پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ"۔ یہ وہی نعرہ اور پیغام ہے جو اس سے پہلے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہلِ عرب کو دعوت دیتے ہوئے سنایا اور وہ بھرپور مخالفت پر اُتر آئے۔ وقت کے ساتھ ساتھ اسلام جب ترقی کرنے لگا اور کفر و شرک کے بادل چھٹنے لگے تو مشرکینِ عرب کے ساتھ ساتھ یہود و نصاریٰ بھی الکفر ملۃ واحدۃ کا ثبوت دیتے ہوئے مخالفت کے اس طوفان میں ساتھ ہو گئے۔

آج بھی اسی روش کو برقرار رکھتے ہوئے جب ملک پاکستان اسلام کا علمبردار بن کر روحِ زمین پر ابھرا تو اہل مغرب کو یہ کامیابی ہضم نہ ہوئی اور انھوں نے مختلف ہتھکنڈے استعمال کرنے شروع کیے تاکہ پاکستانی عوام نام کے لحاظ سے اگرچہ مسلمان رہ جائیں لیکن ان کی اصل اسلامی روح اِن سے چھین لی جائے۔

ان مقاصد کو انجام دینے کے لیے انھوں نے عالمی سطح پر کچھ تنظیموں کو مرتب کیا جو دیگر ترقی پذیر ممالک کی طرح ملک پاکستان میں بھی مغربی تہذیب کو رائج کرنے میں ان کی مدد و معاون ہوں۔ جیسا کہ گزشتہ صفحات میں واضح ہو چکا ہے کہ ابتداء میں انھوں نے دولت کی ریل پیل دکھا کر اور اپنے عمدہ مقاصد کی اشاعت کر کہ کچھ لوگوں کو اپنا گرویدہ بنایا۔ بعد ازاں ان مخصوص افراد کو آزادی کا ایک نعرہ تھما دیا جس کی بنیاد پر وہ ان کے اندھے مقلد بن کر ان کے اشاروں پر چلنے لگے۔ ان غیر مسلم تنظیموں اور ان کے ہمنوا مسلمان اور نام نہاد آزادی کے داعی لبرل افراد پر مشتمل ان تنظیمات کے ہمارے معاشرے کے لیے کیا خطرات ہیں اور ہمارے جامعات پر ان کے کیا بھیانک اثرات مرتب ہو رہے ہیں ان کا ذکر اس سے پہلے کی فصول میں قدرِ مفصل بیان ہوا ہے۔

ریاست ایک منظم ادارہ ہے جس کے مختلف شعبہ جات ہوتے ہیں۔ جو مختلف امور سر انجام دیتے ہیں۔ ملک و ریاست میں لاء اینڈ آرڈر کے قیام کے لیے بھی کچھ ادارے ہوتے ہیں۔ تاکہ امن و امان برقرار رہے جو کہ ریاست اور رعایا کی ضرورت ہے۔ اس کی خاطر بیرونی اور غیر سرکاری کسی تنظیم اور ادارے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ ادارے خرابی پیدا کرتے ہیں۔ لہٰذا ایک اسلامی ریاست کی ذمہداری ہے کہ وہ اپنے اداروں کو فعال اور متحرک بنائے اور بیرونی مداخلت کو روکے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ اس قسم کی یا دیگر تمام تنظیمات یا این جی اوز پر مکمل پابندی عائد کریں۔ تاکہ رعایا کو گمراہ کرنے والے تمام دروازے بند ہو جائیں اور ایک متحد و یک جان امت کو تحفظ دیا جاسکے۔ معاشرتی برائی کو روکنا یہ ہمارا دنیاوی و اخلاقی فرض بھی ہے اور مذہبی فرض بھی ہے۔ ذیل میں پہلے دینِ اسلام کی روشنی میں اس کو بیان کیا جائے گا پھر دنیاوی اعتبار سے بھی ان وجوہات کو ذکر کیا جائے گا جن کی بنیاد پر ان پر پابندی عائد کرنا لازم ٹھہرتا ہے۔

لادینی / غیر سرکاری تنظیمات پر پابندی اور مذہبی نقطہ نظر

دینِ اسلام فقط عقائد و عبادات ہی کا نام نہیں ہے بلکہ اس میں حقوق العباد سے متعلقہ معاملات و اخلاقیات کو بھی ایک خاصا مقام حاصل ہے۔ غیر مسلم اور لبرل ازم کا پرچار کرنے والی تنظیمات کے اصل ایجنڈے کو جب ایک صاحبِ بصیرت انسان سمجھ لیتا ہے تو اُس پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وہ معاشرے کو درست سمت کی جانب نہیں لے کر چلنا چاہتے۔ وہ ایک مسلم معاشرے کو بھی مغرب کی فرسودہ معاشرت میں ہر طرح سے ضم کرنا چاہتے ہیں۔ اُن کا بنیادی نظریہ اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ دین و دنیا دو متضاد راستے ہیں۔ لہٰذا دنیاوی امور کو مکمل طور پر دین سے الگ رکھنا چاہیے۔ جبکہ اسلام دین اور دنیا کو الگ تصور نہیں کرتا۔ بلکہ زندگی کے مقصد کے طور پر تصور اسلام پیش کیا گیا ہے۔ جس کو دین کہا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ ﴾(284)

ترجمہ: "بلاشبہ دین اللہ کے ہاں اسلام ہی ہے"

اس میں دنیا کا کوئی بھی کام جو شرعی اصولوں کے مطابق کیا جائے وہ عبادت کہلاتا ہے۔ جس کے لیے انسان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ﴾"(285)

ترجمہ: "نہیں میں نے پیدا کیا جن وانس کو مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں۔

ایسے ہی جب کوئی کام دینی روایات سے ہٹ کر ہو تو اُس کو برائی سمجھا جاتا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں برائی کو روکنے کی بہت تاکید کی گئی ہے تاکہ معاشرے کو ہر قسم کی کثافت سے بچایا جاسکے اور امن و امان کے قیام کی فضا قائم رہ پائے۔

284۔ سورۃ آل عمران: 3/19

285۔ سورۃ الذاریات: 51/56

1۔ نہی عن المنکر

اسلام میں امتِ محمدیہ کے خیر الامم ہونے کے جو اسباب بیان فرمائے ان میں نہی عن المنکر کو بھی شامل فرمایا جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ﴾(286)

ترجمہ: ”تم بہترین امت ہو جس کو نکالا گیا ہے لوگوں کے لیے، حکم کرتے ہو نیکی کا اور روکتے ہو برائی سے اور ایمان لاتے ہو اللہ پر“

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اِس امت کو بہتریں امت ہونے کے تین وصف بیان کیے اور قرآن کے عمومی قانون سے ہٹ کر ایمان باللہ کو آخر میں ذکر کیا جس سے اس امر کی وضاحت معلوم ہوتی ہے کہ عند اللہ اچھائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا کتنا عظیم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک مقام پر اللہ نے حضرت لقمانؑ کی اُن نصیحتوں کا ذکر کیا جو اللہ رب العزت کو اتنی پسند آئیں کہ اللہ نے اُن کو رہتی دنیا تک تعلیم بنا کر نازل فرما دیا۔ ان میں بھی ایک نصیحت برائی سے روکنے کے متعلق تھی۔ چنانچہ سورہ لقمان میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَ اْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ انْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾(287)

ترجمہ: ”اے میرے بیٹے! نماز قائم کیا کرو اور حکم دیا کرو اچھائی کا اور منع کیا کرو برائی سے“

اِسی عنوان سے اُن لوگوں کے لیے سخت وعید کلام الہٰی میں موجود ہے جو اِس فریضے سے چشم پوشی کرنے کو مصلحت کے عنوان سے تعبیر کرتے ہیں۔ اللہ نے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرتِ مریم علیہا السلام کی زبانی بنی اسرائیل پر لعنت کا بنیادی سبب اسی بات کو قرار دیا کہ وہ نافرمانی کرتے تھے، حد سے بھی بڑھ جاتے تھے، لیکن ان کی سب سے بڑی غلطی یہ تھی کہ وہ جب سے بڑی غلطی یہ تھی کہ اُن کے سامنے جب کوئی برائی ہوتی تو وہ روکتے نہیں تھے۔ اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ﴾ (288)

286۔ سورۃ آل عمرآن:110/3

287۔ سورۃ القمان:17/31

288۔ سورۃ المائدۃ: 79/5

ترجمہ: ”نہیں روکتے تھے وہ اس برائی سے جس کو (دوسرے لوگ) کرتے تھے، کتنا ہی برا عمل ہے جو وہ کرتے تھے“۔

تشریح:

اس آیت مبارکہ کی تشریح میں حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ان اول ما دخل النقص على بنى اسرائيل أَنَّه كَانَ الرَّجُلُ يَلْقَى الرَّجُلَ فَيَقُولُ يَا هَذَا اتَّقِ اللَّه وَدعْ مَا تَصْنَعُ فَإِنَّهُ لاَ يَحِلُّ لَكَ، ثُم يَلْقَاهُ مِن الْغَدِ وَهُو عَلَى حالِهِ، فَلا يمْنَعُه ذلِك أَنْ يكُونَ أَكِيلَهُ وشَرِيبَهُ وَقعِيدَهُ، فَلَمَّا فَعَلُوا ذَلِكَ ضَرَبَ اللَّه قُلُوبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ ثُمَّ قَالَ: (289)

ترجمہ: ”بلاشبہ بنی اسرائیل پر جو سب سے پہلے تنزل آیا یہ اس وقت جب کوئی بندہ دوسرے سے ملتا (اس حالت میں کہ اس کو برائی کرتے دیکھتا تو) کہتا تھا اے بندے اللہ سے ڈرو اور جو کام کر رہے ہو اسکو ترک کر دو یہ تمھارے لیے جائز نہیں ہے۔ پھر جب اگلے دن ملتا اس حال میں کہ وہ اسی حالت میں ہے تو اس کو نہیں روکتا تھا تاکہ اس کے تعلقات نہ خراب ہوں اور اس کے ساتھ کھاتا، پیتا تھا اور اٹھتا بیٹھتا تھا۔ جب انھوں نے ایسا کیا تو اللہ نے ان کے دلوں کو آپس میں خلط ملط کر دیا (یعنی نیکوکاروں کے دلوں میں بھی بدوں کی نحوست ڈال دی)۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت مبارکہ کی تلاوت فرمائی لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ الخ اور فرمایا: ہرگز نہیں اللہ کی قسم تمھیں ضرور امر بالمعروف کرنا ہوگا اور تمھیں ضرور نہی عن المنکر کرنا ہوگا اور ضرور تمھیں ظالم کا ہاتھ روکنا ہوگا اور اس کو حق بات پر مجبور کرنا ہوگا اور اسے حق تک محدود کرنا ہوگا“۔

مذکورہ آیتِ مبارکہ اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان سے امر مترشح ہوتا ہے کہ مسلمان محض انفرادی اعمال کی بنیاد پر ہی صالح اور کامیاب نہیں ہو جاتا بلکہ اس پر اجتماعی ذمہ داری بھی ہے کہ وہ اس فکر میں بھی رہے کہ کہیں برائی دیگر افراد میں سرایت تو نہیں کر رہی اور ایسے ہی اس برائی کو پر پرزے نکالنے سے روکنے کی ذمہ داری بھی شریعت کی روشنی میں ایک صالح مسلمان کی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مقام پر فرمایا:

289۔ ابو داوٗد، سلیمان بن الاشعث السجستانی، سنن ابی داوٗد، كِتَاب الْمَلَاحِمِ , باب الأَمْرِ وَالنَّهْيِ , حدیث نمبر 4336، مکتبہ العصریہ، بیروت، ج، ۴، ص، ۱۲۱

"مثال ان لوگوں کی جو اللہ کی (مقرر کردہ) حدود پر قائم رہنے والے ہیں اور ان کی جو مخالفت کرنے والے ہیں، ایسی قوم جیسی ہے جنھوں نے قرعہ ڈالا سمندر میں کشتی (میں جگہ) کے سلسلے میں، بعض لوگوں کے حصے میں کشتی کی اوپر والی منزل آئی اور بعض کے حصے میں نیچے والی منزل آئی۔ جب نیچے والوں کو پانی کی طلب ہوتی تو انہیں پانی لینے کے لیے اوپر والوں کے پاس سے گزرنا پڑتا تھا۔ انہوں نے سوچا کہ کیوں نہ ہم اپنے ہی حصہ میں ایک سوراخ کر لیں تاکہ اوپر والوں کو ہم کوئی تکلیف نہ دیں۔ اب اگر اوپر والے نیچے والوں کو من مانی کرنے دیں گے تو سب کے سب ہلاک ہو جائیں گے اور اگر اوپر والے نیچے والوں کا ہاتھ پکڑ لیں (اور انہیں ایسا نہیں کرنے دیں گے) تو یہ خود بھی بچ جائیں گے اور باقی لوگ بھی"(290)

2۔ اسلامی تعلیمات کا تحفظ

ابتداء اسلام سے بھی کافر کی کوشش یہی رہی ہے کہ کسی طرح اسلامی تعلیمات کو مسخ کیا جائے اور ان سے وابستہ ہر فرد کو گمراہی میں دھکیلا جائے۔ آج بھی تمام غیر مسلم تنظیمات اپنے آقاؤں کی خوشنودی کی خاطر اپنی پرانی دین دشمنی کو برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ نزولِ قرآن کے عہد ہی میں اللہ تعالیٰ نے مسلمان کو کافر کے ہر حربے سے متنبہ کر دیا تھا تاکہ مسلمان کبھی بھی ان کی شیطانی چالوں میں نہ آنے پائے۔ ان میں سے جو سب سے بنیادی ہتھیار ہے مسلمان کو دین سے دور کرنے کا وہ ہے مال کی طرف رغبت دلانا۔ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا﴾(291)

ترجمہ: "بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، اپنا مال خرچ کرتے ہیں تاکہ وہ اللہ کے راستے سے روک سکیں، پس عنقریب اور بھی خرچ کریں گے"

اس آیتِ مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ دشمنانِ دین اسلام کی تعلیمات کو فروغ پانے سے روکنے کے لیے اپنا مال و دولت پانی کی طرح بہاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی غیر مسلم تنظیمات اور ان سے مرغوب لبرل تنظیمیں اپنے قبیح مقاصد کو جامعِ کمال پہنانے کے لیے اس ہتھیار کا بے دریغ استعمال کر رہے ہیں۔ عصرِ حاضر کے ڈرامے، فلمیں اور گانے اور خاص کر رمضان ٹرانسمیشن وغیرہ اس کی ایک روشن دلیل ہیں۔ رمضان المبارک میں تراویح کے وقت ان کا انعقاد تراویح جیسے عظیم عمل کی راہ میں ایک رکاوٹ ہے۔

290۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، ج،3، ص،139

291۔ سورۃ الانفال:36/8

ایسے ہی الیکٹرانک میڈیا ہو تا پرنٹ میڈیا اِن میں نہ صرف فحاشی و عریانی کو نمایاں مقام سے نوازا جاتا ہے بلکہ اسلامی تعلیمات میں کو بھی پامال کرنے سے دریغ نہیں کیا جاتا۔ چھوٹے چھوٹے امورِ خانہ داری میں طلاق کو تقریبا ہر ڈرامے کا لازمی جزو قرار دیا جانے لگا جس کی بنیاد پر آج معاشرے میں جہاں طلاق کی شرح میں خاصا اضافہ ہوا، وہیں مردوں کی بے توقیری کا عنصر بھی دیا جاتا ہے۔ اسی کو ڈھال بنا کر بعد ازاں آزادی کے ملمع ساز نعروں کی بنیاد پر نکاح کو موردِ الزام ٹھہرا کر اسلامی تعلیمات سے کھیلا جاتا ہے۔ اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ ایسے تمام تنظیموں کو جو کسی بھی اسلامی تعلیم کے مخالف امور میں معاونت کا کردار ادا کر رہی ہے اس پر پابندی لگائی جائے تا کہ اسلامی تعلیمات کے تحفظ کو یقینی بنایا جاسکے۔

مغربیت سے حد درجہ مرغوب اور جدیدیت کے نعرے تلے نوجوانوں کی ایک کھیپ ان این۔ جی۔ اوز کے مقاصد کو تابندہ کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ نام کے مسلمان تو ہیں لیکن بحیثیت امت مسلمہ کے دل سے خوفِ خدا کا فقدان آج اپنے عروج پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جامعات جیسے مقدس ماحول میں بھی (جہاں علم کی شمع سے روشنی حاصل کرتے ہیں) فحاشی و عریانی، جونئیرز کی ہتک، فیشن کی اندھی دوڑ میں وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ اللہ ہمیں دیکھ رہا ہے۔

رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلقہ نظریات کو بھی اہلِ یورپ نے ایسے انداز سے مسلمان کے دل سے نکالا کے آج کا نوجوان خاص طور پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لیوا تو ہے، لیکن سنت کے مطابق زندگی کو گزارنا ایک پُر کٹھن وادی تصور کرتا ہے۔ حالانکہ اگر کوئی رول ماڈل ہے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ برکات ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾(292)
ترجمہ: "البتہ تحقیق تمہارے لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بہترین نمونہ ہے

292۔ سورۃ الاحزاب: 33/21

لیکن افسوس کی بات ہے کہ آج کے نوجوان کا لباس، شکل و شباہت، چال ڈھال، اخلاق و اطوار نیز ہر زندگی کے موڑ میں سنت کا ترک ایک عام بات بن کے رہ گئی ہے۔ ایسے ہی آخرت کا خوف بھی دل میں باقی نہیں رہا جس کی وجہ سے خودکشی اور دیگر اخلاق و معاملات میں مندی کا عالم ہے۔

وائے ناکامی! متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا(293)

293۔ محمد اقبال، علامہ، شمع اور شاعر، ترتیب محمد خلیل الرحمان، فروری، ۱۹۱۲ء، اردو محفل۔

3۔الحاد کا سدباب

اس سبب کی بنیاد پر بھی ان اینٹی الام تنظیموں پر پابندی لگانا ناگزیر ہے کیونکہ دین سے دور کرنا ان تنظیموں کا اولین ہدف تھا جس میں انھوں نے جمیع تر ذرائع ابلاغ کے ذریعے ، مغربی طرزِ تعلیم اور بین الاقوامی پالیسیوں کے ذریعے سے مسلمان نسل کو خوابِ غفلت میں مبتلا کرنے کی ہر ممکنہ کوشش کی جارہی ہے۔بعد ازاں دین بیزاری کو الحادیت میں بدلنے کی سازششیں شروع ہوئیں جو کہ آج عروج پر ہیں۔ان مقاصد کے لیے وہ اپنے بندوں کو مختلف لیٹریچر پڑھا کر،نام مسلمانوں کا رکھ کر سوشل میڈیا پر ، جامعات میں اور الیکٹرانک و پرنٹ میڈیا تک رسائی دیتے ہیں تا کہ وہ مسلمانوں میں شکوک و شبھات پیدا کر کے ان کو دین سے مکمل متنفر کر کے ملحد بنا دیں۔ کبھی یہ اللہ رب العالمین کی ذات پر کرتے ہیں تو کبھی امام الانبیاء کی اہانت پر مبنی الفاظ کا استعمال کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح اور دیگر امورِ رسالت پر سوالات اٹھاتے ہیں۔ایسے ہی قیامت کو محض ایک تصوراتی نظریہ قرار دیتے ہوئے سادہ لوح مسلمانوں کو دین سے جدا کرنا ان کا مقصد ہے۔اس کے لیے انھوں نے باقاعدہ گروپس بنائے ہوئے ہیں اور یوٹیوب پر بھی ان کے چینلز ہیں جن میں سے ایک کا نام ”پاکستانی ملحد“ ہے۔ فیس بک پر بھی متعدد گروپس ہیں جو مختلف طریقے سے اپنے مقاصد تک پہنچنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

ایسی تحاریک کی ایک اسلامی ریاست قطعا تحمل نہیں کر سکتی۔ایسی تمام سرگرمیوں کو فی الفور موقوف کرنا چاہیے۔کیونکہ یہ سرگرمیاں ملک کی سالمیت اور وحدت کے لیے ناگزیر ہیں۔

لادینی / غیر سرکاری تنظیمات اوراستحکام پاکستان

انیسوی صدی میں اللہ تعالیٰ نے مملکتِ پاکستان کو کرہ ارض پر ایک تابندہ ستارہ بنا کر پیش کیا۔جس کے قیام میں امت مسلمہ کی ہر طبقے،ہر جنس اور ہر عمر کے افراد کی قربانیاں شامل ہیں۔ آزادی ہند کے وقت برِصغیر کی زمین میں خون کی ندیاں جاری ہوئیں۔اللہ کے دین کی خاطر امت مسلمہ کی بیش بہا قربانیوں سے جب پاکستان معرضِ وجود میں آیا تو ہندوٗ بنیے کو یہ بات ابتداء سے ہی راس نہ آئی۔ دل کی کدورت کو عملی جامعہ پہنانے کے لیے جہاں اس نے تگ ودو جاری رکھی،وہیں اپنی ذہنی ہم آہنگی ہونے کی بنیاد پر انگریز کو بھی ہم پلہ ساتھی بنانے کی کوشش کی۔ آج ملک پاکستان میں غیر مسلم تنظیموں کے ساتھ ساتھ کچھ دیگر غیر سرکاری تنظیمیں ہیں جو انڈیا کی ذہنی و نظریاتی ہم آہنگی کا ثبوت دیتے ہوئے ان کے نظریات کو ترویج دینے پر عمل پیرا ہیں۔ مملکت اسلامیہ پاکستان کو ایسی تمام این۔جی۔اوز پر کڑی نظر رکھنی ہوگی جو پاکستان کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے کے درپے ہیں۔ذیل میں کچھ اسباب ذکر کیے جاتے ہیں جن سے یہ پہچاننا آسان ہو جائے گا کہ کس طرح یہ ہماری معاشرت،معیشت اور سیاست پر اثر انداز ہو رہے ہیں۔جن کی بنیاد پر ان پر پابندی لگانا امرِ ضروری ٹھہرتا ہے۔

1۔ ملکی سیاست میں بیرونی مداخلت

تاریخ کا ادنیٰ سا طالب علم میانہ روی سے تاریخ پاکستان کا مطالعہ کرتا ہے تو وہ اس حقیقت کو پالیتا ہے کہ ملک پاکستان کا حصول اسلام کے نام پر ہوا ہے۔ لیکن بد قسمتی سے قیام پاکستان کے ساتھ ہی کچھ بیرونی قوتوں کا کردار تھا کہ اس ملک میں اسلامی قوانین کا نفاذ نہ ہو سکا۔ این جی اوز کی صورت میں غیر مسلم ممالک نے مملکت پاکستان کی کمر میں ایسا خنجر گھونپا کہ آج کوئی پالیسی بھی ان کی مرضی کے خلاف نہیں بن سکتی۔ زکوٰۃ کمیٹیاں موجود ہیں لیکن زکوٰۃ کا نظام درست نہ ہونے کی بنیاد پر ان کی فعالیت محلِ نظر ہے۔ قرضوں تلے مزید سے مزید تر وطنِ عزیز دبتا جا رہا ہے۔ جب بھی آئی ایم ایف یا دیگر مالی ادارے معاونت کرتے ہیں تو ساتھ اپنی منشاء کے مطابق پاکستان کو ڈھالنے کا مطالبہ بھی کرتے ہیں۔ جن میں سود اور ٹیکس میں اضافہ، حکومتی اخراجات میں کمی (جس سے فلاح کے کاموں پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں)، قومی ادارے غیروں کے حوالے کرنا وغیرہ ہیں. (واللہ اعلم)

2 معاشی استحکام اور لبرل ازم

لبرل ازم اور ان کے پیشواؤں مغربی ممالک کے پیشِ نظر سرمایہ دارانہ نظامِ معیشت ہی درست نظام ہے۔ کیونکہ ان کا بنیادی نظریہ ہے کہ ہر انسان کامل آزادی کا مستحق ہے۔ ایسے ہی سرمایہ دار بھی آزاد ہے کہ وہ جس طرح بھی اپنے سرمائے کو چاہے خرچ کر کے منافع حاصل کر سکتا ہے۔ جبکہ اسلامی نقطہ نظر اس سے کسی قدر مختلف ہے اور یہی ایک مسلمان کا عقیدہ ہے کہ اللہ کا دیا ہوا نظام ہی وہ نظام ہے جس پر استحکام معیشت کی بنیاد قائم ہو سکتی ہے۔ اسلام معاشی نظام میں حاکمیت اللہ تعالیٰ کی ہے، سود حرام ہے، منافع خوری میں حلال و حرام کی تمیز لازم ہے، غریب اور یتیم کا حصہ بھی ہر مالدار کے مال میں شامل ہے، ارتکازِ دولت حرام ہے وغیرہ۔ یہ سب وہ اصول ہیں جن پر چلتے ہوئے ملکِ پاکستان کی معیشت مستحکم ہو سکتی ہے۔ ایسے عناصر پر پابندی لگانا ایک لازم امر ٹھہرتا ہے جو ملکِ پاکستان کو مغربیت کے اس نظام میں ضم کرنا چاہتے ہیں جہاں امیر امیر ہوتا جاتا ہے اور غریب غلامی کی ذہنیت سے دوچار ہو کر رہ جاتا ہے۔

علاوہ ازیں اس فکر کو رواج دینے کی وجہ ہے کہ رعایا کئی گروپوں میں منقسم ہو جاتی ہے اور یوں تمام توانائیاں ضائع ہو جاتی ہیں۔ ایک نقطے پر کوشش مرتکز نہیں ہو پاتی۔

3۔معاشرتی برائیوں کا پرچار کرنا

ملک پاکستان میں اسلامی تعلیمات کو ٹھیس پہنچانے کے لیے اور سماجی فضا کو انتشار سے لبریز کرنے کے لیے غیر مسلم تنظیمات نے تو اپنا کردار ادا کیا ہی ہے لیکن ان کی آلہ کار دیگر لادینیت کی طرف لے جانے والی لبرل تنظیمات کا بھی اس میں کافی کردار ہے۔الحاد کو فروغ دینے،اسلامی تعلیمات کا استہزاء،شعبہ تعلیم اور عائلی زندگی پر بے حیائی اور عریانی کی وجہ سے منفی اثرات کا ذکر تو ہو ہی چکا ہے سبقہ اوراق میں،ایسے ہی ایک اور معاشرتی برائی ہم جنس پرستی جیسے فعل کی نہ صرف حمایت کرتے ہوئے بلکہ اس کو گناہوں کی صف سے ہی نکالتے ہوئے کہنے لگی کہ جب دونوں فریق راضی ہوں تو کوئی گناہ نہیں ہے اور پاکستانی معاشرت کی بدخوئی کرتے ہوئے کہنے لگی کہ پاکستانی معاشرہ منافقت پر مبنی ہے۔اسی پروگرام میں جب شاہد(اینکر)نے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دارالخلافہ اسلام آباد میں ننگی تصاویر چسپاں کرنے کی بابت پوچھا تو پروگرام میں خاتون نے انتہائی ڈھٹائی سے جواب دیتے ہوئے کہا کہ یہ فعل بھی ان کا ذاتی ہے کسی کو روکنے کا کوئی حق نہیں۔(294)

اس ملک میں بے شک آزادی تمام مذاہب کو حاصل ہے،لیکن اس کا یہ مطلب قطعاً نہیں کہ اکثریت کے جذبات اور ملکی آئین ،قوانین اور مذہب کو چیلنج کیا جائے۔لہٰذا اجتماعی طور پر مفادِ عامہ کا تقاضا ہے کہ معاشرتی برائیوں کا پرچار کرنے والی اِن تنظیمات پر پابندی لگائی جائے۔وگرنہ ان برائیوں کی بنیاد پر معاشرے میں مذہبی انتشار،انسانیت کا استحصال،خاندانی نظام کا انہدام،شرح خواندگی میں کمی،ایڈز اور دیگر مہلک بیماریوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری ہو جائے گا۔جس کا ہمارا یہ ملک قطعاً متحمل نہیں ہے۔

4۔افواجِ پاکستان کی تحقیر

۱۹۴۷ء سے ابتداء کرتے ہوئے آج وقتِ حاضر تک ہر محاذ پر وطنِ عزیز کے اِن جانبازوں نے اپنے لہو کی قربانی دیتے ہوئے تاریخ کے اوراق کو ایک درخشاں پہلو عطا کیا ہے۔ملکِ پاکستان کی خاطر روشن داستانیں،ناقابلِ فراموش خدمات،جرأت و بسالت ان بہادر صفت شیروں کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔لیکن بدقسمتی سے پاکستان میں لبرل ازم کا تسلط اور غیر مسلم تنظیموں کا دباؤ اس قدر زور پکڑ گیا کہ ہم اپنی افواج کو بھی ان کے نازیبا کلمات سے محفوظ نہ رکھ پائے۔پاکستان کی معروف سیاسی و سماجی شخصیت گزری ہے(295)۔لیکن یہ وہ عورت ہے جس نے افواجِ

294-dailymotion.com /video /x4fwjjr(Marvi Sarmad Supports And Appreciates Homosexuality.Debate with Orya Maqbool) date.01.Nov.2013

295۔(رپورٹ)بی بی سی نیوز،اردو،اقوامِ متحدہ،انسانی حقوق ۲۰۱۸ء ایوارڈ عاصمہ جہانگیر کے نام،ایوارڈ ۲۶ اکتوبر ۲۰۱۸ء

پاکستان پر تنقید کرنے میں خاصی شہرت پائی۔ایک پروگرام میں افواجِ پاکستان کوڈفر بولتے ہوئے یہ الزام عائد کرتی رہی ہیں کہ ملک میں دہشت گردی کو فروغ دینے میں اس ادارے کے کلیدی عہدوں پر فائز لوگ ہیں۔(296)

افواج پاکستان ایک دفاعی ادارہ ہے۔خدانخواستہ اگر یہ ادارہ تنقید اور شکوک و شبھات کا شکار رہا تو ملکی سالمیت مکمل طور پر خطرے میں پڑھ جائے گی۔کسی بھی ملک کا دفاہی نظام اس کے فوجی اعتماد پر زندہ رہتا ہے۔اگر یہ اعتماد بھی اٹھ جائے تو باقی کچھ نہیں رہتا۔

ان اسباب کی بنا پر مذہبی و ملکی سالمیت اور بقاء کی خاطر حکومت پاکستان کو بنیادی کردار ادا کرتے ہوئے ایسی تمام تنظیموں پر فوری طور پر پابندی عائد کرنی چاہیے جو وطن عزیز اسلامی جمہوریہ پاکستان کی جغرافیائی اور نظریاتی سرحدوں کے خلاف اپنی سرگرمیوں میں ملوث ہیں۔

296-http://beenasarwar.com/2011/05/30/Pakistan-army-should-butt-out-of-politics-asma-jahangir-says-it-like-it-is/amp/ date 30 May 2011.

فصل پنجم

اسلامی تنظیمات کی حوصلہ افزائی

پاکستان اسلام کے نام پر قائم ہونے والی ایک اسلامی ریاست ہے۔ ایک اسلامی ریاست کی معاونت کے لیے نجی طور پر تنظیم سازی کو اس لیے انتہائی قدر و منزلت کی نظر سے ضروری تصور کیا جاتا ہے کہ ریاستِ اسلامیہ کا اوّلین فرض اور ذمہ داری امت مسلمہ کی مذہبی، ثقافتی، معاشرتی اور تہذیبی محافظت کرنا ہے۔ جو بھی اجتماعی ذمہ داریاں تعلیماتِ اسلامیہ کی وساطت سے عائد ہوتی ہیں، ریاست کے حکمران طبقے پر ان کو بجالانا ضروری ہوتا ہے۔ تاکہ امت کا ہر ممکنہ تحفظ یقینی بنایا جاسکے اور انتشار سے ریاستی امور کو محفوظ رکھا جاسکے۔ کیونکہ امت کا ریاست کے وجود میں ایک کلیدی کردار ہے اور بدونِ امت وجودِ ریاست محال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ متکلمین کی ایک کثیر تعداد تنظیمِ ریاست کو مذہبی فریضہ تصور کرتی ہے۔ کوئی بھی ترقی پذیر ریاست تنِ تنہا اِن تمام ذمہ داریوں کو احسن انداز میں انجام نہیں دے سکتی۔ اسے لازماً کچھ معاونین کی ضرورت پیش آتی ہے۔ معاونین کبھی تو انفرادی طور پر سامنے آتے ہیں اور کبھی باقاعدہ ایک نظم کی صورت میں ملی خدمات پیش کرنے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہیں۔ ایسے کمزور حالات میں جب کہ ملک وریاست ترقی کے حصول کے لیے منزل کی جانب گامزن ہو، صاحبِ اقتدار کے لیے اس معاونت کو ٹھکرانا ناممکنات میں سے ہو جاتا ہے۔

حاکمِ وقت اور ریاستی ذمہ داریاں

ایک عمدہ نظام جو تمام تر خامیوں سے اپنے دامن کو بچائے ہوئے ہو کا قیام ان قائدین کے طرزِ عمل کا مرہونِ منت ہوتا ہے جن کے ہاتھوں میں اس نظام کی باگ دوڑ ہو۔ اسی لیے ایک مقام پر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''إنَّ العِرافَةَ حَقٌّ ولا بُدَّ للناس من العُرَفاء، ولكنَّ العُرَفاءَ في النَّار''(297)

ترجمہ:''بے شک نمائندگی حق ہے اور لازم ہے لوگوں کے لیے نمائندے مقرر کرنا۔ لیکن (برے) نمائندے (دوزخ کی) آگ میں ہوں گے''۔

297۔ابو داؤد، سلیمان ابن الاشعث، سنن ابی داؤد، كِتَاب الْخَرَاجِ وَالْإِمَارَةِ وَالْفَيْءِ، باب فِي الْعِرَافَةِ، دار الکتب العربی، بیروت، لبنان، ج،۳، ص، ۹۲

اس حدیث مبارکہ سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ اسلام میں ریاستی ذمہ داری کتنی اہم مقام رکھتی ہے اور اس کے قائدین کے کندھوں پر کس قدر بوجھ پوری امت کا عائد ہوتا ہے۔

انہی ریاستی ذمے داریوں میں سے ایک بنیادی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ حاکمِ وقت نے اپنی ریاست میں رونما ہونے والی حرکات وسکنات پر ایک عمیق نظر رکھنی ہوتی ہے۔ایسے تمام عناصر جو ملک وسلطنت کو کسی بھی طرح سے نقصان پہنانے کے درپے ہوں ان کا سدباب کرنا بھی حکمران طبقے کی ذمہ داری ہے جیسا کہ رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مقام پر فرمایا:

"مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ"(298)

ترجمہ:"جو شخص تم میں سے کسی برائی کو دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے روکے، پس اگر طاقت نہ ہو اس کی تو اپنی زبان سے روکے، پس اگر نہ طاقت رکھتا ہو اس کی تو اپنے دل سے اس کو روکے (یعنی برا تصور کرے) اور یہ ایمان کا سب سے کمزور مقام ہے"۔

اس حدیثِ مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سنہرا معاشرتی اصول ذکر فرمایا ہے۔ارشاد فرمایا کہ بنی نوعِ انسان میں سے کوئی بھی جب کسی برے کام کو ہوتا دیکھے تو اپنی طاقت کے بقدر اس کو روکنے کی ہر ممکنہ کوشش کرے۔سب سے پہلے جس امر کا ذکر فرمایا کہ اپنے ہاتھ یعنی قدرت سے روکے یہ امر متعلق ہے صاحب اقدار سے۔اسی تناظر میں جب وہ ایسی این جی اوز کو دیکھیں جو ملک کی تباہ کاریوں میں ملوث ہیں تو فی الفور ان کی راہ میں رکاوٹ حائل کرنا ان کا دینی و معاشرتی فرض ہے۔اسی کے ساتھ ایسی تنظیمات جن کے مقاصد و اغراض میں کوئی کھوٹ نہ پایا جائے اور وہ اخلاصِ نیت کے ساتھ اسلامی قوانین اور حدود کو مدِ نظر رکھتے ہوئے شب و روز ریاستی بہتری اور ترقی کے لیے کوشاں ہوں، ان کی حوصلہ افزائی کرنا اور ان کے لیے راہ ہموار کرنا بھی حاکم وقت کی ریاستی ذمہ داری ہے۔کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مقام پر تعلیم دیتے ہوئے فرمایا:

"إِذَا كَانَ أُمَرَاؤُكُمْ خِيَارَكُمْ وَ أَغْنِيَاؤُكُمْ سُمَحَاءَكُمْ وَ أَمْرُكُمْ شُورَى بَيْنَكُمْ فَظَهْرُ الْأَرْضِ خَيْرٌ لَكُمْ مِنْ بَطْنِهَا"(299)

ترجمہ:"جب تم میں سے بہترین لوگ تمھارے امراء ہوں اور تمھارے مالدار لوگ فیاضانہ (صفت کے مالک) ہوں اور تمارے (معاشرتی) امور آپس کی مشاورت پر مبنی ہوں تو زمین کی پشت تمھارے لیے اسکے بطن سے بہتر ہے"۔

298۔ صحیح مسلم، ج۱، ص۶۹

299۔ جامع الترمذی، کتاب الفتن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب مِنْہُ ج۴، ص۵۲۹، حدیث ۲۲۶۶

اِس قولِ مبارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلم معاشرے کی سعادت مندی اور خوش بختی کو تین باتوں سے مشروط کرتے ہوئے ایک لطیف اشارہ فرمایا ہے کہ جب حکمران کا شمار بہترین صفت لوگوں میں ہوتا ہو، اغنیاء جود وسخا کا علم بلند کیے ہوئے ہوں اور معاملات میں مشاورت پائی جائے تو اس کی مٹی بھی سونا بن سکتی ہے۔ معلوم ہوا کہ حکمران طبقے کا یہ بھی فرض بنتا ہے کہ اپنی اچھی ساکھ کو برقرار رکھتے ہوئے وہ اپنے معاونین کے کاموں کو بھی سراہیں اور ان کی مشاورت کو ملکی پریشانیوں کو حل کرنے میں شامل حال رکھیں۔

ملک پاکستان میں بھی اسلامی جذبات سے سرشار ایک کھیپ موجود ہے ایسی تنظیموں کی جو اسلامی تعلیمات پر پابندی کرتی ہوئی قوم وملت کی خدمات کرنے کا تر و تازہ جذبہ اپنے منظم انداز میں رکھتی ہیں۔ ذیل میں بطورِ نمونہ کچھ نامور اور متحرک تنظیموں کا تعارف مختصر انداز میں پیش کیا جاتا ہے۔

اسلامی تنظیمات کی حوصلہ افزائی اور اسلامی تربیت

عالم اسلام کو عصرِ حاضر میں جو مسائل درپیش ہین ان میں سے ایک عظیم مسئلہ یہ ہے کے مسلمانوں نے دین اور سیاست کو جدا جدا تصور کرنا شروع کر دیا۔ گو کہ اسلام کا یہ نظریہ نہیں ہے لیکن اس کو پروان چڑھانے میں جہاں اہل مغرب کا کردار ہے، وہاں ہی کچھ صوفیاء بھی اس میں پیش پیش رہے۔ اس کا نقصان اس دور میں ایسے ظاہر ورہا ہے کہ قائدین اسلامی حلقوں سے کافی دور ہوتے جا رہے ہیں اور کفر اپنی کمندیں ڈالنے میں کامیاب ہوتا جا رہا ہے۔ اس بات سے قطعاً اختلاف نہیں ہے کہ معاونت کی مد میں نجی اداروں کی ضرورت پیش آتی ہے۔ لمحہ فکریہ یہ ہے کہ جب اسلامی تعلیمات میں ہر پہلو سے کامل راہنمائی پائی جاتی ہے پھر ہم ان سے بھرپور فائدہ کیوں نہیں اٹھا رہے؟ کون سی ضرورت ہے جو ہمیں جبینِ بے نیاز کفر کے در پے جھکانے پر مسلسل مجبور کر رہی ہے؟ کلامِ الٰہی سے ہمیں یہ تعلیم ملتی ہے کہ کافر کبھی مسلمان کا خیر خواہ نہیں ہو سکتا وہ امت مسلمہ کی سب سے قیمتی چیز اسلام بھی اس سے چھین لینے کی تگ ودو میں رہتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِیْعُوْا فَرِیْقًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ یَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ كٰفِرِیْنَ ﴾(300)

ترجمہ: ”اے ایمان والو! اگر تم پیروی کروگے اہل کتاب میں سے کسی بھی گروہ کی تو وہ تمھیں پھیر دیں گے تمھارے مان لانے کے بعد کفر کی حالت کی طرف“

آج یہی وجہ ہے کے ملکِ پاکستان میں بھی کفر و ارتداد بڑھتا جا رہا ہے۔ لبرل ازم کے نام پر ہر فورم سے ملحدین شعائر اسلام کی تضحیک کرنے کے ساتھ ساتھ نوجوان نسل میں فتور سمو رہے ہیں۔ آج اس بات کی اشد

300۔ سورۃ آل عمران:3/100

ضرورت ہے کہ غیر مسلم اور لبرل ازم کے راگ الاپنے والی تمام این جی اوز کے اوپر کڑی نظر رکھی جائے اور ممکن ہو تو ان سے کنارہ کشی کو یقینی بناتے ہوئے اسلامی رفاہی تنظیموں سے تعلقات استوار کیے جائیں تا کہ ہر طرح کے فتنے سے محفوظ رہا جا سکے۔

1۔ نیکی پر معاونت

میں اللہ تعالیٰ نے نیکی کے کاموں پر معاونت کرنے کا حکم فرمایا تا کہ نیکی کرنے وال میں بھلائی اور خیر کے کام کرنے کے لیے مزید جذبہ پیدا ہو اور معاشرے میں خیر سگالی عام ہو۔ ارشادِ خداوندِ کریم ہے:

﴿ وَ تَعَاوَنُوۡا عَلَى الۡبِرِّ وَ التَّقۡوٰى ۖ وَ لَا تَعَاوَنُوۡا عَلَى الۡاِثۡمِ وَ الۡعُدۡوَانِ ۪﴾(301)

ترجمہ: ”اور تعاون کرو نیکی کے کاموں میں اور پرہیز گاری میں اور نہ معاونت کرو گناہ اور سرکشی کے کاموں میں“

اِس آیتِ مبارکہ میں اللہ رب العزت نے دو اصول ذکر فرمائے کہ نیکی کے کام میں ہر ممکنہ تعاون کرو ، لیکن کسی بھی ایسے کام میں تعاون نہیں کرنا جو مذہبی یا معاشرتی فساد پر مبنی ہو۔

2۔ دین کی پاسداری

امتِ مسلمہ کے ہر فرد پر لازم ہے کہ وہ دین اسلامی کی حقانیت کو جانتے ہوئے اس کی سربلندی کے لیے ہر ممکنہ کوشش کرے۔ اپنی انفرادی زندگی میں بھی اور اجتماعی امور میں بھی دین کی مکمل پاسداری کو یقینی بنائے۔ کفر و اسلام کا جس موڑ پر بھی تقابل آجائے تو ترجیح اسلام کو دینا مسلمان پر دینی تعلیمات کی روح سے لازم ہے۔ ایسے ہی جب غیر مسلم این جی اوز اور مسلمان کے نظریاتی امور سے متصادم لبرل تنظیمات کے مقابلے میں اسلامی حدود کو بھانپتے ہوئے اپنی خدمات پیش کرنے کے لیے اسلامک این جی اوز برسرِ میدان ہیں تو ہمیں دین بیداری کا ثبوت دیتے ہوئے ان کا بھرپور ساتھ دینا چاہیے۔ تا کہ وہ اصلاحِ معاشرے میں اپنے کردار کو بہتر اور مثبت طریقے سے ادا کر پائے۔

3۔ احسان کا بدلہ احسان

قانونِ دنیاوی ہے کے جب بھی کوئی کسی کے ساتھ اچھا کام کرے یا عمدہ اخلاق سے پیش آئے تو مد مقابل اس کو اپنا محسن سمجھتا ہے۔ زمانہِ مستقبل میں بھی ہمیشہ اس کے لیے نرم گوشہ رکھتا ہے۔ قرآنِ مقدس میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے پیروکاروں کو یہی تعلیم دی ہے اور فرمایا:

﴿هَلۡ جَزَآءُ الۡاِحۡسَانِ اِلَّا الۡاِحۡسَانُ ﴾(302)

301۔ سورۃ المائدہ: 5/2

ترجمہ: "احسان کا بدلہ احسان کے سوا کیا ہو سکتا ہے"

اس آیتِ مبارکہ میں امت مسلمہ کو احسان فراموشی سے محفوظ رہنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ احسان کے متعلق قرآن و سنت میں وسیع مواد موجود ہے جو اس کی اہمیت کو مترشح کرتا ہے۔ اسلامی تنظیموں کا عصرِ حاضر میں اس امت پر ایک بہت بڑا احسان ہے کہ اس پُر فتن دور میں تعلیم، رفاہِ عامہ کے تمام شعبوں کے ساتھ ساتھ دینی و مذہبی تقریبات کا اہتمام بھی کرتی ہیں تاکہ مسلمانوں کو کفر کی یلغار سے بچایا جا سکے۔ ہمیں بھی چاہیے کہ حکومت وقت کے ساتھ ساتھ انفرادی زندگی میں بھی ان کے ساتھ احسان اور خیر خواہی والا رویہ رکھیں۔ تاکہ رعایا کی دنیاوی زندگی کی بہتری کے ساتھ ساتھ ان کی اخروی زندگی بھی بہتر ہو جائے۔

4۔ باہمی نرم مزاجی

ہمارے لیے کارِ حکومت میں، سیاسی و سماجی زندگی میں اور نجی معاملات میں دورِ پیغمبر کے تربیت یافتہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین رول ماڈل اور قابلِ تقلید نمونہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ قرآنِ مقدس نے حضراتِ صحابہ اکرامؓ کا ایک وصف قیامت تک آنے والے لوگوں تک تعلیماً ذکر کیا ہے اور فرمایا:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهم﴾(303)

ترجمہ: "اور جو لوگ اُن (یعنی رسول اللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ ہیں وہ کافر کے مقابلے میں بہت سخت ہیں اور آپس میں بہت رحم دل ہیں"۔

اس آیتِ مبارکہ کی عملی تفسیر بنتے ہوئے ہم پر لازم ہے کہ ہم اسلامی تنظیمات کی مسلک پرستی اور تعصب کی پٹی آنکھوں سے ہٹا کر حوصلہ افزائی کریں۔ تاکہ حکومتی سطح پر بھی اور عوامی سطح پر بھی جب ان کو پذیرائی ملے گی تو عالمِ دنیا میں اسلام کی قدر و منزلت مزید بڑھے گی اور ملک پاکستان میں خاص کر ان تنظیموں کو زیادہ کام کرنے کے مواقع ملیں گے اور مغربی تنظیموں کے حوصلے پست ہوتے جائیں گے۔ ہمیں غیر مسلم اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے والی ملک و اسلام کی سالمیت پر حملہ آور ہونے والی تنظیموں کے بارے میں سخت رویہ رکھنے کے ساتھ ساتھ اسلامی تنظیموں سے ہم آہنگی پیدا کرنی ہو گی تاکہ وطنِ عزیز دن دگنی رات چگنی ترقی کر سکے۔

302۔ سورۃ الرحمان:60/55

303۔ سورۃ الفتح:29/48

ملک پاکستان میں چند نامور اسلامی تنظیمات کا تعارف

ملک پاکستان میں بہت سی اسلامی تنظیمات اپنے فرائض ادا کر رہی ہیں۔ دیگر این جی اوز کی طرح یہ بھی غیر سرکاری تنظیمات ہیں۔ ابتدائی طور پر ان تنظیمات کو دو اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(۱) مدارسِ دینیہ (۲) دیگر رفاہی ادارے

ا۔ مدارسِ دینیہ

ملک پاکستان کے طول و عرض میں مدارسِ دینیہ کی شکل میں ایسی این جی اوز کی ایک وافر مقدار موجود ہے، جن سے پاکستان اور اسلام کے تحفظ کی کرنیں پھوٹتی ہیں۔ بغیر کسی حکومتی بجٹ کو استعمال کیے اور بغیر حکومت پاکستان پر کوئی بوجھ ڈالے پاکستان کی شرح خواندگی اور استحکام معیشت کو بام عروج پر لے جانے میں مدارس کا تعلیمی نظام اپنی مثال آپ ہے، لاکھوں طلباء و طلبات کو روزانہ کی بنیاد پر مفت تعلیم کے ساتھ کتابیں، لباس، رہائش، کھانا، پینا اور علاج وغیرہ کی سہولیات سے آراستہ کرنے والی یہ واحد این جی او ہے۔ دو قومی نظریے کے لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو بھی مدارس کی ہمیشہ سے یہی تعلیم رہی ہے کے اغیار کی پیروی اور غلامی سے کبھی کامیابی نہیں مل سکتی۔ مسلمان کا ایک جداگانہ تشخص ہے جو اس کو دین و دنیا کے ہر شعبے کے لحاظ سے اس کو ادیانِ باطلہ سے الگ کچھ اصولوں کا پابند بناتا ہے۔ مدارس فقط قرآن و سنت اور دیگر علومِ دینیہ کے حصول کا منبع ہی نہیں ہیں بلکہ ملک پاکستان کی عوام کی تہذیب اور ملی وجود کو بر قرار رکھنے میں کلیدی کردار کے حامل ہیں۔ ان سے مصلحین و مبلغین تیار ہوتے ہیں جو امت کو فکری، اعتقادی اور اخلاقی انتشار سے محفوظ رکھنے میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ جو حقیقت میں حکومتی وظیفہ اور ذمہ داری نبھا رہے ہیں۔ ایک اسلامی ریاست کی اولین ذمہ داری اپنی رعایا کے دین کا تحفظ ہے۔ لیکن یہ ذمہ داری یہ غیر سرکاری ادارے ادا کر رہے ہیں۔ لہذا ان کا ہمنوا اور مددگار رہنا نہایٔ ضروری ہے۔

۲۔ دیگر رفاحی ادارے

مدارس کے علاوہ دوسری قسم اُن رفاحی اداروں کی ہے جو اسلامی تعلیمات کو سامنے رکھتے ہوئے ملک و ملت کی خدمت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ ایسی اسلامی غیر سرکاری تنظیمیں بھی کافی تعداد میں ملکی اور علاقائی سطح پر اپنے اپنے مراکز میں کام کر رہی ہیں۔ ذیل میں چند نامور تنظیموں کا مختصر تعارف ذکر کیا جائے گا تاکہ معلوم ہو سکے کہ جن مقاصد کے لیے این جی اوز کی ضرورت پیش آتی ہے وہ مقاصد ان سے بھی تعاون کر کے حاصل کیے جا سکتے ہیں۔

۱۔الخدمت فاؤنڈیشن

جماعت اسلامی پاکستان کے تحت چلنے والی اس تنظیم کی باقاعدہ اس نام سے رجسٹریشن ۱۹۹۲ء میں ہوئی اس تنظیم کے تحت مختلف مقامات پر ہسپتال، سکول اور آغوش ٹرسٹ کے نام سے یتیم خانے قائم ہیں۔علاوہ ازیں ہنگامی حالات میں ایمبولینس کی سروس، طبی امداد،صاف پانی اور دیگر رفاہی کاموں میں ہمیشہ صفِ اول میں نظر آنے والی تنظیم کا بنیادی مقصد بلا تفریق مسلک و مذہب خدمتِ خلق کرنا ہے۔سیلاب زدگان ہوں یا متاثرینِ زلزلہ الخدمت فاؤنڈیشن نے اپنی خدمات بہت ہی اعلیٰ انداز میں پیش کی ہیں۔

حالیہ کروناوائرس پھیل جانے کے تناظر میں پاکستانی معیشت کو انتہائی غیر معمولی دھچکا لگا ایسے میں اسلامی نمائندگی کرنے والی اس تنظیم کے راشن تقسیم کرنے کے علاوہ قرنطینہ سینٹرز اور وینٹیلیٹرز کی فراہمی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے، میڈیا کے ہر فورم پر ان کی خدمات نمایاں نظر آتی ہیں۔حجت تام کرنے کی غرض سے ایک حوالہ پیشِ خدمت ہے۔

۲۔سیلانی ویلفیئر ٹرسٹ

سیلانی ویلفیئر ٹرسٹ مولانا بشیر احمد فاروقی(304) کی ان تھک محنتوں کا ثمرہ ہے۔۱۹۹۹ء میں قائم ہونے والی خالصتا اور عملا قرآن وسنت کی روشنی میں اپنے ملک و قوم کی خدمت کرنے والی یہ اسلامی تنظیم غربت و افلاس میں دھنسے لوگوں کے لیے ایک روشن کرن ہے۔خوراک، تعلیم، میڈیکل اور دیگر سوشل ویلفیئر کے کاموں میں پیش پیش رہنے والی این جی او روزانہ کی بنیاد پر ہزاروں لوگوں کی عزت نفس کو مجروح کیے بغیر ان کو کھانا کھلانے کا سبب بن رہی ہے۔اس تنظیم کی وسعت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ۱۲۵ برانچز میں تقریبا ۲۰۰۰ افراد پروفیشنل

304۔کراچی میں پیدا ہوئے اور میمن کمیونٹی سے تعلق رکھتے ہیں' مسلک کے لحاظ سے حنفی ہیں' کراچی میں باردانے کی خرید و فروخت کا کام کرتے تھے' جوانی میں طبیعت مذہب کی طرف مائل ہوئی' دارالعلوم میں داخل ہوئے' مذہبی اور روحانی تعلیم حاصل کی' استخارے میں مہارت حاصل کی' لوگ ان کے دیوانہوار مرید ہوئے' مذہبی چینل پر لائیو استخارہ شروع کیا' زائرین کی تعداد میں اضافہ ہوگیا' کراچی کی بزنس مین کمیونٹی میں روحانی رسوخ بنا' یہ عملی شخصیت ہیں چنانچہ انھوں نے میمن کمیونٹی کے ساتھ مل کر پاکستان کی سب سے بڑی فلاحی تنظیم کی بنیاد رکھ دی' سلانی ٹرسٹ کا نام انھیں خانقاہ ڈوگراں میں مدفن خواجہ محکوم الدین سیلانی سے ملا' یہ بزرگ ہندوستان کے مختلف علاقوں میں گھومتے رہتے تھے' یہ اس معمول کی وجہ سے سیلانی کہلاتے تھے' اسی نسبت سے مولانا بشیر احمد فاروقی صاحب نے ٹرسٹ کا نام سیلانی رکھا۔(urdumehfil.net2019/02/23)تاریخ اشاعت: 23-Feb-2019ء۔

ورکرز کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔ملک پاکستان کے بڑے شہروں کے علاوہ بیرونِ ملک بھی اس کے دفاتر موجود ہیں۔(305)

۳۔امہ ویلفیئر ٹرسٹ

اسلامی تنظیموں کی اس لڑی میں ایک نامور این جی او امہ ویلفیئر ٹرسٹ بھی ہے۔اپنے نام کی عکاسی کرتے ہوئے اس ٹرسٹ کا قیام ۲۰۰۴ء میں پاکستان، کشمیر اور افغانستان کے پسے ہوئے اور مفلس لوگوں کے لیے آبادکاری کے مسائل، صحت و تعلیم کی سہولیات کی فراہمی کی ساتھ ساتھ مساجد و مدارس کی تعمیرات کو یقینی بنا کر امتِ مسلمہ کی مذہبی، سماجی، معاشی اور اخلاقی اقدار کا تحفظ کرنا ہے۔ملک پاکستان کے جید علماء اکرام کی نگرانی میں ایک شفاف طریقے سے معاونین کے عطیات کو مستحقین تک پہنچانا اس تنظیم کا اوّل مقصد ہے۔یہ تنظیم بے روزگاروں کو روزگار فراہم کرنا،ناخواندہ کو تعلیم سے آراستہ کرنا، یتیم کو معاشرہ کا قیمتی فرد بنانا اور اس جیسے ہر وہ رفاہی کام (جن کی ضرورت وقت کے ساتھ پیش آتی ہے) کا مکمل حل فراہم کرنا بھی اپنی ذمے داری سمجھتی ہے۔306۔

روزنامہ جنگ پشاور (جو کہ ۹ مئی ۲۰۱۹ء کو شائع ہوا) میں اس این جی او کی خدمات پر شرح و بسط سے ایک رپورٹ بھی شائع کی گئی جس کو ذیل میں دیئے گئے لنک کی وساطت سے پڑھا جا سکتا ہے۔(307)

۴۔اسلامک ویلفئیر ٹرسٹ

۱۹۸۹ء میں قائم ہونے والا یہ ادارہ نہ صرف تعلیمی اور تحقیقی امور میں اپنی خدمات پیش کر رہا ہے بلکہ نادار و مساکین افراد کی کفالت جیسے دیگر رفاہی پروجیکٹ بھی اس ادارے کے منصوبوں میں شامل ہیں۔اس ادارے کو قائم کرنے میں بنیادی کردار معروف عالم دین عبد الرحمان مدنی صاحب کا ہے۔ادارہ ابتداءً پانچ شعبوں میں منقسم ہے۔

۱۔ تعلیم کا شعبہ　　۲۔ تحقیق کا شعبہ　　۳۔رفاہِ عامہ کا شعبہ

۴۔پرنٹ میڈیا کا شعبہ　　۵۔الیکٹرانک میڈیا کا شعبہ

اِن شعبوں کے تحت مختلف پروجیکٹس اس میں یہ این جی او متحرک ہے۔مثلاً تعلیمی میدان میں کالج اور اداروں کا قیام، تحقیق کے میدان میں اعلیٰ تعلیم اور محقق دوراں تیار کرنے کے لیے مجلس تحقیق اسلامی کے عمل کو جاری و ساری رکھنا، اہل ذوق اور اہل تحقیق کے لیے ۳۰ ہزار سے زائد کتابوں کے نسخہ جات پر مبنی لائبریری، رفاہِ عامہ کے

305۔ www.saylaniwelfare.com

306۔ uwt.org.pk/ur/about

307۔ jang.com.pk/news/637658, Posted: 09 May 2019.

عنوان کے تحت یتیموں سے متعلقہ شعبہ، طب کے مسائل، جہیز، قرض حسنہ اور سیلابی علاقوں کے مسائل کو حل کرنے کے لیے فنڈنگ کرنا، پرنٹ و الیکٹرانک میڈیا کے تحت ماہانامے، محدث فورم کا قیام وغیرہ۔(308)

۵۔ منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن

یہ این جی او تحریک منہاج القرآن کا ایک رفاہی ادارہ ہے جس کے بانی ملک پاکستان کی معروف و مشہور شخصیت اور مذہبی راہنما علامہ طاہر القادری(309) ہیں۔

منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن امداد باہمی کے تصور کے تحت معاشرے کے خوشحال طبقے کے ساتھ ملکر متاثرہ و بدحالی میں مبتلا طبقے کے افراد میں تعاون، اخوت، عزت و احترام اور انہیں خوشحال زندگی گزارنے کے لیے اعانت فراہم کرتی ہے۔ اس تصور کے تناظر میں تحریک منہاج القرآن کے بانی و سرپرست اعلیٰ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے 17 اکتوبر 1989ء کو منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کی بنیاد رکھی۔

منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی سرپرستی میں معاشرے میں دکھی انسانیت کی خدمت اور مجبور و محروم طبقے کی ہر ممکن مدد کیلئے کوشاں رہتی ہے۔ منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن تعلیم، صحت اور فلاح عامہ کے میدانوں میں نمایاں خدمات سرانجام دے رہی ہے۔

تعلیمی میدان میں 573 پرائمری اور ماڈل اسکول 18 کالجز اور ایک بین الاقوامی چارٹر یونیورسٹی چل رہی ہے۔ صحت کے میدان میں پورے ملک میں 107 فری ڈسپنسریز اور 24 شہروں میں ایمبولینس سروس اس تنظیم کے تحت چل رہی ہیں(310)

۶۔ جعفریہ ڈزاسٹر مینجمینٹ سیل ویلفیئر آرگنائزیشن(JDC Foundation)

دیگر اسلامی رفاحی تنظیمات کی طرح یہ تنظیم بھی ملکِ پاکستان کی ایک غریب پرور تنظیم ہے۔ اس کا قیام ۲۰۰۹ء کو شہر قائد (کراچی) کے کچھ طلباء کے متفق ہو جانے پر ہوا۔ بہت کم عرصے میں اخلاصِ نیت سے کام کرنی والی اس تنظیم نے تقریباً ہر شعبے میں اپنی خدمات کو فراہم کیا ہے۔ مثال کے طور پر:

308۔ اسلامک ویلفیئر ٹرسٹ، (مجلس التحقیق الاسلامی)، forum.mohaddis.com/thread، 23 فروری 2012۔

309۔ محمد طاہر القادری 19 فروری، 1951ء کو جھنگ میں پیدا ہوئے۔ آپ تحریک منہاج القرآن کے بانی رہنما ہیں، شیخ الاسلام 19 فروری 1951 کو پاکستان کے تاریخی شہر جھنگ میں پیدا ہوئے تھے انہوں نے 1972 میں پنجاب یونیورسٹی سے اسلامک اسٹڈیز میں ایم اے اور 1974 میں ایل ایل بی کیا اور جھنگ کی ضلعی عدالتوں میں وکیل کی حیثیت سے پریکٹس شروع کی۔ پھر اسلامی قانون میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی ۔(www.minhaj.org)

310۔ https://minhajwelfare.org/pk/about-us/

۱۔ہنگامی حالات میں JDC ایمبولینس بمع تربیت یافتہ ماہر سکواڈ

۲۔مہذب اور پڑھے لکھے معاشرے کے قیام کے لیے ٹیکنیکل ،اکیڈمک اور پروفیشنل ایجوکیشن کے حصول میں معاونت

۳۔غرباءومساکین کی سفید پوشی کو برقرار رکھتے ہوئے اقتصادی معاونت

۴۔JDC دستر خوان

۵۔یتیم خانوں کا قیام اور بزرگوں کی دیکھ بھال کے لیے اولڈ ایج ہومز کا قیام

۶۔JDC دیوارِ مہربانی کا قیام

اس کے علاوہ بھی وقت کے ساتھ ساتھ ہر معاشرتی ضرورت میں اپنی خدمات کو پیش پیش رکھنا اس تنظیم کے اوّلین فرائض میں شامل ہے۔(311)

عصرِ حاضر کی ایک موذی اور متعدی بیماری کرونا کی وجہ سے جب ملک گیر لاک ڈاؤن ہوا تو دیگر تمام تنظیموں کی طرح جے۔ڈی۔سی نے بھی روزانہ کی بنیاد پر ہزاروں خاندانوں میں راشن تقسیم کیا۔(312)

ان کے علاوہ بھی ملک پاکستان میں بہت سے اسلامی رفاہی ادارے کام کر رہے ہیں جو تقریباً ہر طرح کی ضروریات میں وطنِ عزیز کے لیے کارگر ثابت ہوسکتے ہیں۔ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کے ساتھ ہر طرح کا مالی و جسمانی تعاون کیا جائے تاکہ مسلمانوں کو اپنے تحفظ کے لیے اغیار کے سامنے دامن پھیلانے کی ضرورت پیش ہی نہ آئے۔حکومت وقت کو بھی دست شفقت رکھتے ہوئے ان اداروں کا خیر مقدم کرنا چاہیے تاکہ مزید ایسے اداروں کا قیام عمل میں آئے اور صاحبِ مال وزر کی دولت سے باقاعدہ زکوۃ و صدقات کی مد سے ایک حصہ غرباء پروری پر خرچ ہوسکے۔

311۔jdcwelfare.org

312۔LET'S SUPPORT JDC FOUNDATION,http://youtube.be/9wX18WIP-PU,Posted 01-Apr-2020.

۷۔ حسینی فاونڈیشن

حسینی فاؤنڈیشن اکتوبر 2006 میں حسینی ریلیف کے ضم ہونے کے بعد قائم ہوا جس کو پاکستان میں اکتوبر 2005 کے زلزلے کے بعد تشکیل دی گئی تھی۔ 20 نومبر 2005 کو ایک ایم او یو، ورلڈ فیڈریشن کے صدر جناب احمد حسام کی موجودگی میں سات اداروں نے دستخط کیے۔ اور اس ادارے کو پاکستان میں علامہ شیخ محسن علی نجفی کے زیر سرپرستی حسینی فاؤنڈیشن کے نام سے تشکیل دی گئی۔

جابر بن حیان ٹرسٹ۔ اسلام آباد JBHT Islamabad

خوجہ شیعہ اثناء عشری جماعت۔ کراچی – Khoja (Pirhai) Shia Isna Asheri Jamaat Karachi

محفل مرتضی۔ کراچی Mehfil-E-Murtaza – Karachi

حسینی بلڈ بینک کراچی Hussaini Blood Bank, Karachi

جے آئی بی اے چیپٹر، کراچی JIBA Chapter, Karachi

سیو لائف ٹرسٹ کراچی Save Life Trust – Karachi

ناردرن ایریا آئی ہسپتال ٹرسٹ کراچی Northern Area Eye Hospital Trust-Karachi

حسینی فاونڈیشن نے متاثرہ علاقوں میں بڑے پیمانے پر کام انجام دیا۔ امدادی اور طبی امداد اس تنظیم کے پیچھے موجود لوگوں کا بنیادی ہدف تھا۔ تمام ضروریات زندگی جیسے کھانا، لباس ہزاروں متاثرہ افراد میں تقسیم کیا گیا، میڈیکل کیمپ لگائے گئے اور ہزاروں مریضوں کا علاج کیا گیا۔ اس کام کی کامیاب تکمیل سے بانیوں کے جذبے کو تقویت ملی جو کہ ان کے مطابق پاکستان میں کسی بھی این جی او کی جانب سے اب تک کا سب سے بڑا بحالی کام شروع کرنے کے لئے ایک قدم تھا۔ اس طرح یہ رفاحی ادارہ نے تقریبا 7000 خاندانوں کو اپنے مکانات کی تعمیر نو میں مدد کی اور مختلف مقامات پر 45 آبی منصوبے بھی اس تنظیم نے مکمل کیے۔

حسینی فاونڈیشن نے اسکولوں کے قیام، طلباء کو اسکول کی تعلیم اور اعلی تعلیم کے لئے معاونت، سندھ، پنجاب، خیبر پختون خوا(KPK)، کشمیر اور گلگت بلتستان میں اساتذہ کی تربیت دے کر تعلیم کے مختلف کام بھی انجام دے رہی ہے۔

پاکستانی عوام خاص طور پر کے پی کے دور دراز علاقوں کے لوگوں کی صحت کے لئے مختلف آرٹ ہسپتال قائم کئے۔ یہی وجہ ہے حکومت پاکستان نے حسینی فاونڈیشن کی کاوشوں کو تسلیم کرتے ہوئے تعریفی سرٹیفکیٹ سے سراہا۔(313)

خلاصہ باب

ملک کی تعمیر و ترقی کے لیے پڑھے لکھے افراد کی ہی ضرورت پیش آتی ہے۔ جہالت کے سہارے کبھی بھی کوئی قوم ترقی کی راہ پر گامزن نہیں ہوسکتی۔ کسی بھی معاشرے میں معیاری تعلیم کے لیے نصاب کا معیاری ہونا لازم ہوتا ہے۔ ملک پاکستان میں معیاری نصاب مرتب کرنے کے لیے ہمارے ماہرینِ فن کو جہاں اس بات پر توجہ کی ضرورت ہے کہ ہمارا نصاب پاکستان کے بنیادی محرک دو قومی نظریے کے مطابق ہو، وہاں ہی ان کی توجہ کا بنیادی نقطہ یہ بھی ہونا چاہیے کہ ہمارا تعلیمی نصاب عصرِ حاضر کی تمام ضرورتوں کو پورا کرتا ہو اور تمام بچوں کی ذہنی سطح سے کامل طور پر ہم آہنگ ہو۔

نصاب کی اصلاح کے ساتھ ساتھ تعلیمی نظام مکمل تربیتی بنیادوں پر استوار کرنا ہوگا تاکہ جتنے بھی طلبہ و طلبات دینی و عصری تعلیم کی تحصیل کے بعد سندِ فراغت حاصل کریں تو وہ زیورِ تربیت سے بھی مزیّن ہو کر معاشرے کو سنہری فضا فراہم کرنے کے اہل ہو سکیں اور ملک پاکستان کے تمام بچے اور بچیاں صحیح معنوں میں علم کی نورانیت سے فیض یاب ہو سکیں۔

تعلیمی نظام کو درست سمت لے جانے کے ساتھ عصر حاضر کی ایک اہم ضرورت یہ بھی ہے کے ہم اپنے میڈیا کو اسلامی تعلیمات کا پابند بنائیں۔ اسلام میں سچ بولنے کی ترغیب ہے اور جھوٹ و مبالغہ آرائی سے ممانعت موجود ہے۔ لہذا سر دست میڈیا پر جھوٹ اور مبالغہ آرائی سے محفوظ پروگرامز کی نشر و اشاعت کو یقینی بنایا جائے۔ صرف ایسے پروگرامز نشر کیے جائیں جن میں تحقیق اور صداقت پر مبنی باتیں ہوں۔ اور تمام عناصر پر کڑی نظر رکھی جائے جو ملک دشمنی کا سبب بنیں۔

ایسی تمام تنظیموں پر فوری طور پر پابندی عائد کرنی چاہیے جو وطن عزیز اسلامی جمہوریہ پاکستان کی جغرافیائی اور نظریاتی سرحدوں کے خلاف اپنی سرگرمیوں میں ملوث ہیں۔ ہمارے وطن عزیز میں ایسی بہت رفاعی تنظیمات پائی جاتی ہیں جو کہ صحیح اسلامی قوانین کی پیروکاری کرتی ہوئی ملک کے طول و عرض میں فعال ہیں۔ ہمیں چاہیے کے ان کی مکمل حوصلہ افزائی کریں تاکہ ان کو زیادہ سے زیادہ خدمت خلق میں آسانی ہو سکے اور وہ اپنے کاموں کو مزید

313۔ www.hussainifoundation.org/history.php

احسن انداز میں انجام دے سکیں۔ایسی تنظیموں کی معاونت سے ہم اپنے ماحول کو ایسی کئی قباحتوں سے بچا سکتے ہیں جو کہ غیر مسلم یا لبرل تنظیموں کی وجہ سے پھیل رہی ہیں۔لبرل ازم اس نظریے و فکر کو کہا جاتا ہے،جو اپنے قائلین میں سے ہر ایک فرد کو یہ اختیار دیتا ہے کہ ہر انسان اپنی ذاتی زندگی،اور مصروفیات میں خود مختار اور آزاد ہے،اس کی آزادی کی راہ میں مذہب، حکومتی قوانین یا ان کے کسی بھی بیرونی قوت و طاقت کو مداخلت کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

نتائج

1۔ قدیم آزاد خیال مفکرین کی طرف نگاہ کریں تو لبرل ازم بذات خود ایک اچھی سوچ کے ساتھ معاشرے کی بہتری کے لئے وجود میں آیا لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کی اصل جڑ سوکھنے لگی یہی وجہ ہے کہ آزاد خیال کے نام پر نئی نسل قدیم لبرل ازم میں تبدیلی آتی گئی۔

لبرل ازم سے ملتے جلتے افکار و نظریات سیکولر ازم اور الحاد بھی ہیں، ان تینوں افکار و نظریات کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ تمام انسانوں مذہبی اور دنیاوی قوانین سے آزادی دلا کر آزاد اور خود مختار بنایا جائے۔

2۔ ان افکار و نظریات سے تمام مذہبی طبقات خصوصاً امتِ مسلمہ کو مذہبی و نظریاتی، معاشرتی اور اقتصادی خطرات در پیش ہیں جن کی ابتداء ہمارے تعلیمی اداروں میں غیر ملکی تنظیمیں، علوم کے نصابات اور دیگر سیاسی تنظیمیں مثلاً طلباء یونین کے ذریعے ہوتی ہے، اور ان نظریات کے قائلین کافی حد تک ہمارے ملک کے تمام مذہبی طبقات خصوصاً امتِ مسلمہ کے عقائد و نظریات، معیشت، سیاست، اخلاق اور معاشرتی زندگی پر اپنے ناپاک اثرات مرتب کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔

3۔ عصرِ حاضر میں پاکستان کے جامعات میں لبرل ازم نظریات بہت تیزی سے پھیل رہے ہیں ان کے سد باب کے لئے ہمارے ملک اسلامیہ جمہوریہ پاکستان کے جامعات میں معیاری نصاب تعلیم مرتب کرنے کے لیے ہمارے ماہرینِ فن کو جہاں اس بات پر توجہ کی ضرورت ہے کہ ہمارا نصاب پاکستان کے بنیادی محرک دو قومی نظریے کے مطابق ہو، وہاں ان کی توجہ کا بنیادی نقطہ یہ بھی ہونا چاہیے کہ ہمارا تعلیمی نصاب اسلامی اور عصرِ حاضر کی تمام ضرورتوں کو پورا کرتا ہو اور تمام بچوں کی ذہنی سطح سے کامل طور پر ہم آہنگ ہو تاکہ معاشرے میں یہی بچے تربیت یافتہ اور اسلامی تعلیمات سے آراستہ ہونے کے ساتھ ساتھ دور جدید کے بچوں کیلئے اچھے مربی اور بہترین معمار بن سکے۔

سفارشات

1۔لبرل ازم اور سیکولرازم افکار و نظریات کے متعلق جتنا بھی تحقیقی کام ہو چکا ہے، شائع کیا جائے۔

2۔ان نظریات کو صوبائی اور قومی اسمبلیوں میں زیرِ بحث لایا جائے، اور اس کے روک تھام کے لیے قوانین بنا کر ان عمل کروایا جائے۔

3۔جامعات کے طلباء و طالبات کے لیے ایسے موضوعات پر دینی پروگرامز کا انعقاد کیا جائے، تا کہ لبرل ازم کے افکار و نظریات اور ان کے خطرات اور مضر اثرات سے طلباء آگاہ ہو سکے۔

4۔علماء کرام عوام الناس کو لبرل ازم کے مذموم اور اسلام مخالف مقاصد سے آگاہ کریں۔

5۔والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت اسلامی علوم کے مطابق کرنے کا اہتمام کریں۔

6۔جامعات کے اساتذہ کرام پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ طلباء اور طالبات کو لبرل ازم نظریاتور ان کے مفاسد سے اگاہ کریں۔

7۔جامعات کا نصابِ تعلیم اسلامی تعلیمی مقاصد کے مطابق تیار کیا جائے۔

8۔اس مقالے کے عنوان پر اپنی علمی استطاعت و طاقت کے مطابق معلومات فراہم کرنے کی کوشش کی گئی ہے، تاہم یہ بات حقیقت پر مبنی ہے کہ اس عنوان کے مختلف پہلوؤں پر مزید کام کرنی کی ضرورت ہے۔

9۔ آزاد خیال افراد اور دوسرے ادیبوں سے مطالبہ ہے کہ وہ لبرل ازم کو آسان رکھیں اور ہر طرح کے لبرل ازم کو روکیں، جن کو سمجھنا مشکل ہے کیونکہ یہ عمل خود لبرل ازم اور اور مذہب دونوں کیلئے نقصان دہ ہے۔

فنی فہارس

ا۔ فہرست آیات

22	مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثٰى وَہُوَ مُؤْمِنٌ..	النحل	97	74
23	اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ----	النحل	125	89
24	وَلا تَقفُ ما لَيسَ لَكَ بِهِ عِلمٌ	الاسراء	36	47
25	وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ---	الاسراء	70	95
26	وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ	الانبیاء	107	88
27	وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ.....	الانبیاء	25	158
28	فَآجتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَ آجتَنِبُوْا قَوْلَ...	الحج	30	96
29	فَإِنَّهَا لا تَعمَى الأَبصارُ وَلكِن تَعمَى القُلوبُ..	الحج	46	47
30	ان الذين يحبون ان تشيع الفاحشه في الذين..	النور	19	94،100
31	الزّانِيَةُ وَالزّاني فَاجلِدوا كُلَّ واحِدٍ مِنهُما ...	النور	02	45
32	وَعَدَ اللَّهُ الَّذينَ آمَنوا مِنكُم وَعَمِلُواالصّالِحات...	النور	55	37
33	یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْہَ عَنِ....	لقمان	17	161
34	وَما كانَ لِمُؤمِنٍ وَلا مُؤمِنَةٍ إِذا قَضَى اللَّهُ ...	الاحزاب	36	42
35	يا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِأَزواجِكَ وَبَناتِكَ وَنِساءِ ...	الاحزاب	59	47
50	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا---	الاحزاب	70	96،155
36	لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ...	الاحزاب	21	164
37	قُل هَل يَستَوِي الَّذينَ يَعلَمونَ وَالَّذينَ لا يَعلَمونَ	الزمر	09	78
38	وَأَمرُهُم شورىٰ بَينَهُم	الشوریٰ	38	59
39	یَاأَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا أَطِیْعُو اللهَ وَأَطِیْعُوالرَّسُوْل...	محمد	33	134
40	وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَہُمْ	الفتح	29	173
41	وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا-----	الحجرات	12	76
42	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ---	الحجرات	11	95
43	إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ	الحجرات	10	97
44	وَأَمرُهُم شورىٰ بَينَهُم	الشوریٰ	38	59
45	یَاأَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا أَطِیْعُو اللهَ وَأَطِیْعُوالرَّسُوْل...	محمد	33	134

46	وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ	الفتح	29	173
47	وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا-----	الحجرات	12	76
48	يا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ---	الحجرات	11	95
49	إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ	الحجرات	10	97
50	وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ	الذاريات	56	160
51	هَلْ جَزَاءُ الإِحْسَانِ إلا الإحْسَانُ	الرحمٰن	60	172
52	كَي لا يَكونَ دولَةً بَينَ الأَغنياءِ مِنكُم	الحشر	07	49
74	وَما آتاكُمُ الرَّسولُ فَخُذوهُ وَما نَهاكُم عَنهُ فَانتَهوا	الحشر	07	134
53	وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ----	الحشر	09	86
54	هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ---	الجمعۃ	02	132،133،135
55	وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ	القلم	04	72
56	فَقالَ أَنا رَبُّكُمُ الأَعلىٰ	النازعات	24	33
57	قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا وَقَدْخَابَ مَن دَ سَّاهَا	الشمس	09,10	75
58	فَأَلْهَمَها فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا	الشمس	08	135
59	فِيٓ اَيِّ صُوۡرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ	الانفطار	08	127
60	اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ	العلق	01	69
61	اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ	العلق	01	69

ب۔ فہرستِ احادیثِ مبارکہ

24	مَنْ أَتَى عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ فَصَدَّقَه لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ أَرْبَعِين يومًا	صحیح مسلم	154
25	مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَم....وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ	صحیح مسلم	170
26	نِعْمَ النِّسَاءُ نِسَاءُ الأَنْصَارِ-----الْحَيَاءُ أَنْ يَّسأَلَنَ عَنِ الدِّينِ وَ يَتَفَقَّهْنَ فِيهِ	سنن ابي داوٗد	147
27	وَرَجُلٌ لَہ اَمَةٌ، فَأَدَّبَهَا فَأَحْسَنَ تَأْدِيْبَهَا، وَعَلَّمَهَا، .... فَتَزَوَّجَهَا، فَلَہ أَجْرَانِ	صحیح بخاری	119،125
28	وَيْلٌ لِلذى يُحَدِّثُ فَيَكْذِبُ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ ، وَيْلٌ لَهُ وَيْلٌ لَهُ	مسند الامام احمد بن حنبل	156
29	يَسِّرُوا وَلاَ تُعَسِّرُوا ، وَبَشِّرُوا ، وَلاَ تُنَفِّرُوا	صحیح بخاری	141

ج۔ فہرستِ شخصیات

د ۔ فہرستِ اماکن

د ۔ فہرستِ اصطلاحات

فہرست مصادر و مراجع

قرآن مجید

۱۔ الذرکشی، محمد بن عبد اللہ، البرہان فی علوم القرآن، طبع اول، دار احیاء بالکتب العربیہ، 1376ھ

۲۔ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح البخاری، مترجم، علامہ محمد داؤد راز، ناشر مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند، 2004ء۔

۳۔ مبشر نذیر، الحاد کے مغربی اور مسلم معاشروں پر اثرات، دار التحقیق، جامعہ کراچی، 2016ء

۴۔ الحاد ایک تعارف، محمد دین، محمد بشیر، محمد شارق، دار المعارف ریسرچ انسٹیٹیوٹ، لاہور، 2017ء

۵۔ القرضاوی، یونس، اسلام اور سیکولرازم، ادارہ تحقیق اسلامی، اسلام آباد، طبع اول، 1997ء

۶۔ نذیر۔ اے۔ چوہدری، الریحان، اسلامک سسٹم آف ایجوکیشن، پبلی کیشنز، لاہور، راولپنڈ، س ن۔

۷۔ اسیر ادروی، مولانا، افکارِ عالم فکر اسلامی کی روشنی میں، شیخ الہند اکیڈمی، دار العلوم دیوبند، 1429ھ

۸۔ سہیلہ بنت عبد الجواد، اللیبرالیون في العالم الإسلامي وموقفهم من الإسلام، الجامعۃ الاسلامیۃ، غزہ، 1432ھ

۹۔ الحاکم محمد بن عبد اللہ، المستدرک للحاکم، طبع اول، دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان، 1411ھ

۱۰۔ جمیل صلیبا، المعجم الفلسفی، دار الکتاب اللبنانی، بیروت۔ لبنان، 1982ء

۱۱۔ محمد بن عبد الرحمٰن، المقاصد الحسنۃ، دار الکتاب العربی، بیروت لبنان، 1405ھ

۱۲۔ عبد الحفیظ، المنجد، ناشر مکتبہ قدسیہ، لاہور، 2009ء،

۱۳۔ الخراشی، سلیمان بن صالح، حقیقہ اللیبرالیۃ وموقف الاسلام منھا، مکتبۃ نورمن، 1429ھ

۱۴۔ نور حیات خان، ڈاکٹر، دورِ جدید میں میڈیا کی ضرورت و اہمیت اور حقیقتِ احوال، شعبہ علوم اسلامیہ نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، ایچ نائن، اسلام باد، البصیرۃ، شمارہ 4، دسمبر 2013، ج 2، ص، 52,53۔

۱۵۔ محمد بن ماجہ، سنن ابنِ ماجہ، دار أحیاء التراث العربی، بیروت لبنان، س ن

۱۶۔ السجستانی، سلیمان بن الاشعث ابو داؤد، سنن ابی داؤد، مکتبہ العصریہ، بیروت۔ لبنان س ن۔

۱۷۔ الترمذی، محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، دار الغرب الاسلامی، بیروت لبنان، 1998ء

۱۸۔ سفر بن عبد الرحمٰن، سیکولرازم آغاز، ارتقاء، (مترجم: محمد زکریا رفیق) بیت الحکمت، لاہور، س ن۔

۱۹۔ شاہد فریاد، ڈاکٹر، سیکولرازم ایک تعارف، کتاب محل، دربار مارکیٹ لاہور س ن۔

۲۰۔ مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، دار أحیاء التراث العربی۔ بیروت لبنان، س ن۔

۲۱۔ محمد اقبال، سر، ضربِ کلیم، لاہور، اقبال اکادمی پاکستان، 2002۔

۲۲۔ ابو عبد الرحمن، خلیل بن احمد، کتاب العین، دار الکتاب العربی، بیروت لبنان، 1424ھ / 2003ء۔

۲۳۔ امینی، محمد تقی، لا مذہبی دور کا تاریخی پس منظر، مکی دار الکتب،لاہور،199ء

۲۴۔ قاسمی، غلام نبی، لبرل ازم اور اسلام، حجۃ االاسلام اکیڈمی، دارالعلوم وقف دیوبند،1435ھ /2914ء

۲۵۔افریقی، ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، مکتبہ دار الصادر، البیروت، اللبنان سن ن۔

۲۶۔مجلۃ کلیۃ التربیۃ، ناشر وترتیب جامعۃ الأزھر، جولائی2016ء

۲۷۔ احمد بن حنبل، مسند احمد، مؤسسۃ الرسالۃ، ط،1421ھ

۲۸۔احمد بن عمر، مسند البزار، طبع اول، مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ، س ن۔

۲۹۔عبد الحفیظ، مصباح اللغات، مکتبہ قدسیہ،، لاہور،1919ء

۳۰۔ علی بن نایف الشحود، مفھوم الحریۃ بین الإسلام والجاہلیۃ، مجلۃ الکتب العربیۃ،432ھ۔

۳۱۔ نذیر، چوہدری، ناظرات تعلیم، الریحان پبلی کیشنز۔ اردو بازار لاہور، س ن۔

۳۲۔ طیب ابو عزہ، نقد اللیبرالیۃ، مکتبہ الملک الفہد، سعودی عرب،1430ھ

انگریزی کتب

1.CLASSICAL LIBERALISM – A PRIMER, BUTLER, EAMONN, First published in Great Britain,The Institute of Economic Affairs, (IEA) 2015, London.

2. Liberalism: The Classical Tradition, Mises Ludwig Von ,Edited by Bettina Bien Greaves,, Published by Liberty Fund, Inc in 2005, USA.

3.Liberalism A Short History, Richard Allsop, Institute of Public Affairs,First published 2014, Australia,ISBN: 978-0-909536-77-0.

4. On Liberty, Jhon Stuart, 1859, Published, Batoche Books Limited, Canada. 2001,

5. THE THREE PRINCIPLES OF CLASSICAL LIBERALISM (FROM JOHN LOCKE TO JOHN TOMASI), Lehto, Otto Ilmari, Faculty of Social Sciences, Social and Moral Philosophy,2015, University of Helsinki, Finland.

6. The Oxford Handbook of Political Ideologies, Page 388, Chapter 18, Liberalism. Edited by MICHAEL FREEDEN, LYMAN TOWER SARGENT nd MARC STEARS.Published by Oxford University Press, 2013.England..

Notes:

1. ایکسپریس نیوز، اینکر، شاہد مسعود، شاہد نامہ، نشر،25اگست، 2011ء
2. بی بی سی نیوز، اردو، اقوامِ متحدہ، انسانی حقوق 2018ء ایوارڈ عاصمہ جہانگیر کے نام، ایوارڈ26اکتوبر2018ء
3. تعلیم کی بنیادیں، ایس ایم، شاہد، مجید بک ڈپو، اردو بازار لاہور، 2010ء
4. ماہنامہ دارالعلوم، شمارہ7، جلد:89 ، جمادی الاول، جمادی الثانی 1426 ہجری مطابق جولائی 2005ء
5. نوجوانوں میں تعلیم وتربیت کے فقدان کا تدارک اور سد باب، ڈاکٹر عطاء الرحمن، راحۃ القلوب شمارہ، جنوری- جون2018۔
6. POLITICAL IDEAS: Liberalism, (Conservatism, Socialism, Nationalism, Multiculturalism, Ecologism), Richard Kelly, Neil McNaughton and Eric Magee, Published Hodder Education, An Hachette , 2017, UK.

ویب سائٹس

1. www.ahrar.org.pk
2. www.aalmiakhbar.com
3. www.brnatica.com.uk
4. www.beenasarwar.com
5. www.dailymotion.comwww.saylaniwelfare.com
6. www.express.pkwww.pakngos.com.pk
7. www.hoddereducation.co.uk
8. www.hussainifoundation.org
9. www.humsub.com.pk
10. www.investopedia.com
11. www.ipa.org.au
12. www.jang.com.pk
13. www.khatm-e-nubuwwat.org
14. www.libertyfund.org
15. www.midad.com
16. www.minhaj.org
17. www.mimirbook.com
18. www.mimirbook.com
19. www.shamela.com
20. www.unewstv.com
21. www.uwt.org.pk